

عمران سیریز جلد نمبر 23

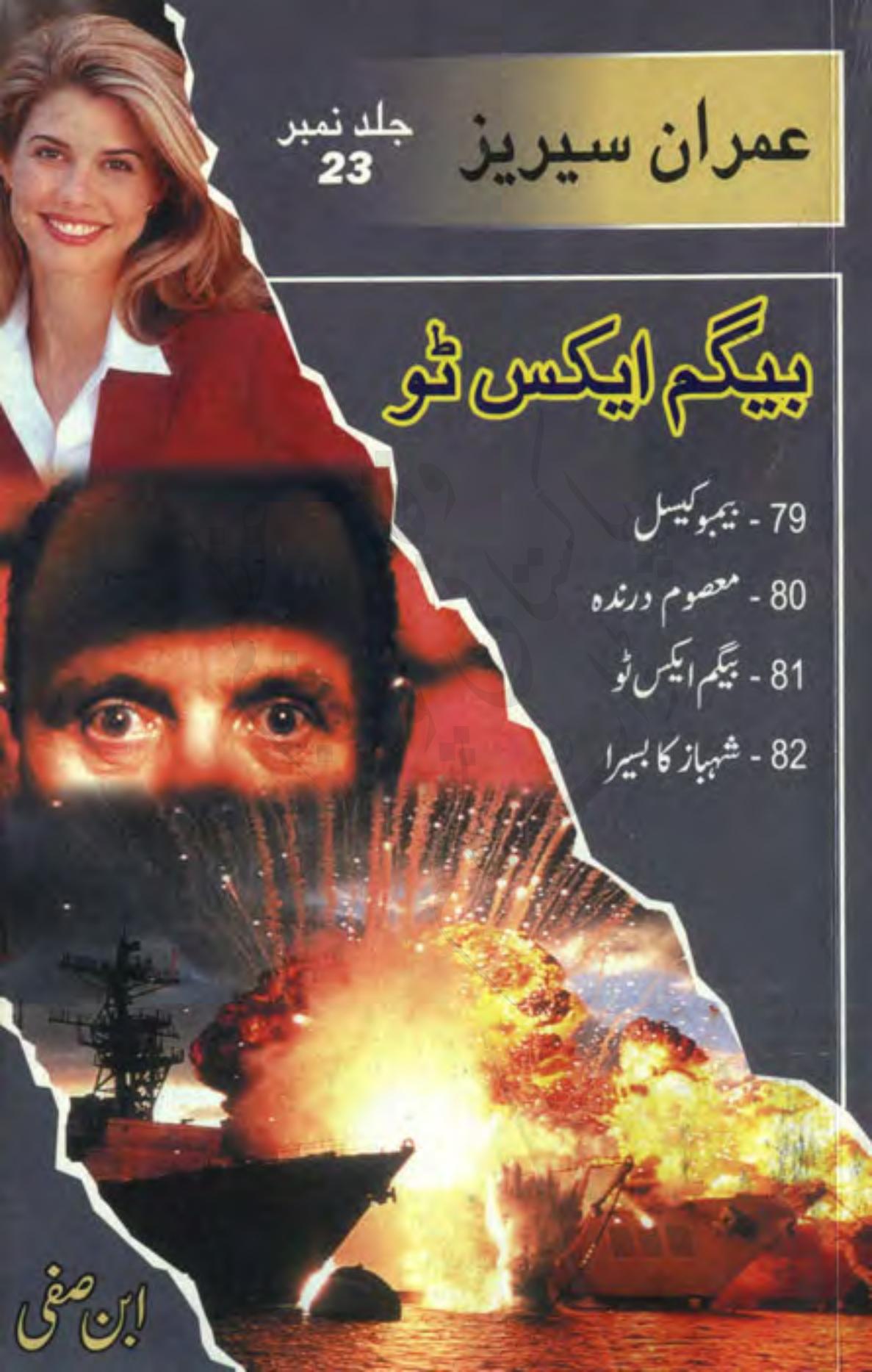
# بیگم ایکس ٹو

79 - نیبو کیسل

80 - معصوم درندہ

81 - بیگم ایکس ٹو

82 - شہباز کا بسرا



ابن صفائی

میرے سلسلے میں پڑھنے والے عجیب ہیں۔ اپنی حالیہ تصویر کتاب کی پشت پر چھاپنی شروع ہی کی تھی کہ چاروں طرف سے شور اٹھا۔ پرانی ہی چلے گی۔ موچھوں والا ابن صفحی نہیں چلے گا۔ وہی پرانی تصویر بدستور چھاپتے رہو۔ اے دوستو، پبلک کے بے حد اصرار پر "ایڈ لاوا" کی پشت پر وہی پرانی تصویر پھر چھاپنی پڑی۔ مطلب یہ کہ میں اپنی کسی حماقت کا خود ذمہ دار نہیں ہوں۔ مجھ سے زبردستی حماقتوں "سر زد" کرائی جاتی ہیں۔

اس بار فلم "دھماکہ" سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے بھی بے شمار خطوط آئے ہیں۔ واضح ہو کہ فلم کے پروڈیوسر مولانا ہبی کے اعلانات کے مطابق "دھماکہ" دسمبر ۱۹۷۲ء کے دوسرے ہفتے میں ریلیز ہو جائے گی۔ آپ اخبارات میں اسی نوع کے اشتہارات بھی دیکھ ہی رہے ہوں گے۔ جی ہاں۔ اس فلم میں نہ صرف ظفر الملک اور جمیسن ہیں بلکہ ہیر و نئن بھی عمران ہی کے سلسلے کی ایک کہانی سے لی گئی ہے۔ اسی ہیر و نئن جو آپ سب کو بے حد جاندار لگی تھی۔ نام نہیں بتاؤں گا۔ بس دیکھ لیجئے گا۔ چلنے اسے بھی فلم ہی کے سپنس میں شامل کر لیجئے۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ جی ہاں!

دھماکہ کی ہیر و نئن بھی عمران ہی کے سلسلے کی ایک کہانی سے لی گئی ہے۔

صفحہ  
ابن صفحی

۱۹ دسمبر ۱۹۷۲

والسلام

## پیشہ رس

"ایڈ لاوا" کی پسندیدگی کا شکر یہ۔ بہترے دوستوں کی فرماش کی بناء پر ایڈ لاوا کی کہانی کے خاتمے کے بعد بھی عمران کو اٹلی ہی میں روکے رکھنا پڑا ہے۔ اسلئے اٹلی ہی میں عمران کی دو منفرد کہانیاں بھی پڑھتے "یہمو کیسل" ایسی ہی کہانی ہے۔ اس کا کسی دوسری کہانی سے تعلق نہیں۔ اسکے بعد "معصوم درمنہ" ملاحظہ فرمائیے گا۔ یہ ڈولما ٹیس کے بر قافی علاقے کی کہانی ہو گی۔ عمران کی ان دو کہانیوں کے بعد فریدی کا ناول پیش کرنے کا راہ ہے۔ اب آئیے اپنے سوالات کی طرف۔

ایک صاحب نے پوچھا ہے کہ آخر آپ کب تک اپنے نام کے ساتھ بی۔ اے لکھواتے رہیں گے۔ اب تو بڑا مسحک خیز لگنے لگا ہے۔ اس سلسلے میں اس کے علاوہ اور کیا عرض کروں کہ میرے زیادہ پڑھنے والے میرا نام بی۔ اے کے دم چھلے کے بغیر دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ نہیں اس پر کسی نقلی ابن صفحی کا دھوکا ہوتا ہے۔ اور تو اور "دھماکہ" کے پروڈیوسر مولانا ہبی نے بھی مجھے اس سلسلے میں نہیں بختا۔ گراموفون کے ریکارڈوں تک پربی۔ اے کا ٹھپہ لگوادیا ہے۔ اشتہارات میں "ابن صفحی" ذرا سا اور بی اے گز بھر کا لکھواتے ہیں۔ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر دوست نے ایک بار کہا تھا کہ اکثریٰ سے ایم۔ اے بھی کرڈ او میں نے کہا کیا فائدہ؟ کہلاوں گا "بی اے" ہی۔ خواہ ڈاکٹریٹ کیوں نہ لے لوں۔ کہنے لگے ٹھیک کہتے ہو۔ "ابن صفحی" ایم۔ اے "پاڈاکٹر ابن صفحی" نقلی ہی معلوم ہو گا۔

عمران انہیں بغور دیکھ رہا تھا۔ دفعٹا انہیں بھی اس کا احساس ہو گیا اور اوہیزہ عمر والے نے اسے گھور کر دیکھا۔ عمران میک اپ میں نہیں تھا۔ اول بیامیں علی عمران کی حیثیت سے داخل ہوا تھا۔ لیکن شلوار سوٹوں کے لئے ناممکن تھا کہ وہ اس کی قومیت کا اندازہ لگ سکتے۔ کیونکہ مغربی طرز کے لباس میں تھا اور سرخ و سفید رنگ اسے نرک یا ایرانی بھی باور کر سکتی تھی۔ عمران کو خاصی دیر گھورتے رہنے کے بعد اس نے نوجوان ساتھی سے کہا۔ ”ارے ان کو کیا کہیں۔۔۔ یہ اپنے سالے ترک اور ایرانی بھی کون سے بڑے اچھے ہوتے ہیں۔“

”سالے تو کسی قوم کے بھی اچھے نہیں ہوتے۔!“ دفعٹا عمران نے انگلی اٹھا کر کہا اور وہ دونوں پوک پڑے۔ عمران مسکرا کر بولا۔ ”مغرب چاٹتے ہیں۔ اپنا اور بہنوں یوں کا وقت ضائع کرتے ہیں۔ بھلا بھک لکن لوگوں نے تمہاری جیسیں کائی ہوں گی۔!“

اوہیزہ آدمی قہقہہ لگا کر ساتھی سے بولا۔ ”ابے یہ تو اپنی ہی طرف کا لگتا ہے۔!“ پھر میز پر باتھ مار کر عمران سے کہا۔ ”آجاؤ۔۔۔ پیارے۔۔۔ تم بھی ساتھ ہمارے۔!“ عمران مسمی صورت بنائے ہوئے اٹھا اور ان کے پاس جا بیٹھا۔۔۔ چہرے پر حماقتوں کے ذوگرے برستے گلے تھے۔!

”کہاں سے آئے ہو۔۔۔؟“ اوہیزہ آدمی نے پوچھا۔ ”بی بی وال سے۔۔۔!“

”بی بی وال۔۔۔!“ وہ اپنے داہنے کاں کی لوکھنپتا ہوا بولا۔ ”یہ کہاں ہے۔۔۔؟“ ”میانوالی کے پاس۔۔۔!“

اس نے پھر قہقہہ لگایا اور بولا۔ ”بڑے حرای معلوم ہوتے ہو۔!“

”اسی ہی کچھ بات ہے۔۔۔ لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ اطلاع جو بڑے گندے اور چوٹیے ہوتے ہیں۔۔۔ ہمیں نہ جانے کیا سمجھتے ہیں۔!“

”کیا سمجھیں گے۔۔۔؟“ وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

”جس کو بھی اپنی قومیت بتاتا ہوں تو سے پوچھتا ہے۔ چرس لائے ہو۔ حشیش تو ہو گی تمہارے پاس۔۔۔؟“

دونوں کے چہرے اتر گئے اور اوہیزہ آدمی نے جھپنی ہوئی ہنسی کیسا تھہ کہہ ”حرای ہیں سالے۔!“

ان چاروں سے پچھا چھڑا کر عمران نے سارڈینیا کی راہ لی تھی۔ پچھا بھی اس طرح جھوٹا تھا کہ جو لیا کو ایک لاسکلی پیغام ملا تھا جس کے مطابق وہ دو ہفتے کی جھٹیاں اپنی مریضی سے گزار سکتے تھے۔ اس کے بعد ڈیوٹی پر وطن واپس آنے کی ہدایت تھی۔

بہر حال اس نے انہیں پورٹو نیو میں جھوڑا تھا اور خود سارڈینیا آپنچا تھا۔ دو ہفتے اپنے ایک پرانے دوست اور آسکفورڈ کے ساتھی کاؤنٹ اولیاری میسیلینو کے ساتھ گزارنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اسے علم تھا کہ وہ دونوں اول بیامیں چیف آف پولیس کی حیثیت سے معین ہے۔ پرانے دوستوں میں کچھ ایسے بھی تھے جن سے اس کی باقاعدہ طور پر خط و کتابت رہتی تھی۔ اولیاری بھی ایسا ہی دوست تھا لیکن عمران نے اسے مطلع نہیں کیا تھا کہ وہ اس کے پاس پہنچ رہا ہے۔ سر پر اتر زدیبا چاہتا تھا۔ اول بیامیں پہنچ کر سیدھا اس کے پاس نہیں چلا گیا تھا بلکہ ساحل کے ایک خوبصورت ریسٹوران میں دوپہر کے کھانے کی نیت سے داخل ہوا تھا۔۔۔ اور یہاں دو عدد شلوار سوٹ دیکھ کر جی خوش ہو گیا۔ اس کے اپنے ملک کے معلوم ہوتے تھے دو قوی ہیکل آدمی جن میں ایک اوہیزہ تھا اور دوسرا نوجوان۔ دونوں تنہی سے گھنگو میں ”بیٹلا“ تھے اور اتنی اوچی آواز میں بول رہے تھے کہ دوسروں کے پہروں پر تاگواری کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔ عمران نے ان کے قریب ہی کی میز سنجال لی۔

اوہیزہ عمر والا نوجوان سے کہہ رہا تھا۔ ”بڑے گندے ہوتے ہیں یہ سالے اطالوی بھی چوٹی اول نمبر کے۔۔۔ اور یونانی بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ لوٹیاں جیسیں کاٹ لیتی ہیں۔!“

جا کرو ہی پہنچتے ہیں جو یہاں پہنچنے پھرتے ہیں!“

”ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے.... لیکن کیا تمہیں علم ہے کہ تمہاری نگرانی ہو رہی ہے محض انہی شلواروں کی وجہ سے!“

وہ اپنی آنکھ دبا کر ہنسا تھا۔ ”گھرے معلوم ہوتے ہو استاد.... ہاں مجھے معلوم ہے تین سادہ لباس والے ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں!“

”اور اب میں بھی ان کی لست پر آگیا ہوں....!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”وہ میرے سوٹ کو لچائی ہوئی نظرؤں سے دیکھ رہے ہیں!“  
”اوہ.... واہ....!“

”میا تمہیں خوش ہوئی!“

”نہیں.... ایسا تو نہیں ہے!“

”لیا صرف تم دونوں ہی ہو....؟“

”تمہیں اس سے کیا سروکار....!“ وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

”دیکھو گوئا.... میں خواہ مخواہ مارا گیا....!“

”کیوں دغل دے بیٹھے تھے ہماری باتوں میں....!“

”عادت نہیں بلاء ہے.... پیداے بھائی....!“

وہ خاموشی سے عمران کو دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”براہوا کہ تم خود ہی مشتبہ ہو گئے!“

”کیا مطلب....؟“

”ہم تمہارے لئے اتنا کرو دیتے کہ تمہیں بچ سیاحت کے مرے آجائے!“

”اب کر دو گا....!“

”فضول ہے.... تمہارے سوٹ کیس نے گڑ بڑ کر دی....!“ اس نے عمران کے پیروں کے قریب رکھے ہوئے سوٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”ہو سکتا ہے یہاں سے اٹھنے سے قبل ہی دھر لئے جاؤ!“

”ارے باپ رے....!“

”ہم نے تمہارے سوٹ کیس کی طرف تو دھیان ہی نہیں دیا تھا!“ وہ اٹھتا ہوا بولا۔ پھر

”بالکل حلالی ہیں.... ہم خود حرامی ہیں!“

”کیوں بکواس کرتا ہے.... اوے!“ ادھیز آدمی کو غصہ آگیا۔

”تم نہ ہو گے....!“ عمران نے شرم کر کہا۔ ”میں تو ہوں!“

نوجوان بنس پڑا تھا.... لیکن ادھیز آدمی سڑا سامنہ بنائے اسے گھوڑے جارہا تھا۔ عمران اٹھا تھا اور پھر اپنی میز پر جا بیٹھا تھا۔ اس کے بعد اس نے محسوس کیا کہ کچھ لوگ خصوصی طور پر اسے توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہے ہیں۔ یہ عقابی آنکھیں رکھنے والے تین اطاalloی تھے۔ عمران نے طویل سانس لی۔ معاملہ اس کی کچھ میں آچکا تھا۔ شاید دونوں شلوار سوٹ زیر نگرانی تھے اور عمران ریسٹوران میں ایک عدد سوٹ کیس سمیت وارد ہوا تھا۔ اس نے پھر ایک لمبی سانس کھینچی اور منہ چلانے لگا۔ جھینگا پلاڑی مناسب رہے گا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی رشیں سلااد بھی مل سکے تو کیا کہنا.... ویسا اس کے قریب آیا تو اس نے سب سے پہلے اسی کے بارے میں پوچھا تھا۔

”نہیں ہی نور.... غیر ملکی کوئی ڈش نہیں ہے!“ اس نے مخذالت طلب کی۔

”اچھا تو.... تم اپنا ہی سلااد لے آو....!“

”بہت بہتر ہی نور....!“

تینوں اطاalloیوں کی نظریں اب بھی عمران کے سوٹ کیس ہی پر تھیں۔ یہ تو بہت براہو۔ وہ سوچنے لگا۔ آئے تھے بغرض تفریح لیکن شاید چین میں سے بیٹھنا نصیب نہ ہو گا۔ ان شلواروں سے خواہ مخواہ الجھ بیٹھا.... اور پھر کوئی ان مردوں سے یہ پوچھنے کہ اس طرح شلوار پہننے کی کیا ضرورت تھی۔ کیوں اپنی قومیت جانتے پھرتے ہو، جس فروشو.... کیا اس لئے کہ بغیر کوئینک کے گاہک مل جائیں۔ دیکھو کیا حشر ہوتا ہے.... تمہارا.... وغذا نوجوان آدمی اپنی میز سے اٹھ کر عمران کے سامنے آبیٹھا۔

”پہلوان کیا براہماں گئے....!“ اس نے عمران سے کہا۔

”میرا نام عمران ہے.... پہلوان میرے تیا بابا تھے۔ گما کے اکھاڑے میں زور کرتے تھے!“

”آدمی دلچسپ معلوم ہوتے ہو....!“

جھے سے زیادہ دلچسپ تم ہو کہ یہاں شلوار پہنے پھرتے ہو!“

”کیوں کیا اپنے نیشنل ڈریس میں رہنا باعث شرم ہو سکتا ہے۔ یہ بھی تو ہمارے ملک میں

”پہلے ہیڈ کوارٹر....!“

”نہیک ہے چلو.... مگر وہ دونوں....!“

”وہ بھی جائیں گے۔!“

اور پھر یہی ہوا تھا۔ وہ تینوں پولیس کی گاڑی میں ٹھونس دیئے گئے تھے اور عمران نے سادہ

پوشوں سے پوچھا تھا ”میں کیپ ریا کس طرح پہنچ سکوں گا؟“

”یہاں سے آرے چینا ہوتے ہوئے پالاؤ جانا۔۔۔ پالاؤ سے فیری کے ذریعے جزیرہ میڈیتے

لینا پہنچ جانا اور وہاں سے کیپ ریا....!“

”شکریہ آفیسر....!“

دونوں شلواریں خاموشی سے گھورے جا رہی تھیں۔ اس سے زیادہ اس کے سوٹ کیس کو گھور رہی تھیں۔ جواب اس کی چھاتی سے چمنا ہوا تھا۔

”ہیڈ کوارٹر میں.... میں صرف کاؤنٹ او لیاری سے ملا پسند کروں گا۔!“ عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا اور سادہ پوش چوک کر اسے گھورنے لگے۔

”اس کے خلاف ہوا تو شاکہ تمہاری ملاز میں خطرے میں پڑ جائیں۔“

”کاؤنٹ ذاتی طور پر بہت بڑے معاملات دیکھتے ہیں۔!“

”میں بھی کوئی معمولی معاملہ نہیں ہوں۔ قطعی پسند نہیں کروں گا کہ اس سے کمتر عہدے کا کوئی آفیسر مجھے اپنا معاملہ بتائے۔!“

”اس کا تفصیل ہیڈ کوارٹر پہنچ کر ہو گا۔!“

”میں نے آگاہ کر دیا تمہیں.... اپنے خسارے کے خود ذمہ دار ہو۔ گے۔!“

شلواروں نے مخفی خیز نظرؤں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا لیکن آواز نہیں نکالی۔

”تمہاری گاڑی میں لا سکی ٹیلی فون موجود ہے....!“ عمران کچھ دیر بعد بولا۔ ”تم اسے آگاہ کر سکتے ہو کہ تم نے ایک ایسے غیر ملکی کو پکڑا ہے جو خود کو الو کاشاگر کہتا ہے اور برادر است اس سے گفتگو کرنے پر مصروف ہے۔!“

”الو کاشاگر....!“ تینوں ہنس پڑے۔

عمران غصیلے لمحے میں بولا۔ ”ابھی مجھ پر کوئی جرم ثابت نہیں ہو سکا ہے اس لئے میرا معنگ

عمران اسے روکتا ہی رہ گیا۔ لیکن وہ اپنی میز پر جای گھا تھا۔ دھنٹا اس کے معمرا ساتھی نے اطالوی میں چینا شروع کر دیا۔ ”تم کیوں گئے تھے اس کے پاس....!“ میں نے غلط تو نہیں کہا تھا کہ ”..... خشیات کا غیر قانونی کاروبار کرنے والا معلوم ہوتا ہے۔!“

عمران نے تیزی سے اپنی کھوپڑی سہلائی تھی اور سوٹ کیس کو قدموں کے پاس سے اٹھا کر سامنے میز پر رکھ لیا تھا۔

”پولیزیا.... پولیزیا....!“ معمراً آدمی دونوں ہاتھ اٹھا کر چینا تھا۔

عمران نے دونوں ہاتھ سوٹ کیس پر رکھ لئے۔

”یہ دیکھو....!“ معمراً آدمی دوسرے گاہوں کو مخاطب کر کے چینا۔ ”اس کے سوٹ میں ضرور کچھ ہے۔ میرے بیٹے سے کہہ رہا تھا کہ سوٹ کیس تم یہاں سے اٹھا کر مجھ سے پہلے نکل جانا.... معقول معاوضہ ادا کروں گا.... شاکہ دے شہہ ہو گیا ہے کہ قانون کے محافظ اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔!“

ستم ڈھا دیا شلواروں نے .... عمران سوچ رہا تھا۔ یہ شلواریں اپنی قوم کی نہیں معلوم ہوتیں۔ شاید اس قوم کی ہوں جو چرس سے زیادہ گاٹجے اور چانڈو کی رسیا ہے۔ بہر حال ان دونوں نے خود اس کی قومیت کا اندازہ بی بی والی.... اور میاں والی کی بکواس سے لگالیا ہوا گا اور اب اپنی کی مقصد برآری پر کر بستہ ہو گئے ہیں۔

اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں سوٹ کیس کو میز پر سے اٹھا کر گود میں رکھ لینے کی کوشش شروع کر دی تھی اور چہرے پر حماقتوں کی تہیں کہیں زیادہ دیزیز ہو گئی تھیں۔ تینوں اطالوی سادہ پوش اپنی میز سے اٹھا کر اس کے قریب آکھرے ہوئے۔ گویا انہوں نے اسے نرخے میں لے لیا تھا۔

”پولیزیا.... اُوں بیا....!“ ان میں سے ایک عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ ”تمہیں ہمارے ساتھ ہیڈ کوارٹر چلانا ہے۔!“

”فضل.... ضرور....!“ لیکن ان دونوں کو بھی لے چلو.... یہ خود فرشتے نہیں ہیں۔!“ عمران نے احتجان انداز میں کہا۔ ”میں ایک بے حد شریف آدمی ہوں۔ یہاں سے اٹھ کر جزیرہ کیپ ریا کی طرف روانہ ہو جاتا کیونکہ گیری بالڈی کے مزار کی زیارت کے لئے ادھر آیا ہوں۔!“

اڑانے کی کوشش تمہارے لئے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔!  
تنیوں یک بیک سنجیدہ نظر آنے لگے۔

پولیس چیف کے حوالے پر دونوں شلواریں کسی قدر سراہمہ نظر آنے لگی تھیں۔ بہر حال انہوں نے لاٹکی فون پر ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کیا تھا اور عمران کے کہے ہوئے الفاظ دہراتے گئے تھے اور فون پر پولیس چیف سے گفتگو کرنے والا بغور عمران کی شکل دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا۔ ”جی ہاں جناب... بالکل درست... جناب یہی حلیہ ہے... بہت بہتر جناب... بہت بہتر!“ اور پھر ریسیور کو ڈلیش بورڈ کے خانے میں رکھتا ہوا وہ عجیب انداز ہے مسکرایا تھا۔ ان کے درمیان آپس میں سرگوشیاں ہوئی تھیں اور عمران کو اسی انداز میں دیکھتے رہے تھے۔ جیسے وہ دنیا کے مشہور عجائب میں سے ہو۔ شلواروں پر نہ جانے کیا گزر رہی تھی۔ دفعتاً عمر آدمی نے عمران سے پوچھا۔

”کیا پولیس چیف تمہیں جانتا ہے...؟“

”ہاں وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ منشیات کی تجارت میرا پیشہ نہیں... میں صرف ایک مثال قاتل ہوں... نہ جانے کتنے قتل کر چکا ہوں۔ لیکن آج تک میرے خلاف کوئی ثبوت مہیا نہیں کیا جاسکا!“

”کہاں سے آئے ہو...؟“

”کہیں سے بھی نہیں... اطالوی ہوں... اس کے باوجود اردو پنجابی اور سندھی روائی سے بول سکتا ہوں!“

”میں یقین نہیں کر سکتا...!“

”ٹونٹی امرانو نام ہے...!“

”تت... تو پھر...!“

”تم نے الزام لگایا تھا... اب جل کر ثابت کرنا... اور میرے سوت کیس میں اچار چنی اور مربے کے نمونے ہیں...!“

”تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا...!“

”مغض اس لئے کہ تم ہم اطالویوں کو گنڈہ اور چور نہ رہے ہے۔!“

”یہ تو بہت برا ہوا...!“ نوجوان نے عمر آدمی سے کہا۔

”اوہ نہہ... ضرور... پتہ نہیں آج کل حوالات میں کھملوں کی افزائش نسل کا کیا انتظام ہے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”بس اب تم خاموش ہی رہو...!“ عمر آدمی غریباً۔

”واہ بھی... اب بھی نہ بولوں...!“

وہ اسے قہر آلوں نظروں سے گھور کر رہا تھا۔

ہیڈ کوارٹر پہنچ کر دونوں شلواریں براؤ راست حوالات کی طرف لے جائی گئی تھیں اور عمران سادہ پوشوں کے ساتھ چیف کے آفس کی جانب چل پڑا تھا۔

”یہ بہت برا ہوا استاد...!“ نوجوان عمر آدمی سے بولا۔

”میں تصور نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اطالوی ہو گا۔!“

”مجھے اس میں شبہ ہے...!“ نوجوان کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”کیوں...؟“

”اطالوی نہیں معلوم ہوتا... ویسے بالکل اطالویوں کے سے انداز میں اطالوی ہوتا ہے۔!“

”کیا اردو بھی اہل زبان کی سی اردو نہیں تھی۔!“

”یقیناً تھی... اسی چیز نے تو شبہے میں بدلنا کیا ہے۔!“

”بہر حال ہم نے جلد بازی سے کام لیا تھا۔!“

”ویسے کیا میں ایک بات پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں ڈرجن استاد...!“

”وس پوچھو بalaکے...!“

”اس بار تم نے شلوار سوت کا چکر کیوں چلایا تھا...؟“

”ضروری نہیں کہ ہر بات بتا دی جائے۔!“ درجن نے تاخوش گوار لبھے میں کہا۔

”آنند سے تم نے کبھی کوئی بات نہیں چھپائی۔“

”یہ آنند کا اندازہ ہے لیکن حقیقت اس کے برخلاف ہو گی۔!“

”میں نہیں سمجھا استاد...!“

”اپنے کام سے کام رکھو... اسی میں ہماری بہتری ہے۔!“

”جسی استاد کی مرضی...!“ آنند طویل سانس لے کر بولا۔

نصف گھنٹے کے بعد عمران بھی اسی طرف آتا دکھائی دیا۔ اس کے آگے پیچھے دو مسلح سپاہی چل رہے تھے۔ عمران کے ایک ہاتھ میں آموں کی نور تن چنی کامر تباہ تھا اور دوسرا سے وہ اپنی پتلون سنجھاتا جا رہا تھا۔ حوالات کا دروازہ کھلا اور اب اسے اندر دھکیل دیا گیا۔

”آگئے تم بھی....!“ عمر آدمی نہیں کربولا۔

”تم لوگوں کی عنایت سے....! اس مرتبان کے علاوہ اور سب کچھ ضبط کر لیا گیا!“

”میا الزام ہے....?“

”اگر تم لوگوں کے ساتھ نہ دیکھا گیا ہوتا تو کوئی بھی الزام نہیں.... میرے خلاف آج تک یہ لوگ ثبوت فراہم نہیں کر سکے!“

”ہم سے تو ابھی تک پوچھ چکھے ہی نہیں ہوئی!“

”ہوگی.... ہوگی.... اب شاکد تم ہی بلوائے جاؤ.... شلوار سوت او نہہ....!“

اور پھر کچھ اس کا بلاوا آگیا تھا.... نوجوان ویس رہ گیا تھا۔ شاکد دونوں سے الگ الگ پوچھ چکھے کی جانے والی تھی۔

اس کے چلے جانے کے بعد عمران کی طرف متوجہ ہوا تھا.... نوجوان اسے پہلے ہی سے گھورتا رہا تھا.... نظر ملتے ہی بولا۔ ”تم اطلاوی نہیں معلوم ہوتے!“

”کیا تم پولیس چیف کو باور کرنے میں کامیاب ہو گئے ہو کہ تم اطلاوی ہو....!“

”اگر اس میں اسے شبہ ہوتا تو باور کرنا پڑتا.... اس قسم کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھا تھا!“

”ہم اٹھائیں گے....!“ نوجوان بولا۔

”اور مجھے توران کا شہزادہ ثابت کر دینا....!“

”تم دیکھنا کہ تمہاری کیسی درگت نہیں ہے....!“

”سوال تو یہ ہے کہ آخر تم دونوں میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو!“

”تم نے ہمیں کیوں چھیڑا تھا!“

”تم ہمیں گندہ اور چوٹیا کیوں کہہ رہے تھے!“

”اس لئے کہ تم ایسے ہی ہو.... اور ہمیں باور نہیں کر سکتے کہ تم اطلاوی ہو!“

”بھک مارتے رہو....!“ عمران نے کہا اور مرتبان سے چنی نکال نکال کر چاٹا رہا۔

15  
شائد نوجوان کے منہ میں پانی آنے لگا تھا۔ اس نے فرش پر تھوک کی پچکاری ماری اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

کچھ دیر بعد عمر آدمی واپس آیا۔ آپ سے باہر ہو رہا تھا۔ عمران کی طرف دیکھ کر دہازر سب تمہاری حرکت ہے....!“

”ک... کیا مطلب....!“ عمران ہکلایا۔

نوجوان آدمی کی باری تھی۔ مسلح سپاہی اسے ساتھ لے گیا۔ ”میا اسی طرح تمہاری قومیت بھی جانچی گئی تھی۔!“ عمر آدمی نے پھاڑ کھانے والے بچہ میں کہا۔

”ک... کس طرح....?“

”خاموش رہو.... میں سب سمجھتا ہوں....!“

”ید میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ اگر اپنا نام عبد القدوس بتاتا ہے تو اس کی یہ پہچان ہو گی۔!“  
”عمر آدمی لال بھجوکا ہو کر اس پر جھپٹ پڑا تھا۔ عمران ایک طرف ہتا ہوا بولا۔“ اگر تم عبد القدوس ہی ہو تو وہ مطمئن ہو گئے ہوں گے۔ تاؤ کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس نے اپنا نام مدار بخش بتایا تھا.... دیکھو اب وہ کیا لکھتا ہے....!“

”سنو خبیث آدمی.... تم آخر سے کیا پڑھا آئے ہو.... وہ کہہ رہا تھا کہ تمہارے پاس پسورد جعلی معلوم ہوتے ہیں۔ تم اس ملک کے نہیں ہو جس کے پاس پسورد پر آئے ہو!“  
”نام بتاؤ گے عبد القدوس.... اور....!“

”خاموش رہو.... ہمارے نام ضرور غلط ہیں لیکن ہم اسی ملک کے باشندے ہیں جن کے پاس پسورد پر آئے ہیں۔!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... اچھا پناہی نام بتاؤ....!“

”درجن ڈیوڈ پال....!“

”اور مدار بخش کا....?“

”برکت مسح....!“

”تو یہ بات ہے.... میرے ہی ملک سے تعلق رکھنے والے سیاسی ہو.... لیکن پھر نام

عمران کی آنکھیں جرت سے پھیل گئیں.... قومی خدمت کی نئی مثال تھی۔ اتنے میں نوجوان بھی واپس آگیا.... وہ بھی غصے سے لال بھسوکا ہوا تھا۔

”حد ہو گئی.... ایسا تو بھی نہیں ہوا....!“ اس نے عمر آدمی کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

”سب اس کی ہیطیت تھی۔ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ ہماری قومیت وہ نہیں ہے جو پاسپورٹ میں درج ہے.... اور ہمارے پاسپورٹ بعلی میں!“

”کیوں بے....؟“ وہ آنکھیں نکال کر دیا۔

عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو اشیائی جگہ دی اور وہ پاگلوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑا۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ پہلے ہی ہلے میں پت سے فرش پر آپڑا ہوا۔ عمران چنی کے مرتبان سمیت دور کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس کا عمر ساتھی بھی گھونسہ تان کر عمران کی طرف بڑھا تھا۔ لیکن نحیک اسی وقت دو مسلح گارڈ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تھے۔ انہوں نے رائفلوں کے کندے مار کر دونوں کو عمران کے پاس سے ہٹا دیا اور اسے اپنے ساتھ لئے جوالات سے باہر آگئے۔ دونوں چیخ چیخ کر اسے گالیاں دے رہے تھے۔

”چیف آپ کے منتظر ہیں.... جناب....!“ ایک گارڈ نے بڑے ادب سے کہا۔ عمران اسے چنی کا مرتبان تھما کر اوپری کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ کاؤنٹ اوپری میسیلینج اٹلی کے ایک قدیم معزز گھرانے کا فرد تھا۔ آسکورڈ میں عمران کا کلاس فیلڈر چکا تھا اور غالباً اس کی رگ رگ سے واقف تھا۔

”شاید تم تفریح کی غرض سے آئے تھے۔!“ اس نے عمران کو گھوڑتے ہوئے کہا۔ لیکن حادثات میرا چیچھا نہیں چھوڑتے.... وہ دونوں میرے ہی ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ کہ تھیں ہیں.... میرا خیال غلط تھا.... وہ یہاں قومی خدمت انجام دیتے ہیں!“

”میں نہیں سمجھا....!“

”پڑو سی ملک کا گانجہ ہماری چرس کو شکست دینا چاہتا ہے۔!“

”کھل کر کہو.... بات اب بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔!“

”گانجہ.... چرس سے بھی ستانش ہے.... لیکن اس سے کہیں زیادہ جاہ کن.... وہ ہمارے پڑو سی ملک سے یہاں پہنچتا ہے۔!“

بدلنے کی کیا ضرورت کیوں پیش آئی تھی....!“

”آہ.... ابھی تو تم اطاولوی تھے۔ اتنی جلدی قومیت کیسے بدلتی....!“

عمران نے مرتبان سے چنی نکال کر زبان پر رکھی اور آہستہ آہستہ منہ چلانے لگا۔

”میری بات کا جواب دو....!“

”اگر تم لوگ مجھے آکو بنانے کی کوشش نہ کرتے تو اس جھاں میں کبھی نہ پڑتے۔!“

”اب ہو گا کیا....?“

”تینوں کم از کم ایک ایک سال کی کاٹیں گے۔!“

”اچھا تو پھر....!“

”ہاں.... ہاں.... میں بھی.... میں زیادہ تر سرکاری ہی اخراجات پر گزارہ کرتا ہوں۔“

بادشاہت ہے اپنی تو....!“

”میا نکلا تھاہرے سوت کیس سے....?“

”اچار چنی مرے.... چنی کا ایک مرتبان تھما کر یقینہ خود ہتھیار لئے سالوں نے۔!“

”یہ تو کوئی جرم نہ ہو۔!“

”چرس کے ایسنس کی ایک شیشی خود انہوں نے میرے سوت کیس میں ڈال دی تھی۔!“

”اچھا تو یوں پھنس گئے....!“ عمر آدمی نے تھہرہ لے گیا۔

”سوال تو یہ ہے کہ آخر تم دونوں نے مجھے کیوں الجھانے کی کوشش کی تھی۔!“

”اپنی طرف سے ان تینوں کی توجہ ہٹا کر کام کرنا چاہتے تھے۔!“

”خواہ میری گردن ہی کیوں نہ کٹ جاتی۔!“

”قومی خدمت کے لئے قربانی دینی پڑتی ہے۔!“

”ہائی.... ہائی.... یہ تم اتنی رومنی سے کیا بول گئے....!“

”شلوار سوت پین کر اسی لئے تو گھوم رہے تھے کہ اپنی طرف کا کوئی پھنس جائے۔!“

”خدا کے بندے وہ قومی خدمت والی بات....!“

”پڑو سی ملک سے گانجہ اور ملک آرہی ہے.... ہماڑی چرس کو ناکام بنا دینے کی کوشش کے جارہی ہے۔ اس کے لئے کام کرنا ہے ہمیں۔!“

”سوال یہ ہے کہ آخر تم لوگ ہمارے پیچھے کیوں پڑے گئے ہو....!“

”ہم ساری دنیا کی بھلائی کے بارے میں سوچتے ہیں۔ یہ کیا بات ہوئی کہ کاؤنٹ میسیلو خود تو اعلیٰ قسم کی شراب سے دل بہلانے لیکن بے چارے اونٹو ماہی گیر سے چرچس پینے کا بھی حق چھین لینا چاہتا ہے۔ اس لئے ہم ان غریبوں کے لئے چرچس پہنچاتے ہیں اور ہمارا پڑوسی ملک گانجہ پہنچاتا ہے۔ گانجہ چرچس سے ستا ہونے کی بنا پر اپنی کھپت یہاں بڑھانے لگا ہے۔ اس لئے چرچس کے لئے مجھے فکر یہ۔ اگر تم چاہو تو ان دونوں کو گانجہ کے سلسلے میں انفارمر بھی بنائے ہو۔!“

”میں چرچس اور گانجہ دونوں کو جنم رسید کر دوں گا۔!“

”نہ..... نہ..... نہ..... اس سلسلے پر سنجیدگی سے نور کرو۔... اگر تم چاہتے کہ تمہاری اعلیٰ قسم کی شرایبیں محفوظ رہیں تو عوام کو گانجہ اور چرچس ہی میں الجھار بنتے دو۔!“

”اب سیاست بھارو گے....!“ اویاری میز پر ہاتھ مار کر بولا۔

”ساری دنیا میں شراب اور چرچس کے درمیان کش کمش پائی جاتی ہے۔ اگر چرچس کو فتح نصیب ہو گئی تو تم سب ڈوب جاؤ گے۔!“

”میں اپنے علاقے میں نشیات کا غیر قانونی کاروبار ہرگز نہ ہونے دوں گا۔!“

”تمہاری مرضی! میں نے تو تمہیں ڈھنک کی بات بتائی ہے۔ انہیں چرچس اور گانجہ میں ڈوبا رہنے دو۔... ورنہ ان کی صحت مندی ایسا بھی انقلاب لائے گی کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہ وبا سرما یہ دارکمپ کی پھیلائی ہوتی ہے۔ اس کے ہاتھ مضبوط کرو۔...!“

”دماغ مت چاؤ میرا۔... بہت اچھا ہوا کہ تم آگئے۔... اس سلسلے میں تمہیں میری مدد کرنی پڑے گی۔!“

”ان دونوں کو انفارمر بناؤ۔... پہلے گانجہ کا قلع قمع کرو۔... بعد میں چرچس کی گردان بھی اڑاؤ یہاں۔!“

”تم ٹھیک کہتے ہو۔... مجھے یہی کرنا چاہئے۔!“

”عمران نے اسے اپنی ان دونوں سے گفتگو کی تفصیل بتا کر کہا۔“ وہ تمہارے آدمیوں سے یچھا چھڑا کر گانجہ فروشوں کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے۔ اسی لئے مجھے الجھانے کی کوشش کی تھی۔!“

”کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔...!“ اویاری کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”اچھا میں تو چلا گیری بالذہری کے مزار پر حاضری دینے۔...!“

”بیٹھ جاؤ۔... اتنے دنوں بعد ملے ہو۔... ابھی نہیں جاسکتے۔... میری بیوی تم سے مل کر بے حد خوش ہو گی۔... اس سے اکثر تمہارے تذکرے رہے۔!“

”یہ اچار چنی اور مر بے اسی کے لئے تولایا تھا۔...!“

”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ ان کی شو قین ہے۔...!“

”پروفومونے لکھا تھا۔...!“

”اچھا وہ بد معاشر۔... اس سے بھی بہت دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی۔ آج کل سلسلی میں ہے شائد۔...!“

”اس کا موگ پھلی کے تیل کا کارخانہ اچھا جلن رہا ہے۔!“

”میں تم سے پہلے کہتا تھا کہ تجارت کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتے گا۔ ارے ہاں تم کیا کر رہے ہو۔...!“

”مجھے کیا پڑی ہے کہ کچھ کروں۔... ابھی میرا باپ زندہ ہے۔... خوب کہتا ہے میرے عیش کے لئے۔...!“

”یہ کیا بکواس ہے۔...!“

”ہماری طرف باپوں کی زندگی میں اگر سنپے ہاتھ پیر ہلاکیں تو باپ نہ امان جاتے ہیں۔!“

”مت بکواس کرو۔...!“

”خط لکھ کر پوچھ لو میرے باپ سے۔...!“

”وہاں بھی ڈاٹریکٹر جزل میں اٹھیل جنس یورو کے۔...؟“ اویاری نے پوچھا۔

”اور مرتے دم تک رہیں گے۔... ابھی ان کی عمر ہی کیا ہے۔...!“

”تم جیسے تھے اب بھی ویسے ہی ہو۔... شادی وادی بھی کیا نہیں۔...!“

”کون شادی کرے گی ایسے سے جس کا باپ ابھی زندہ ہو۔...!“ عمران بولا۔

”چلو اٹھو۔... گھر چلتے ہیں۔... تمہیں میرے ساتھ ہی قیام کرنا پڑے گا۔ اگر کسی ہو مل میں نہیں۔ تو ہھکڑیاں ڈلا کر بلاؤں گا۔!“

”ان دونوں کا کیا ہو گا۔...؟“

”فی الحال بند رہنے دو۔... تمہارے مشورے کے مطابق انہیں انفارمر ہی بناوں گا۔!“

”ٹھیک ہے.... چلو....!



اولیویا ایک ہنسنے بھانے والی گزیا سی عورت تھی۔ عمران سے مل کر بے حد محظوظ ہوئی اور اپنے شوہر کی طرف دیکھ کر بولی۔ ”یہ بالکل دیسے ہی یہ جیسا نقش تم نے کھینچا تھا!“

”صورت پر نہ جانا۔۔۔ بے حد خطرناک آدمی ہے۔۔۔ لندن میں مکار نس کا گروہ اسی نے توڑا تھا ورنہ سکاث لینڈ یاڑا والوں کو دانتوں پینے آگئے تھے!“

”یقین نہیں آتا....!“

”انواہ ہے ستر.... یہ تمہارا اولیاری اول درجے کا جھونا ہے....!“

”کیوں....؟“ وہ اولیاری کی طرف مڑی۔

”اس کی باتوں میں نہ آتا.... اسکا باب اپنے ملک میں انگلی جن بیور و کاڈا ریکٹر جزل ہے۔!“

”اوہ.... اور تمہاری شکل ایسی ہے....!“ وہ عمران کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر ہنسی تھی اور عمران بھی احتفانہ انداز میں نہ پڑا تھا۔

”انہیں مونیکا سے ضرور ملوانا.... دونوں بہت محظوظ ہوں گے۔!“ اولیویا بولی۔

”اب تو ہاتھ آیا ہے.... بس تم دیکھنا کیسی درگت بناتا ہوں....!“ اولیاری نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔

”مری فل گاڑ....!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

”مونیکا کو رات کے کھانے پر بلواد....!“ اولیاری نے بیوی سے کہا۔ پہلے مریانو میں رقص کریں گے پھر واپس آکر کھانا کھائیں گے۔!“

”رر.... رقص کرو گے....!“ عمران ہکلایا۔

”کیوں.... تم کیا نہیں کرتے....?“

”سب بھول بھال گیا....!“

”ہم یاد دلائیں گے.... تم مونیکا کو پسند کرو گے....!“ اولیویا بولی۔

”دیکھو....! کاؤٹش اولیویا اولیاری میسیلو وغیرہ وغیرہ میں ایک تھا آدمی ہوں۔ سوسائٹی میں بہت کم مدد کرتا ہوں۔ کہیں لوگ مجھے الونہ سمجھ بیھیں....!“

”جب ہم دونوں ہی سمجھ رہے ہیں تو دوسروں پر ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔!“ اولیاری چکنے لی۔

ادھر کاؤٹش رومنش میں اپنی بیوی سے بولا۔ ”تم دیکھا کہ کسی خاص دھن پر ناچھتے ناچھتے اپنے موشن ایجاد کر بیٹھے گا اور دوسرے نے تاچنا بھول جائیں گے۔!“

”اچھا....!“ کاؤٹش کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”اور پیارے کاؤٹش مجھے رومنش بھی آتی ہے....!“ عمران نے مسکی صورت بنانے کا کہا۔

”تم نے دیکھا...!“ اولیاری نے دونوں ہاتھ اٹھا کر قبھر لگای۔ ”میں تمہیں بھی دکھانا چاہتا تھا!“

”واقعی مانقی ہوں....!“ وہ عمران کو شرات آمیز نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔ ”مونیکا بھی کیا یاد کرے گی۔!“

”بس تم اسے فون کر دو.... آج بھی تفریح ہو گی....!“ اولیاری عمران کے شانے پر ہاتھ مار کر بولی۔ ”تمہاری عبادت کا وقت تو نہیں ہوا....!“

”صح سورج نکلنے سے قبل....!“

اور پھر اولیاری اپنی بیوی کو اس کی عبادت کے بارے میں بتانے لگا تھا۔!

”اچھا وقت کئے گا....!“ وہ ہنس پڑی۔

عمران الوؤں کی طرح اس بیٹھا تھا۔

”پھر اولیویا وہاں سے چل گئی تھی اور اولیاری سنجیدگی اختیار کر کے عمران کو بغور دیکھتا رہا تھا۔ پھر وہ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”قدرت مجھ پر ہماریاں معلوم ہوتی ہے کہ تم اس طرح اچانک یہاں پہنچ گئے۔!“

”اوہ.... تو کیا کسی دشواری میں ہو....!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”یہی بات ہے پیارے.... اور میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔!“

”میں نہیں سمجھا....!“

”سارڈینیا میں نشیات کی تاجراز تجارت کی پشت پر ایک طاقت ور سنیٹر ہے۔ اتنا طاقت وار ہے کہ پریسٹنٹ کو بھی اس کا خیال رکھنا پڑتا ہے اور مجھے جیسے خاندانی آدمی کو اس قصاب تادے کا احترام کرتا پڑتا ہے۔ خیر اس کی تو کوئی بات نہیں کل ہمارا زمانہ تھا آج اس کا زمانہ ہے۔ لیکن

”مٹی پلید کر دی تم نے میری.... غالباً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں اس گروہ کے سر غنہ کی  
مشیت سے تمہارے قصاص زادے سے نکلا جاؤں....!“

”چلو خود مجھے یہ محکمہ خیز تجویز پیش نہیں کرنی پڑی۔ تم خود ہی مجھے گئے!“

”تم چاہتے ہو کہ تم محض تماشائی بنے رہو اور اس قصاص زادے کا صفائیا ہو جائے!“

”تم میرے خیالات پڑھ رہے ہو عمران....!“

”قاتل بنا چاہتے ہو مجھے....!“

”انسانیت کے مفاد میں مکار نہیں کس کے ہاتھوں فتاہ احتا...!“

”ہوں.... اوں.... خیر سوچیں گے....!“

”ابتداء اس کے چھوٹے موتے اڈے سے کرو.... اور پھر اس جگہ تک جا پہنچو جہاں مشیات  
کا ذخیرہ کیا جاتا ہے!“

”کیا تم اس جگہ کی نشاندہی کر سکو گے....!“

”کیوں نہیں.... لیکن اس کی جرأت نہ کر سکوں گا کہ اس قصاص زادے کی طرف انگلی بھی  
اٹھ سکوں.... کیونکہ اس کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اس کی موت کے بعد  
سارو ڈینیا کی پولیس عوام کو اس کی کہانی ضرور سنائے گی!“

”غالباً خاصے ہنگاموں کے بعد اس کی موت چاہتے ہو....!“

”بالکل تبی بات ہے.... تم تواب زیادہ رواں ہو گئے ہو....!“

”ذکر ہوئیئے.... معاملہ خطرناک ہے.... ذرا سوچ کر.... سمجھ کر....!“

”میں اوں نہیں ہوں سمجھے....!“ اویاری آنکھیں نکال کر بولا۔ ”تمہارے وہ دونوں آدمی  
اک کافیلہ نہیں کر سکے تھے کہ ان کا تعاقب پولیس کر رہی ہے یا شیش قصاصزادہ کے آدمی۔ لہذا  
انہوں نے ویا بالاں پہنچا شروع کر دیا ہے تمہارے یہاں کے سیاہ لیڈر عام طور پر پہنچتے ہیں!“

”میں سمجھ رہا ہوں.... کہتے چلو....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ تعاقب کرنے والے حقیقاً کون ہیں۔ اسی لئے تم سے الحجہ  
تھی.... اور انہوں نے معلوم کر لیا....!“

”تو تم نے سب کچھ اگلوں الیاں سے....!“

”میں اسے پسند نہیں کرتا کہ قانون بنانے والے خود ہی قانون تنقی کے مرکب ہوں۔!“

”تو پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو....!“

”چرس فروشی....!“

”گھاس تو نہیں کھائے....!“

”میری ایک اسکیم ہے.... اس طرح سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہیں نوٹے گی۔!“

”کیا اسکیم ہے....!“

”ابھی نہیں بتاؤں گا.... دو تین دن عیش کرو اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ تمہارے ملک  
کے دونوں اسمگلری اس خوش فہمی میں جلتا ہیں کہ ان کا سابقہ تمہارے پڑوںی ملک کے اسمگلروں  
سے ہے۔ ایسا نہیں ہے پیداے! کاغنجے اور چاند کی سر پرستی وہی سینیز کر رہا ہے۔!“

”اے دونوں جہنم میں جائیں....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے اپنی  
چرس سے دلچسپی ہے....!“

”کاؤنٹ میسلیو.... پلیز....!“

”سنو جنہیں پیٹ بھر روٹی نصیب نہیں وہ سنتے نشوں سے اپنی قبریں کھو رہے ہیں۔ اس  
قصاص زادے کو صرف اس سے دلچسپی ہے کہ سو نیٹر لینڈ کے میک اسکی کمائی سے بھرتے رہیں۔!  
”واقعی قصاص زادہ ہے....!“

”یقین کرو.... اس کی تبی ذہنیت روزانہ سیکڑوں کو قبر میں پہنچا رہی ہے۔!“ پندرہ سو لے  
سال کے بچے بھی سنتے نشوں کے عادی ہوتے جا رہے ہیں۔ دن بھر میں چتنا کماتے ہیں۔ اس کا  
بیشتر حصہ مشیات پر صرف کر دیتے ہیں اور خشک روٹی کے نکڑے پانی میں بھگو بھگو کر حلق سے  
اتارتے رہتے ہیں۔!  
”برا بھی انک انتقام لیا ہے مشرق نے مغرب سے....!“

”از آئے کمینی پر.... اے اویاری کا دل پوری انسانیت کے لئے رکھتا ہے....!“

”تب تو کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا....!“

”سوچو کہ کیا کر سکتے ہو.... تمہارے ملک کے اسمگلری کو رہا کر دوں گا.... معلوم کرو کہ ان  
کے ساتھ اور کتنے آدمی ہیں۔ ایک گروہ ترتیب دو.... اور.... اور....!“

”قطعی نہیں.... میں نے اس موضوع پر فتنگوی نہیں کی۔ میرا اپنا اندازہ ہے۔“

”درست ہی معلوم ہوتا ہے....!“ عمران نے پر تشویش لجھ میں کہا۔

”اب تک ان کے کی آدمی مارے جا چکے ہیں.... اور وہ یہی سمجھتے ہیں کہ تمہارے پڑو کی ملک کے اسمگلان کے دشمن ہو گئے ہیں۔ اسی لئے ان میں اتنا جوش و خروش پایا جاتا ہے۔!“

”ہاں.... ہاں میں سمجھ رہا ہوں....!“

”اب غالباً تمہیں راہ عمل متعین کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی۔!“

”تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے....!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”میں نہیں سمجھا....!“

”کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے آفس میں سنیٹر کے آدمی نہ ہوں گے۔!“

”میں ان سے اچھی طرح واقف ہوں.... اور محظاٹ رہتا ہوں۔!“

”گلڈ....!“

اویلاری خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ عمران کسی گہری سوچ میں ڈوبتا ہوا تھا۔



موینیکا جھکی تاپ کی ایک خوبصورت لڑکی ثابت ہوئی۔ عمران ہی کے مشورے پر اس کا تعارف شمال کے ایک خانہ بدوسٹ شکاری کی حیثیت سے کرایا گیا تھا اور وہ براسامنہ بنا کر بولی تھی۔ ”مجھے ایسے خانہ بدوسٹ پسند نہیں جو اتنے مہذب ہو گئے ہوں۔!“ اس ریمارک پر عمران نے احتمانہ انداز میں دانت نکال دیئے تھے۔ کچھ بولا نہیں تھا۔

”اس کے باپ نے اسے آسکفورڈ میں تعلیم دلوائی تھی۔!“ اویلاری بولا۔ ”میرا کلاس فیلو تھا۔!“

”اب بھی شکار کھیلتے ہو....!“ موینیکا نے پوچھا۔

”یکوں نہیں.... اسی پر برا وقت ہے اور یقین کرو کہ کاؤنٹ اویلاری سے زیادہ کہتا ہوں۔!“

”ذررا اپنی مادری زبان تو سناؤ....!“

”ماں ہوتی تو ضرور سناتا۔.... دوسری خواتین کے سامنے مادری بولتے ہوئے شرم آتی ہے۔!“

”تم جھوٹے ہو.... اویلاری.... یہ شمال کا خانہ بدوسٹ نہیں ہے۔ تم مجھے یہ تو قوف بنانے کی۔“

”شش کر رہے ہو۔ یہ بے چارہ تو کسی بے حد شاکست پادری کی اولاد معلوم ہوتا ہے۔!“

”دفعتہ عمران نے روانش میں ہوئی جھیکے دار اطالوی بولی شروع کر دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”مجھے غصہ نہ دلا لڑکی ورنہ تیری ماں قبر میں روئے گی۔ میری راکفل سونے کی گولیاں نہیں اگلتی۔“

”غید بھیڑیوں کے جھنڈ کی قسم.... میں بہت نہ اآدمی ہوں۔!“ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں، تھیں اور دہانہ کسی وحشی ذرندے کے دہانے سے مثابہ نظر آنے لگا تھا۔

”دونوں سورتیں کانپ کر رہ گئی تھیں اور اویلاری کے چہرے پر بھی ہوا یاں اڑانے لگی تھیں اور پھر اس نے سنجالا لیا تھا۔ عمران کا بازو پکڑا اور اسے دوسرا کمرے میں لے آیا اور اب اس کے چہرے پر نظر پڑی تو پھر وہی پہلی سی حادثت کا سامن طاری تھا۔

”مکارا عظم....!“ اویلاری اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

”پھر کیا کرتا.... کس طرح یقین دلاتا کہ میں سردار نو گوفوناتا کا بینا ایک بنا دوسرا سردار بو گوفوناتا ہوں۔!“

”اڑے نام بھی رکھ لیا تھی جلدی....!“

”اہبھی ٹھوڑا ہی پیدا ہوا ہوں....!“

”سوال تو یہ ہے کہ اب سورتوں کا موز کیسے ٹھیک ہو گا۔!“

”خود ہی ٹھیک کرو جا کر....!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ ”یہ موینیکا بہت عقل مند معلوم ہوتی ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا....!“

”آخر تمہارے بیان کی تصدیق کرنے پر کیوں تل گئی تھی۔!“

”جھکی ہے....!“

”میں نہیں سمجھتا....!“

”اڑے ابھی دس پندرہ منٹ پہلے تو تم ملے ہوا سے....!“

”دوسرا سال سے جانتا ہوں.... اسی سورتوں کو....!“

”کہنا کیا چاہتے ہو....؟“

”میرا خیال ہے کہ قصاب زادے نے تمہاری زندگی کا کوئی خانہ خالی نہیں چھوڑا ہے۔!“

”یعنی کہ.... یعنی کہ....!“

”کب سے جان پہچان ہے اس لڑکی سے....!“

”شاید پچھلے سال کی بات ہے....!“

”اور تم یہاں کب سے متعین ہو....!“

”ڈیزئن سال سے...!“ اولیاری اسکی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”مجھے زیادہ بھجن میں نہ ڈالو...!“

”پہلے تم سے مل تھی یا اولیویا سے....?“

”اولیویا سے....!“

”بے حد چالاک معلوم ہوتی ہے.... ورنہ براہ راست تمی سے مل بیٹھنے میں کیا تباہت تھی۔ اب بھی خاصے چھوٹے لگتے ہو....!“

”میرا مودہ بھی چوبٹ کر دیا تم نے....!“

”اب سمجھا....!“

”میا سمجھے....؟“ اولیاری پھاٹ کھانے والے بجھ میں بولا۔

”تھی کہ تم دونوں اس سے اس حد تک بے تکلف ہو گئے ہو کہ اپنی آنٹیں بھی نکال کر اس کے سامنے ڈھیر کر دیتے ہو....!“

اولیاری نے اپنا نچلا ہونٹ دبایا تھا.... اور اس کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں۔

”میں تو ہمیشہ محتاط رہا ہوں....!“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”لیکن اولیویا کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔!“

”اولیویا کو علم ہے قصاب زادے کے تھے کا کیوں....؟“ عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ظاہر ہے.... بھلا اپنی بھجن اور کے بتاؤں گا....!“

عمران نے طویل سانس لی اور دروازے کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ”بہر حال اب اولیویا کو سمجھا دو کہ میری خانہ بدوشی والی حیثیت برقرار رہنی چاہئے۔ یہاں سہ، وہ بھی باتوں کی روشنیں اصلیت انگل بیٹھے۔!“

”خداوند اے.... کہیں اس نے اتنی دیر میں انگل ہی نہ دیا ہو۔ بھض مونیکا کو مطمئن کرنے کے لئے تمہاری اصلیت بتا دی ہو۔ اسے یہ بادر کرانے کے لئے کہ وہ صرف نماق تھا۔!“

”جادو دیکھو.... تم دونوں ہی بہت عقل مند ہو....!“

اولیاری چلا گیا تھا۔ عمران صوفے پر خیم دراز ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اولیاری واپس آیا اور بولا۔ ”نہیں اولیویا نے تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا۔!“

”شکر ہے.... اب چلو میں نارمل ہوں.... اس سے معافی مانگ لوں گا۔!“

”بھی مناسب معلوم ہوتا ہے....!“ اولیاری جلدی سے بولا۔

عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنمیں دی اور سنگ روم میں واپس آگیا۔ ”سینوریٹا۔!“ اس نے مونیکا کے سامنے کسی قدر خم ہو کر کہا۔ ”بھی بھی میری رگوں میں ان قدیم چروں ہوں کا ہو چیختے لگتا ہے جنہوں نے جنیو ابسا یا تھا۔ وہ شماں ہی سے آئے تھے۔!“

”تم ایک حیرت انگیز آدمی ثابت ہوئے ہو۔!“ وہ نہ کر بولی۔ ”تم سے مل کر خوشی ہوئی۔ مجھے ایسے ہی لوگ پسند ہیں جو بیک وقت درندے بھی ہوں اور مہذب بھی۔!“

”شکر یہ.... میں تو سمجھا تھا کہ آپ مجھے بھی معاف نہ کریں گی۔!“

”مونیکا بڑی فراخ دل ہے....!“ اولیویا جلدی سے بول پڑی۔

”سوال تو یہ ہے کہ ہم یہاں کیوں جھک مار رہے ہیں۔ مرسیانو کی کیا رہی۔....؟“ اولیاری نے کہا۔

”ضرور.... ضرور.... چلو اٹھو....!“ مونیکا نے اولیویا کو مخاطب کیا تھا۔

مرسیانو کا رکیرکی بیشن ہال ہلکی مو سیقی کے سیالب میں بہا جا رہا تھا۔ سلو موشن والا رقص جاری تھا۔ اولیویا اور مونیکا لاوچنگ میں جائیٹھی تھیں۔ اولیاری نے عمران کو الگ لے جا کر کہا۔ ”اولیویا سے رقص کی درخواست نہ کرنا۔....!“

”کیوں؟ کیا میرے جسم پر کانے اگ آئے ہیں۔!“

”یہ بات نہیں.... مونیکا کو لے جاؤ.... اچھا اثر پڑے گا.... اور مجھے اولیویا سے گفتگو کرنے کا موقع بھی مل جائے گا۔ دراصل تمہارے نیال دلانے سے مجھے کچھ بے چینی کی نہ ہو گئی ہے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مونیکا اس سے اب تک علیحدگی میں کس قسم کی باتیں کرتی رہی ہے۔!“

”ٹھیک ہے.... میں سمجھ گیا۔....!“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔

پھر اس نے مونیکا سے رقص کی درخواست کی تھی۔ جو فوراً قبول کر لی گئی وہ رقصوں کی

بھیڑ میں آملے۔ کچھ دیر خاموش رہ کر مونیکا بولی۔ ”زندگی میں پہلی بار مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ کوئی مرد میرا ہم رقص ہے۔“

”پہلے تم نے اس طرف توجہ نہ دی ہو گی...!“ عمران بولا۔

”یہ بھی نحیک ہے....!“ وہ سراخا کر کر اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ عمران نے آنکھیں بند کر لیں۔

”کیوں....کیوں....؟“ وہ اس کا شانہ دبا کر بولی۔ ”کہیں مجھے لے کر گرنہ پڑتا۔!“

”مجھے بھی تم سو فصد عورت لگ رہی ہو۔!“

”تو آنکھیں کھولوتا۔... تمہاری آنکھیں بہت خوبصورت ہیں اور عام حالات میں تم معصوم اور سادہ لوح لگتے ہو۔!“

”شکریہ.... تمہارے جسم کی آنچ مجھے پکھلانے دے رہی ہے۔!“

”چلو کچھ دیر کے لئے کسی ریفریگریٹر میں رکھ دوں....!“ وہ ترے بولی اور عمران نہ پڑا۔

”بے حد ذہین اور حاضر جواب بھی ہو....!“

”مجھے اپنے بارے میں بتاؤ....!“

”اپنے بارے میں کیا بتاؤں.... میری زندگی میں رائفل اور سفید بھیڑیوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں بر ف پوش چنانوں پر ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہوں۔!“

”کتنے بچے ہیں....?“

”میں خود ہی ابھی بچہ ہوں۔ شادی کہاں ہوئی ہے ابھی۔!“

”کیوں نہیں کی ابھی تک شادی۔....!“

”بڑھاپے میں کروں گا.... جب ہاتھ پیر تھیں گے.... کسی ایسی بوڑھی بیوہ سے کروں گا جس کے کم از کم تین حصہ جوان بیٹے بھی ہوں اور میرے لئے شکار کر کے لاسکیں۔!“

”بہت چالاک ہو.... لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے اور اس حد تک مہذب ہو جانے کے باوجود بھی تم اپنی رولیات سے اس طرح پچھے رہو....!“

”کوئی دوسرا اپیشہ اتنا منفعت بخش نہیں ہے۔!“

”بہترے پیشے ہیں جو منفعت بخش بھی ہیں اور تمہاری دلاوری کو بھی زنگ نہیں لگنے دیں گے۔!“

”مجھے تو ایک بھی ایسا اپیشہ نہیں نظر آیا۔... تعلیم حاصل کرنے کے بعد قلم دوات سنجاہاں اور کسی گوشنے میں بیٹھ رہو۔ پڑھنیں کیوں میرے باپ نے مجھے اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی۔!“

”تم نے پوچھا نہیں...!“

”کس میں جرأت ہے کہ اس کے سامنے زبان کھول سکے۔ بے حد خونخوار آدمی ہے۔ تم براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتیں۔!“

”شاید کچھ دیر قبل اس کی ملکی سی جھلک دیکھ بچی ہوں....!“

”اوہ جب مجھے غصہ آگیا تھا....!“ عمران کھیانی سی بھی کے ساتھ بولا۔ پھر وہ لاڈنخ میں آبیٹھے تھے۔ مشروبات کا دور شروع ہوا تھا۔

”ارے تم شراب نہیں پیتے....!“ مونیکا چونکہ کر بولی۔

”شراب سے مجھے نزلہ ہو جاتا ہے۔ ذاکرتوں نے منع کر دیا ہے۔!“

”اس حد تک مہذب ہو جانا بھی درست نہیں....!“

”کیا کیا جائے.... صحت کا معاملہ ہے....!“

”کاؤنٹ....! تمہارا دوست دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہے....!“

”میں بھی یہی محسوس کرتی ہوں....!“ اولیاری اس ریمارک پر خاموش ہی رہا۔

”تم کچھ ست نظر آرہے ہو خلاف معمول....!“

”نن... نہیں... اسی کوئی بات نہیں... دراصل لوبو سے مر عوب ہو گیا ہوں۔!“ اولیاری بولا۔

”اگر یہ بات ہے تو مجھے ٹھیک رخصت ہو جانا پاہنے۔!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”اپنی مرضی کے مقام تر نہیں ہو....!“ اولیاری بول پڑی۔

”مونیکا نے اتنی ہی پی تھی کہ طوفانی رقص کے لئے جسم میں تو انائی آجائے۔ عمران کو بھی تر غیب دیتی رہی تھی۔ پھر تیز موسمی شروع ہوئی تھی۔ ابتداء ہی سے اٹھان میں تیزی تھی۔

”طوفانی رقص شروع ہوں۔ عمران تھوڑی دیر تک انہی لوگوں کے سے انداز میں رقص کرتا رہا تھا۔ لیکن پھر اسے اندازہ ہوا کہ اس کے یہ نئے موشن موسمی کی حدود سے باہر نہیں جا رہے۔

”لہذا وہ تو اپنے ہی طور پر ناچتی رہی لیکن عمران نے وہ بھنگڑا ڈالا کہ دوسرا ناچتا چھوڑ کر اس

جوڑے کے گرد دائرہ بننا کر کھڑے ہو گئے۔ پھر کیا تھا۔ کمی مودی کیسرے چل پڑے تھے۔ سوسائٹی میگزینوں کے فنڈر افرز کیسرے سنبھالے ہوئے ان کے دائیں بائیں پکڑ لگانے لگے تھے۔ مونیکا کی باچھیں کھلی پڑ رہی تھیں۔ ادھر اولیاری اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا۔ ”وہ دیکھو... ہو گئی کوئی حرکت... آؤ چل کر دیکھیں... اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا!“

اویویا بھی قلقاریاں مارتی ہوئی اٹھی تھی۔ ادھر عمران رنگ جمارہا تھا۔ مونیکا قبھے لگا رہی تھی اور اپنے ہی انداز میں رقص کئے جا رہی تھی۔ لیکن اس کے باوجود بھی کوئی یہ نہ کہہ سکا کہ دونوں کے درمیان ہم آہنگی نہیں ہے!“

”دیکھو... ذرا دیکھو...!“ اولیاری پر جوش لبھج میں بولا۔ ”کتنے کیسرے چل رہے ہیں۔ رقص کے اختتام پر ہمارا ناطقہ بند ہو گئے گا۔ پریں والے گھیر لیں گے۔ اور جب انہیں یہ معلوم ہو گا کہ یہ لوبو یعنی فوناتا کا پھامیرا مہمان ہے تو پھر... پھر.... بن صبح کے اخبارات دیکھ لیتا!“

”واقعی ہم یہاں گھر جائیں گے!“ اویویا بولی۔ ”رقص ختم ہوتے ہی کسی طرح نکل چلو!“ ”واہ... اتنا شاذAR موقع ہاتھ آیا ہے... پلٹشی کا... اسے کس طرح ضائع کر سکتا ہوں۔ اگر کوئی گروپ فنڈر بھی ہو گیا تو مزہ آجائے گا!“

”لیکن سنو...!“ اویویا آہستہ سے بولی۔ ”وہ حقیقتاً بوفوناتا نہیں ہے!“

”تم اس کی فکر کرو... اسے دیکھنا میرا کام ہے!“

بہر حال اولیاری کا خیال حرف بحر درست ثابت ہوا تھا۔ وہ چاروں گھیر لئے گئے تھے۔ اب اولیاری کی اپنی حیثیت بھی اس موقعے کی اہمیت بڑھا رہی تھی ان کے کمی گروپ فنڈر بھی لئے گئے۔ اس ساری کارروائی میں پون گھنٹہ صرف ہوا تھا۔ اس کے بعد وہ دہاں نہیں رکے تھے۔ مونیکا کی بھوک چک اٹھی تھی۔ کھانا تو گھر رہی پر تھا۔ مریانوں میں نہیں کھانا تھا۔ اویویا اپنے ہاتھ سے پکا کر ہی کھلانے کی شائق تھی۔ مہماں کو ہوٹلوں کے حوالے نہیں کرتی تھی۔

کھانے کی میز تک پہنچتے پہنچتے مونیکا اور عمران خاصے بے تکلف ہو چکے تھے۔ لیکن مونیکا پہلے کی نسبت کسی قدر سست پڑ گئی تھی۔ ویسے اس کا ذہن بھی شاہد کسی اور ہی طرف بھلک رہا تھا۔ گفتگو کرتے وقت آنکھوں میں خالی الذہنی کی سی کیفیت نظر آئی تھی۔

”تم تو اس وقت کچھ زیادہ ہی کھاؤ گے...!“ اویویا عمران کی طرف دیکھ کر بولی۔

”کیسے کھاؤ گا... یہ تو خاموش ہی ہو گئی ہے!“ عمران مونیکا کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”اوہ نہیں...!“ وہ چوک کرن پڑی تھی۔

”اچھا... اچھا... تو پھر کھالوں گا... الا کار تا پلیز...!“

اویویا نے کہا۔ ”پہلے سے بتانے کا دستور نہیں ہے ہمارے خاندان میں..... کھاتے جانا اور دیکھتے جانا کہ کیا کھا رہے ہو!“

”یہ بھی نہیں ہے...!“

”شاید وہ سب ہی تھکے ہوئے تھے۔ اس لئے تمبل ناک قسم کی کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی۔ مونیکا تو مسلسل کوئی غیر متعلق ہی بات سوچے جا رہی تھی۔ خود اویویا بار بار اسے جیرت سے دیکھنے لگتی تھی۔ کھانے کے بعد اس نے مغدرت طلب کی تھی اور رخصت ہو گئی تھی۔ دونوں میاں یووی اس کے اس روئی پر تمحیر تھے۔

”اڑے کیا تم نے کچھ کہہ دیا تھا...؟“ اولیاری نے عمران کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”میں کیا کہہ سکتا ہوں... مجھے خود بھی جیرت ہے کہ چیختے چیختے ایک دم بند کیسے ہو گئی!“ ”بہر حال...!“ اولیاری طویل سانس لے کر بولا۔ ”یہ ملاقات رائیگاں نہیں ہے!“ اویویا اٹھ گئی تھی۔ وہ دونوں لاوائچ میں آئیں کافی کا انتظار تھا۔

”تمہارا خیال غلط نہیں ہوتا یا میرے...!“ اولیاری طویل سانس لے کر بولا۔ ”کس سلسلے میں...!“

”مونیکا کے بارے میں... وہ گھر پر میری دیکھ بھال کر رہی ہے۔ اویویا سے معلوم ہوا ہے کہ وہ خود ہی ایسے سوالات کرتی ہے جن کے جواب میری مصروفیات یا میری دشواری پر روشنی ڈال سکیں۔ لہذا اویویا اسے سنبھل قصاب زاوے والی الجھن سے آگاہ کر پچھی ہے!“

”فکر نہ کرو... یہ کیس اب نہیں پاس ہے...!“ عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”اس سلسلے میں اویویا کو مزید بور کرنے کی ضرورت نہیں!“

”آخر یک بیک مونیکا کو ہو کیا گیا تھا... ہر حال میں چیختے رہنے والا ناپ ہے...!“

”ہو سکتا ہے صرف میرے بارے میں سوچتی رہی ہو!“ عمران سر ہلاک کر بولا۔

”آخر مجھے بھی تو ترغیب دیتی رہی تھی!“

”یہ کہا تھامنے.... بھک سے اڑ گئی ہو گی.... اسے مرغبوں سے خت نفرت ہے۔!“

”پیٹ میں رکھی ہوئی سے بھی....؟“ عمران نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں.... وہ کھاتی بھی نہیں ہے۔!“

”تب پھر اس کا مستقبل بھی مجھے تاریک نظر آتا ہے۔!“

انتنے میں اویاری آگیا اور عمران کو عجیب نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”حیرت ہے کہ دہاں سے تمہیں کون کاں کر سکتا ہے۔ یا پھر میں یہ سمجھ لوں کہ.... وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اویویا نے ان کے لئے کافی انشائی تھی اور مغدرت طلب کر کے دہاں سے چل گئی تھی۔ شاید اسے احساس ہو گیا تھا کہ اویاری اس کی موجودگی میں کسی قسم کی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔

”اب بتاؤ....!“ عمران بولا۔

”ولادیا جیز سے آئی تھی وہ کاں....!“

”کوئی خاص اہمیت ہے اس عمارت کی۔!“

”تم نہیں جانتے۔!“

عمران نے سر کو منقی جبش دی۔

”پیوں کا پڑاؤ ہے.... ایک طرح کی سرائبے سمجھ لو.... بالکل ”ویو جانس کلکی“ کے اس چوبی مکان کا نقشہ ہے جسے وہ اپنے کانڈھے پر اٹھائے پھر تاھا۔ ایک بھی چوڑی چار دیواری ہے جس پر کوئی چھت نہیں۔ کھلے آسان کے نیچے وہ سب پڑے رہتے ہیں۔!“

”تو کوئی مالک ہو گا اس سرائے کا....!“

”ہے کیوں نہیں.... دہاں کے عملے نے اپنے لئے خیسے لگا رکھے ہیں۔!“

”اچھی بات ہے میں کہیں اور سے فون کروں گا.... تمہارا فون استعمال نہیں کروں گا۔!“

”تمہاری مرضی.... لیکن....!“ اویاری اسے ملکوں نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”جیجی بتاؤ.... تم پہاں کیوں آئے ہو کہیں سچ مچ تو کوئی بُرنس آپریٹ نہیں کر رہے۔!“

”منیات کا....؟“ عمران نے آنکھیں نکال کر سوال کیا۔

”پھر کیا سوچوں ایسی صورت میں.... اور وہ دونوں قیدی....!“

”جہنم میں جائیں.... جو چاہوں کا حشر کرو.... مجھے کوئی دلچسپی نہیں.... بلکہ میرا مشورہ

”کیا مطلب....؟“

”یہی کہ شکار میں کیا رکھا ہے۔ کوئی دوسرا اپیشہ کیوں نہ اختیار کرو۔ جو خطر پسند طبیعت کے لئے سازگار ہونے کے ساتھ ساتھ منفعت بخش بھی ہو۔!“

”ارے.... اس حد تک چلی گئی.... تیز دوزنے کی کوشش کر رہی ہے۔!“

ٹھیک اسی وقت اویویا لاوچ میں داخل ہوئی تھی۔ اس کے چیچے ملازم کافی کی ٹرالی لایا تھا۔

”یہ دیکھو.... یہ ایک فون نمبر ہے۔!“ وہ اویاری کی طرف کانڈہ کا نکلا بڑھاتی ہوئی بولی۔

”ا بھی ابھی کسی نے فون پر کہا تھا ذیوک آف ڈھمپ سے کہو کہ اس نمبر پر رابطہ قائم کرے۔!“

”ذیوک آف ڈھمپ....؟“ اویاری کے لبجے میں حیرت تھی۔

عمران فون نمبر اس کے ہاتھ سے چھپتا ہوا بولا۔ ”میری کاں ہے۔!“

”تم ذیوک آف ڈھمپ....؟“

”اوہ.... کیا تم بھول گئے.... ذیوک آف ڈھل میر مجھے بھی تو کہتی تھی۔!“

”آہا.... آہا.... یاد آیا.... لیکن یہاں کون تمہیں اس نام سے جانتا ہے۔!“

”یہی تو دیکھنا ہے چیک کرو کہ یہ فون نمبر کس کا ہے۔!“

”ا بھی لو....!“ اویاری اٹھ کر لاوچ میں نکل گیا۔ اویویا خاموشی سے ان کی گفتگو سنتی رہی تھی۔ اس کے جانے کے بعد بولی۔ ”تو تم ذیوک آف ڈھمپ بھی رہ چکے ہو۔!“

”ا بھی بھی ہوں....!“ عمران فخر یہ لبجے میں بولا۔

”یہ ڈھمپ کیا جیز ہے....؟“

”قبيلہ بھی ہے.... اور وہ علاقہ بھی اسی نام سے موسم کیا جاتا ہے جہاں یہ قبیلہ آباد ہے۔

”ہالیہ کی ترائی میں یہ جگہ واقع ہے۔!“

”تم جیجی عجیب ہو....!“

”قطعی نہیں.... اویاری جیسے عقل مندوں نے میری عزت بڑھائی ہے۔ درنے میں کس

قابل ہوں۔!“

”موئیکا سے کیا تھیں ہوئی تھیں....!“

”بس یہی کہ اگر وہ پر سکون زندگی لگزارنا چاہتی ہے تو پولٹری فارمگ شروع کر دے۔!“

تو ہی ہے کہ ان کے ذریعے ان کے دوسرے ساتھیوں کو بھی پکڑ کر بند کرادو.... اور اس واقعہ کی خوب پہنچی کراؤ.... یہی مناسب ہے۔ ورنہ جب تم ہی جھپٹ شہباز کر رہے ہو تو پھر وہ آز میں قصاب زادہ تو پتہ نہیں کیا سمجھے گا۔“

”کیا سمجھے گا....!“

”یہی کہ تم دوسرے اسمگلروں کی پشت پناہی کر رہے ہو۔ جن کا سر برہ شاید میں ہوں۔!“

”معاملہ انجھتا جا رہا ہے۔!“

” عمران پچھے کہنے والا تھا کہ اویزویا نے اندر آئے کی اجازت طلب کی۔

”آ جاؤ.... آ جاؤ....!“ اولیاری جلدی سے بولا۔ ”کوئی خاص بات نہیں ہے۔!“

”ٹھیک یاد آیا....!“ وہ اندر آ کر بولی۔ ”فون کرنے والے نے کہا تھا کہ کال کرتے وقت ڈیوک آف ڈھمپ کا حوالہ ضرور دیا جائے۔!“

”میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ ایسی کوئی ہدایت ضرور ہونی چاہئے۔!“ عمران نے کہا۔ اس پر اولیاری پھر چونا تھا۔ لیکن عمران کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ دیکھ کر پھر سنبھل گیا۔

” عمران نے باہر نکل کر تنہا بازار کی راہ لی تھی۔ ایک ڈرگ اسٹور میں کال کا نوورست کوپن دے کر لاڈیا جیز کے نمبر ڈائل کئے۔

”ہیلے....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ڈیوک آف ڈھمپ....!“

”اوہ.... انتظار فرمائیے جتاب.... میں اطلاع پہنچوата ہوں۔!“

”مشکریہ....!“

”یہ ڈھمپ کہاں ہوتا ہے جتاب....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”تم کون ہو....؟“ عمران نے غصیلی آواز میں پوچھا۔

”میں لاڈیا جیز کا ٹیلی فون آپریٹر ہوں جتاب۔ دراصل کھو جی طبیعت پائی ہے۔ میری دانست میں جہاں ڈیوک پائے جاتے ہیں وہاں ڈھمپ نام کی کوئی جگہ نہیں ہے.... معاف کیجئے گا۔!“

”میں نے کبھی کسی ٹیلی فون آپریٹر کو بکواس کرتے نہیں سنایا۔!“

” دوسری طرف سے دبی دبی سی ٹھیکی کی آواز آئی تھی اور پھر کہا گیا تھا۔ ”وہ آگئے ہیں جنہیں

آپ سے ٹھنگو کرنی ہے۔ ویسے عرض کر دوں کہ میں لاڈیا جیز کا ٹیلی فون آپریٹر ہوں اس لئے مجھے ذرہ بھی پرواہ نہیں ہے کہ لوگ میرے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے۔!“

”بکواس بند کرو.... اور اسے ٹھنگو کرنے دو....!“ عمران غریباً پھر دوسرے ہی لمحے میں جیسن کی آواز سنائی دی اور عمران چوک پڑا۔ جیسن اردو میں کہہ رہا تھا۔ ”یور میجھی میں آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔!“

” تو پھر کیا یہ تمہاری روح بول رہی ہے.... مردود.... کیا تم نے میرا تعاقب کیا تھا۔!“

” عالی جناب! لیکن اس وقت نہ آپ مجھے پہچان سکیں گے اور نہ اس کلوٹ کو.... بہر حال مجھے بے حد تشویش ہو گئی تھی جب آپ شلواروں کے پھندے میں پھنس کر پولیس اسٹیشن پہنچ تھے۔ لیکن جب آج شام کو پولیس آفسر کے گھر سے آپ کو بعد کرو فریز آمد ہوتے دیکھا تو جان میں جان آئی۔“

” سوال تو یہ ہے کہ تم میرے پچھے آئے ہی کیوں....؟“

” یہی اطلاع دینے کے لئے کہ اسی کلوٹ کی طرح اب یہ سورچل بھی آپ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔“

” لیا اسی کلباڑ خانے میں مقیم ہو....!“

” جی ہاں.... فنڈ زیادہ نہیں تھے۔ اس خبیث کو بھی ایک آدم بول اپنی ہی جیب سے پلانی پڑ رہی ہے۔!“

” ویسے تم نے ابھی تک میرے پہلے سوال کا جواب سمجھی گی سے نہیں دیا۔!“

” دیکھئے.... قصہ دراصل یہ ہے کہ کوئا مطمئن نہیں تھا۔ بار بار کہتا تھا کہ کہیں باس پر پچھے سے حملہ نہ ہو جائے۔ لہذا میں اس بار ان کا کہنا نہیں مانوں گا۔ ہم کیوں نہ تعاقب کریں۔!“

” اور وہ دونوں کہاں ہیں....؟“

” غالباً اب وہ بھی آپ ہی کی ٹلاش میں ہوں گے۔!“

” خیر.... خیر.... اب آئی گئے ہو تو فی الحال اسی کلباڑ خانے میں پڑے رہو۔ فنڈ زیادہ تم کسک پہنچ جائیں گے۔ غالباً بھی ہو گے۔ لیکن وہ کلوٹا۔!“

” اس کامیک اپ دیکھ کر آپ دنگ رہ جائیں گے۔!“ پچھلے دونوں میں نے آپ سے بہت کچھ

سیکھا ہے۔“ وہ بھی پچی ہی ہے.... سفید بالوں والا.... دوسراے اس کا بہت احترام کرتے ہیں۔

گروگرو کہتے ہیں کیونکہ وہ ان سے فلسفیانہ انداز میں گفتگو کرتا ہے۔“

”ٹھیک ہے.... کیا اسی نمبر پر تم سے رابطہ قائم کیا جائے گا۔“

”یقیناً یور میجشی....!“

”چھا شاپ بنیں... لیکن.... نہیں ٹھہرو... سنو... ذرا اس میں فون آپریٹر پر نظر رکھنا۔“

”بہت بہتر جناب....!“

عمران نے ریسیور رکھ کر کاؤنٹر کلک کا شکریہ ادا کیا اور ڈرگ اسٹور سے باہر نکل آیا۔



جمسون نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ آپریٹر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کلائی پر زور صرف کرتا ہوا بولا۔ ”یہ ڈھمپ کہاں ہے۔؟“

”کیوں....؟“

”ایپنی معلومات میں اضافے کے لئے پوچھ رہا ہوں....!“

”اس پر جلا کر جیسون نے ڈھمپ کا ایسا محل و قوع بتایا تھا کہ اگر بیچ ہوتا تو خود اس کا انتقال پر ملال پر حالت کسپرسی ہو چکا تھا۔ آپریٹر نہ پتا تھا وہ خود بھی اس کے قبیلے کا معلوم ہوتا تھا۔ ولادیجاہیز کے عملے میں ایک بھی غیر ہی فرد نہیں تھا۔“

”جس عظیم ہستی کے نام پر تم نے یہ جگہ بنائی ہے کم از کم اس کا احترام تو ملحوظ رکھو....!“

جیسون اپنے گھورتا ہوا بولا۔

”کیا مطلب....؟“

”ولادیجاہیز اپنے کام سے کام رکھنے کا قائل تھا۔ ابے قطعی پرداہ نہیں ہوتی تھی کہ اس کے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔!“

”تم کیا سمجھتے ہو....؟“ آپریٹر بھٹاکر بولا۔ ”ولادیجاہیز جاہل تو نہیں تھا۔ عالم تھا۔ میں بھی اپنے علم میں اضافے کے لئے ڈھمپ...!“

”ہمالیہ کا نام سنائے کبھی....؟“

”ہاں... سب کا نئی نئی اٹھوپاک کا ایک پہاڑی سلسلہ ہے۔!“

”وہیں پالا جاتا ہے.... ڈھمپ قبیلہ اور علاقہ بھی ڈھمپ ہی کہلاتا ہے۔!“

”وہاں ڈیوک نہیں ہوتے۔!“

”ہوتے تھے میری جان جب اس پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔ اگر تم چاہو تو میں تمہاری ڈاڑھی گھوٹکھریاں کر سکتا ہوں۔ ڈھمپ خاندان کے نئے سے۔“

”مجھے نہیں چاہئے۔!“ آپریٹر نے بیزاری سے کہا۔ ”یوں بھی کیا نہیں ہے۔!“

”اچھا یہ لو... تحفہ درویش....!“ جیسون نے سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔

”شکریہ....! اڑیوٹی ختم کرنے کے بعد بیویوں گا۔!“ اس نے سگریٹ لیتے ہوئے کہا۔ ”ویسے تم نے اسے کس نمبر پر رنگ کیا تھا....؟“

”کیا یہ ضروری ہے کہ نمبر تمہیں بتایا جائے۔!“

”نہیں بتانا چاہئے تو نہ بتاؤ.... وہ بھی بگرگیا تھا۔... یہ پوچھنے پر کہ ڈھمپ کہاں واقع ہے۔!“

”اوہو.... تو کیا تم نے اس سے بھی پوچھ لیا تھا....!“

”کیوں نہ پوچھتا۔... علم حاصل کرو خواہ کسی طرح بھی ممکن ہو....!“

”میں تمہیں نمبر نہیں بتاؤں گا۔ ورنہ تم ابے اس حد تک بور کرو گے کہ وہ تمہاری تلاش میں نکل کھڑا ہو گا اور پھر یا خود مر جائے گا یا تمہیں بارڈا لے گا۔!“

”کیوں.... کیوں....!“

”وہ ولادیجاہیز نہیں براؤش ہے....!“

”چلو بھاگو.... دماغ نہ چاٹو میرا....!“ وہ بیزاری سے ہاتھ ہلا کر بولا۔

جیسون نے دانت نکالے تھے اور وہاں سے چل پڑا تھا۔ اپنے ذیرے پر پہنچا تو جوزف کو بدستور حلقة جمائے یا۔ کئی مرد اور عورتیں اس کے سامنے نیم دائرے کی شکل میں بیٹھے ہوئے بڑے غور سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ یہ سب انگریزی بولنے والے اور سمجھنے والے سفید فام لوگ تھے۔ جوزف کہہ رہا تھا ”آسودہ حال لوگ نا آسودہ لوگوں کو ہمیشہ بے دوقوف بناتے چلے آرہے ہیں۔ پہلے انہوں نے نا آسودہ لوگوں میں علم کی روشنی پھیلائی کہ وہ مہذب ہو جائیں اور ان کے مزید دولت مند بننے میں حارج نہ ہو سکیں۔ قناعت کا سبق پڑھاتے رہے۔ لیکن علم ذہن کی کوئی

”ہرگز نہیں...!“ سب یک زبان ہو کر بولے۔ ”گروکار از ہمارے سینوں میں دفن رہے گا!“  
”صرف اسے بھیج دینا...! سگر ٹوں کی واپسی کے لئے...!“ جیمن نے قریب بیٹھی ہوئی  
عورت کا بازو پکڑ کر کہا اور وہ سب اس سے متفق ہو کر چلے گئے۔

”یہ تم نے کیا حماقتیں پھیلائی ہیں....!“ جوزف غصیلے لہجے میں بولا۔

”صرف اس عورت کی خاطر...! اگر راہ پر آگئی تو مسلمان کر کے نکاح کرلوں گا!“

”تم سالا...!“ جوزف مکاتاب کر اردو میں بولا۔ ”مگر چین کو مسلمان کرے گا!“

”اچھا... اچھا... سول میرج کرلوں گا....!“

”نہیں کرنے ڈیگا....!“

”آخر بار نے تمہیں جس کا ایکسریکٹ کیوں دے دیا!“

”خاموشی سے پار کر دیا تھا... وہ اسے ضائع کر دینے والے تھے!“

”بہت برا کیا تم نے جو میٹے... یہ بتاؤ ان سے بات ہوا....!“

”سخت ناراض ہیں... لیکن سنو... یہاں بھی کوئی چکر ہی معلوم ہوتا ہے جس پولیس  
آفسر نے انہیں پکڑا تھا اسی کے مہمان ہیں اور آج تو انہوں نے مریسا نو میں وہ دھماچو کڑی مچائی  
تھی کہ... صبح کے اخبارات دیکھ لیتا...!“

”کیا بات تھی...؟“

جیمن نے اسے رقص والے معمر کے متعلق بتاتے ہوئے کہا۔ ”کئی مودوی کیسرے چل  
رہے تھے۔ میں ہوتا تو اپناریگی ملبہ جانے کی کوشش کرتا!“

”چلو یہ سگر ٹیس سنبھالو.... پیکی آرہی ہو گی!“

”اے میں قربان...!“ جیمن چل کر اردو میں بولا۔ ”تاماد ہو گیا ہے کلوٹے پیر کو...!  
”میں لوگوں کے نام نہیں بھولا کرتا۔ لاو نکالو میری بوٹل کہاں ہے!“

”میری بوٹل آجائے تو نکال لوں تمہاری...!“

”دیکھو عورتوں سے میں جوں ٹھیک نہیں...!“

”عورت میری شراب ہے... اس لئے شٹ اپ... عورت کے معاملے میں پاکیزہ رہنا  
نہیں چاہتا... اس لئے بالکل شٹ اپ...!“

ایک ہی کھڑکی تو نہیں کھوتا بلکہ سارے درستے کھول دیتا ہے۔ علم نے نا آسودہ لوگوں کو قناعت تو  
سکھائی لیکن انہیں یہ بھی سمجھا دیا کہ ان کی حق ٹھنپی ہو رہی ہے۔ بس پھر کیا تھا طرح طرح کی  
تحریکیں سرا جھانگانے لگیں۔ پھر آسودہ حال لوگوں نے یہ کیا کہ اپنی قسمی شرائیں محفوظ رکھنے کے  
لئے تمہیں دھو میں اور چنگاری کی راہ پر ڈال دیا۔ سن رہے ہو سفید فام سوؤرو...!“

”ہم سن رہے ہیں گرو...!“ ایک عورت بچپنا لیتی ہوئی بولی۔

”لیکن کیا ہوتا ہے صرف تمہارے سنتے سے۔ وہ تو نہیں سن رہے جنہوں نے تمہیں اس  
حال کو پہنچایا ہے۔ وہ بڑے بے غیرت اور ڈھینت ہیں۔ اگر میں ان میں سے کسی ایک کا گریبان پکڑ  
کر تباہی سب کچھ کہنا شروع کر دوں تو وہ بے حد محظوظ ہو کر بڑی ڈھنٹائی سے کہے گا تم ایک  
باصلاحتی اداکار اور صد اکار معلوم ہوتے ہو۔ اگر ہالی و دوڑ میں اپنی کامیابیوں کے جھنڈے گازنا  
چاہتے ہو تو میں ایک سفارشی خط لکھے دیتا ہوں۔“

”چج ہے گرو... چج ہے...!“ وہ سب بیک زبان ہو کر بولے۔

”لیکن گرو... اسرا میل کا مسئلہ کیسے حل ہو...؟“ جیمن ایک عورت کے قریب بیٹھتا ہوا بولا۔  
”اے بس کیا بتاؤں...!“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”خود پیدا کئے ہوئے مسائل  
کا کوئی حل نہیں ہوتا۔ پوچھو ان حرام زادوں سے کہ انہوں نے جرمی سے نکالے ہوئے  
یہودیوں کو کینڈیا یا آسٹریلیا میں کیوں نہیں بسایا تھا۔ وہاں کی آبادیاں کم تھیں اور زرخیز زمینیں  
لامحدود... آخر انہیں فلسطین کے ریگستانوں میں کیوں بخوننے کی کوشش کر ڈالی!“

”ہاں گرو... یہ سوچنے کی بات ہے...!“ جیمن کے قریب بیٹھی ہوئی عورت نے کہا۔

”تمہاری آواز بڑی رسیلی ہے۔!“ جیمن آہستہ سے اس کے کان میں بولا۔ ”کیا تم لوگوں  
نے اپنی اپنی سگر ٹیس گرو کے پاس جمع کر اوی ہیں...!“

”ہاں... کریں چکن...!“ اس نے جیمن کے گال میں چکلی لینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن  
جیمن نے بوکھلا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ڈاڑھی مصنوعی تھی تا...! پھر اس نے آگے جھک کر ان  
سموں سے کہا۔ ”اب تم لوگ جاؤ... آوھے گھنٹے بعد اپنی سگر ٹیس واپس لے جاتا۔ گرو ان کو نہ  
آور کر دیں گے۔ لیکن ایک بار پھر بتاؤں کہ یہ بات تم آٹھ افراد کے حلقے سے باہر نہ نکلنے پائے ورنہ  
گرو جیرت انگیز طور پر غائب ہو جائیں گے اور تم جیسے بھیک منگے اپنیاں رگڑتی نہ پر مجبور ہو گئے!“

”اسکاٹ لینڈ میں..... اور میں نے نروان کی تلاش میں عیش و عشرت چھوڑا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں کسی ڈیوک کو فون کرنے کی جرأت کیسے کرتا۔!“

”اچھا مجھے اس سے بھی ملوا دو....!“

”کل شام کو.... وعدہ... اب چپ چاپ بہاں سے کھک جاؤ میری سارگی آرہی ہوگی۔!“

”سارگی کیا ہوتی ہے....؟“

”ہوتی ہے.... بے حد سریلی....!“

”میں بھی دیکھوں گا....!“

”ارے خدا غارت کرے.... تم آدمی ہو کہ بھوت....!“

”انتے میں قریب ہی سے آواز آئی۔ ”جن... جن تم کہاں ہو۔!“

”اچھا اچھا.... تو یہ سارگی....!“ آپریٹر کھی کھی کر تاہو ابولا۔ ”میں جلا اپنا وعدہ یاد رکھتا....!“

”دفع ہو جاؤ.... میں یاد رکھوں گا۔!“ جیسن نے کہا اور آپریٹر دوڑتا ہوا جہاڑیوں سے نکل گیا۔

”اور کون ہے....؟“ پیکی کی آواز آئی۔

”جن کا باپ....!“ قریب ہی سے دوسرا آواز سنائی دی اور جیسن اچھل پڑا۔

”ارے باپ رے۔!“ جیسن اردو میں بڑیلایا۔ ”آپ کہاں سے پہنچ پڑے۔!“

”نہیں نہیں.... بجاو سارگی.... میں بھی سنوں گا....!“ عمران بولا۔

”کون ہے جن... اور کون ہے۔!“ آواز پھر آئی۔

”تم آجائو....!“ عمران نے کہا۔ ”جن کی ڈاڑھ میں درد ہو گیا ہے....!“

”جہاڑیاں سرسر ائیں اور وہ اندر آگئی۔

”ڈاڑھ میں درد ہے....!“ اس نے کہا۔ ”میں لوشن لے آؤں۔!“

”لوشن تو اس کے پاس بھی ہے....!“ عمران نے مخندی سانس لے کر کہا۔ ”لیکن اس کی ڈاڑھ تک نہیں پہنچ سکتا۔!“ پھر جیسن سے بولا تھا۔ ”اے....! اسے روشنی میں لے چل.... میں بھی دیکھوں گا۔!“

”آپ روشنی میں نہ جائیے گا.... لوگ شبہ کریں گے۔!“

”باس کو معلوم ہوا تو....!“

”میں کہتا ہوں شٹ اپ.... نکال سگر نہیں۔!“

جوزف نے اسے کنی پیکٹ نکال کر دیئے تھے جن پر مالکوں کے نام لکھے ہوئے تھے اور جیسن جلدی جلدی سگر ٹوں پر چرس کے محلوں کی لکیریں کھینچنے لگا تھا۔

”وہ آرہی ہے....!“ جوزف تھوڑی دیر بعد بولا۔

”آنے دو.... میرا کام ہو گیا....!“

پیکی املاقی ہوئی آئی تھی اور جیسن کے سامنے کھڑی ہو کر نہ کھنکنے لگی تھی۔

”یہ لو.... تمہارا کام ہو گیا....!“ جیسن نے پیکٹ اس کی طرف بڑھا دیئے۔

”میں انہیں پہنچا کر آتی ہوں۔ تم اوہر جہاڑیوں کے قریب ملنا....!“

جیسن کچھ نہ بولا۔ وہ چل گئی تو اس نے جوزف سے کہا۔ ”میرے تھیلے سے نکال لینا بول۔!“

”تو تم باز نہیں آوے گے....!“ جوزف بھنا کر بولا۔

”کہا تھوڑا ہی جاؤں گا اسے.... بس ذرا سی چھیڑ چھاڑ۔!“ جیسن نے کہا اور بتائی ہوئی جہاڑیوں کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن جیسے ہی وہاں پہنچا تھا کسی نے اس پر چھلانگ لکائی تھی اور دبوچ کر بیٹھ گیا تھا۔

”بتاؤ.... ڈھمپ کہاں ہے....!“ تیز قسم کی سرگوشی اس کے کافلوں میں گونجی تھی۔

”بتاتا ہوں.... الگ ہٹ کر بیٹھو.... یہ کیا بیہودگی ہے۔!“

آپریٹر سے چھوڑ کر ہٹ گیا۔

”بتاؤ کہاں ہے ڈھمپ....!“ کہہ کر جیسن نے ایک زوردار مکا اس کے جزوے پر رسید کیا تھا۔

”ارے.... ارے....؟“ وہ لڑکھڑاتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔

”اٹھو تو پھر بتاؤ....!“

”نہیں پیدارے بھائی.... مار پیٹ مناسب نہیں.... اچھا مجھے اس سے ملوہ ہی ووں میں نے آج تک کوئی ڈیوک نہیں دیکھا۔!“

”مجھے دیکھ لو.... میں بھی ڈیوک آف جھاگھم ہوں....!“

”جھاگھم کہاں ہے پیدارے بھائی....!“

”اچھا جی..... تم شاید یہ سمجھتے ہو کر یہاں شریفوں کی وضن میں آیا ہوں!“  
”تو پھر....؟“

”میں بھی تمہاری ہی طرح مرور چل بنا ہو اہوں....!“  
”جب تو ٹھیک ہے.... زندہ باد....!“  
”میاں چلی جاؤں....!“ یعنی بھنا کر بولی۔  
”چلی جاؤ....!“ عمران نے اسی کے سے لبجے میں کہا۔  
”یور میجھی.... چلیز....!“

”یہ کون ہے....؟“ جہاڑیوں کے باہر سے پیکسی کی غصیل آواز آئی۔  
”میں اس کا باپ ہوں.... تم جھاگو یہاں سے....!“

اس نے اس کے باپ کو ایک گندی ہی گالی دی تھی اور وہاں سے چلی گئی تھی۔ جیسن کو فہی  
آگئی تھی۔!

”دانست بند کرو.... اور مجھے بتاؤ کہ جوزف نے یہ کیا ڈھونگ پھیلار کھا ہے۔!“  
”جو کچھ میں نے کہا تھا وہی کر رہا ہے۔!“

دفعتا ہوا کے جھوکے کے ساتھ بہت سے لوگوں کے گانے کی آواز آئی تھی۔

”تریم بھیجو.... گو اوند بھیجو....!“

”اوہ.... کیرتن ہو رہا ہے....!“ عمران بولا۔

”کیرتن کیا....؟“

”مغربی سادھو.... رام بھیجو گوند بھیجو... کی مٹی پلید کر رہے ہیں۔!“

”اوہ.... واقعی بڑے پیارے لگتے ہیں یہ لوگ بھجن گاتے ہوئے۔!“

”اچھا بس....! اب اپنے اڑے کی طرف تشریف لے چلے....!“ عمران نے زہریلے لبھے  
میں کہا۔ ”مجھے سوتا بھی ہے۔!“

”آپ سوئیں گے.... یہاں کھلے آسمان کے بینے....?“

”سب چلتا ہے.... میرے پاس شب خوابی کا تھیلا بھی ہے۔ اس لئے شائد مجھے زیادہ سردی  
نہ محسوس ہو۔!“

”ہم تو اکثرے جا رہے ہیں.... اس کلوٹے کو شراب گرم رکھتی ہے۔ لیکن میرے لئے کسی  
تم کا کوئی انتظام نہیں ہے۔!“

”انتظام تو کر لیا تھا تم نے.... لیکن میں وقت پر تمہارا باپ پہنچ گیا۔ اتنے جھاپڑر سید کروں  
جا کر تمہاری شکل بھی نہ پہچانی جائے گی۔!“

جیسن اور عمران جہاڑیوں سے نکل کر جوزف کی طرف روانہ ہوئے ہی تھے کہ ایک تاریک  
سایہ جہاڑیوں کی اوٹ سے نکل کر ان کی طرف چل پڑا۔ جیسن اس سے قطعی بے خبر معلوم ہوتا  
تھا لیکن عمران غالباً نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے اسے پہلے ہی سے علم رہا ہو۔ سایہ انکا تعاقب کرتا رہا۔!  
”کیا پھر کوئی چکر ہے.... یور میجھی....!“ جیسن بولا۔

”خاموشی سے چلتے رہو....!“ عمران کا جواب تھا۔  
وہ جوزف نکل آپنے جو ہمزکتے ہوئے الاؤ کے قریب بیٹھا جھوم رہا تھا۔ اس نے نیم وا  
آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا اور پھر جھونمنے لگا۔

”پہچانو تو کون ہے....؟“ جیسن نے اسے مخاطب کیا۔  
”کیا کروں گا پہچان کر.... صورتیں بدی ہوئی ہیں لیکن سب ایک جیسے ہیں۔!“ اس نے  
آنکھیں کھو لے بیغز کہا۔

”ہمیں تو فلفہ چھانٹنے لگا ہے۔!“ عمران نے کس قدر اوپنجی آواز میں کہا تھا اور جوزف نے  
چونک کر آنکھیں کھول دی تھیں۔

”بب.... بس....!“ وہ پر مسرت لبجے میں ہکلایا۔

”ابے یہ کیا حلیہ بنایا ہے....!“

”جیسن جانے.... میں تو تیار نہیں تھا بس....!“

”خیر.... لیکن میری ہی دم سے کیوں بندھے رہنا چاہتے ہو....!“

”تمہارے لئے چھٹی صرکھتا ہوں بس.... اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔!“

”اچھا.... اچھا.... اب جھک مارتے رہو بیٹھیں....!“

”میں نے شکوہ تو نہیں کیا بس....!“

”باس کہنا چھوڑو.... آج سے میں بھی تمہارا مرید ہوں۔!“

”نہیں تم یہاں نہیں رہ سکتے بس.... ہرگز نہیں.... تم ایسی بیوہ زندگی کے عادی نہیں ہو۔ جن کی اور بات ہے.... یہ تو ہے ہی کمینہ....!“

”اے زبان سفیاں کے.... ورنہ ڈالا ہی نوجلوں گا....!“

”بکواس بند کرو.... یہ بتاؤ کہ تم نے آپیرٹر کو میرافون نمبر بتایا تھا۔!“

”نہیں.... میں نے خود ڈائیل کیا تھا....!“

”کیا وہ ڈائیل کی طرف متوجہ تھا۔!“

”ہرگز نہیں.... میں نے اسے جادوی لکیر والی ایک سگریٹ دی ٹھی اور وہ اس میں لگ گیا تھا۔!“

”کیا مطلب.... کیا وہ محلول تمہارے پاس ہے....!“

”لیں سر....!“

”اس نے تمہارے سامان میں سے چڑایا تھا بس....!“ جوزف بولا۔

”یہ کیا حرکت تھی....?“

”آپ اسے ضائع کر دینے والے تھے۔!“

”اس کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔!“

”لیکن میں نے ضرورت پیدا کر لی ہے۔!“ جیسن نے کہا۔ اور جوزف کی اس ”کرامت“ کا ذکر کرنے لگا جس کی بناء پر اس کے گرد آٹھ افراد کی بھیڑ اکٹھا ہو گئی تھی۔!

”اے ڈبودیا تم نے تو....!“

”گک.... کیا مطلب....!“

”ابھی بتاتا ہوں.... وہ سکھو.... اور ہر وہ کون لیتا ہوا ہے۔!“

”ہو گا کوئی نشے کاما را....!“ جیسن بولا۔

”جی نہیں.... یہ جہاڑیوں کے پاس سے ہمارا تعاقب کرتا ہوا آیا ہے۔!“

”اوہ.... تو آپیرٹر ہی ہو گا۔!“ جیسن نے آہستہ سے کہا۔ ”یا پھر پیکی۔!“

”نہیں.... وہ چلی گئی تھی۔!“ عمران بولا۔

”تو پھر وہی مردود ہو گا۔ جان کو آگیا ہے۔ کہتا ہے ڈھمپ کہاں ہے۔ مجھے ڈیوک سے

”ملاؤ.... میں نے آج تک کوئی ڈیوک نہیں دیکھا۔!“

”جاو۔۔۔ اسے یہاں بلا لو۔۔۔!“

جیسن انھ کر اس کے قریب پہنچا۔ وہ دوسروں سے الگ تھلک زمین پر چڑا شامد تارے گئ رہا تھا۔

”اٹھو یٹھا۔۔۔!“ جیسن اسے ہلکی سی ٹھوکر لگا کر بولا۔ ”تمہاری مراد پوری ہوئی۔!“

”کک.... کیا مطلب....?“ وہ ہکلا تاہو انھ بیٹھا۔

”میرے ساتھ چلو۔۔۔!“

”چلو۔۔۔!“ آپیرٹر ڈھنائی سے بولا۔

وہ اسے جوزف کے قریب لا کر بولا۔ ”گرو کو ڈنڈوت کرو۔۔۔!“

”یہ کیسے ہوتی ہے۔۔۔؟“

”دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے پر رکھو اور جھک جاؤ۔۔۔ مگر میرا گرو گانجہ نہیں پیتا۔۔۔!“

”پھر کیا پیتا ہے۔۔۔؟“

”شراب۔۔۔!“

”اوہ۔۔۔ اتنا دولت مند ہے۔!“

”ڈیوک آف ڈھمپ کا بھی گرو ہے اور ڈیوک آف جھا نیگھم شائز کا بھی۔!“

”اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔!“ آپیرٹر نے بوکھلا کر بتائے ہوئے طریقے سے جوزف کو سلام کیا تھا۔

”بیٹھ جاؤ۔۔۔!“ جوزف سلام لے کر غریبا۔

”تم ڈیوک آف ڈھمپ سے کیوں ملتا چاہتے تھے۔!“ عمران بولا اور آپیرٹر چوک کر اس کی

طرف دیکھنے لگا۔ پھر کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”میں نے آج تک کوئی ڈیوک نہیں دیکھا۔!“

”اچھا تو دیکھو مجھے۔۔۔ میں ڈیوک آف ڈھمپ ہوں۔!“

”آہا۔۔۔ معاف کیجئے گا۔۔۔ میرے آداب قول فرمائیے۔۔۔ مائی لارڈ۔۔۔!“ وہ ٹوٹی پوٹی

انگلش میں بولا تھا۔

”ہم نروان کی تلاش میں نکلے ہیں اس لئے مائی لارڈ مہت کہو اچھے آدمی۔ ہم اپنا سب کچھ

بہت پچھے چھوڑ آئے ہیں۔!“

”مل۔۔۔ لہکن۔۔۔ شراب آپ کو نروان کی طرف نہیں لے جائتی۔ مٹی کے چمنی نہیں

”کامٹے دوڑتی ہے؟“ عمران نے بڑی مخصوصیت سے پوچھا۔

”خود ہی دیکھے لجھے گا.... اگر ملاقات کی اجازت مل گئی!“

”باس یہ تم کس چکر میں پڑے ہو.... تمہارا اصل کام تو ختم ہو گیا!“ جوزف بولا۔

”اب مجھے یہاں اپنے ایک دوست کے لئے بھی کچھ کرتا ہے!“

”اوہو.... تو کیا وہ پولیس آفسر...!“ جیمن بولا۔

”میرا کلاس فلورہ چکا ہے!“

”تو پھر ہم یہاں کیوں پڑے ہیں....!“

”تمہارے لئے یہی جگہ مناسب رہے گی.... یا نہبہرو.... ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مجھے ذرا

اس عورت سے مل لینے دو.... کیا نام تھا۔ موñی سارو.... یہی تھاتا....؟“

”جی ہاں.... موñی سارو.... وہ ایک خطرناک عورت ہے!“

”ہر عورت کی نہ کسی طرح خطرناک ہی ہوتی ہے!“

”تم ٹھیک کہتے ہو باس....!“ جوزف بولا۔ ”میری ماں بھی میرے باپ کے لئے بے حد خطرناک تھی۔ ہر وقت جلی کئی سناتی رہتی تھی!“

”شادماںی لئے تم نے باپ بننے کا ارادہ ترک کر دیا ہے!“ جیمن نے کہا۔

انتہے میں ٹیلی فون آپریٹر واپس آگیا۔

”سی نورا.... آپ سے مل سکیں گی.... مائی لارڈ....!“

عمران اسی کے ساتھ چل پڑا تھا۔ وہ بھی اس وقت ایک بھی ہی لگ رہا تھا۔ بڑی خوبصورتی سے میک اپ کیا تھا اور اس اول جلوں حالت میں بھی شاندار لگ رہا تھا۔ موñی سارو کا خیمه کسی قلکی عرب شیخ کا نیمہ ثابت ہوا۔ ہو سکتا ہے اسی نیماد پر سجا گیا ہو۔ لیکن موñی سارو۔ عمران اسے دیکھا ہی رہ گیا۔ تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ وہی موñی کا تھی جس کے ساتھ وہ رات کے پہلے پھر رقص کر تاہم۔ یہاں وہ کسی قدر خانہ بد و شر اور وحشی قسم کی لگ رہی تھی۔

”تم کیوں لٹا چاہتے تھے مجھ سے.... اور کہاں کے ڈیوک ہو....؟“

عمران نے مز کر دیکھا.... ٹیلی فون آپریٹر جاپا تھا۔

”ڈیوک میں کہیں کا بھی نہیں ہوں۔ میرے ساتھی مجھے یو نہیں چھیڑنے کے لئے ذہمپ کا

پانچ میں گانجہ بیجھے.... چس سے بھی نزوں کا راستہ نہیں ملے گا!“

”یہ کب سے....؟“ پہلے تو چس ہی نزوں کی طرف لے جاتی تھی!“

”یہ تھیوری غلط ہو گئی ہے۔ آج کل گانجہ چل رہا ہے۔ چس سے ستا بھی ہے!“

”کتنے دنوں سے ایسا ہو رہا ہے!“

”پچھلے ایک سال سے جتاب.... کم از کم دلائیا جیز میں گانجہ ہی چلا ہے۔ چس یہاں منوع ہے!“

”مگر میں تو پیتا ہوں....!“ جیمن نے اکڑ کر کہا۔

”کہیں اور سے لائے ہو گے۔ یہاں تو نہیں ملتی!“

”اس ولہ کا مالک کون ہے....!“ عمران نے پوچھا۔

”ایک خاتون جتاب.... کیا آپ ان سے ملیں گے!“

”ضرور.... ضرور.... میں ان سے کہوں گا کہ گانجہ گندی چیز ہے۔ پھر سے چس رانج کریں!“

”کیا آپ چستان سے متاثر ہیں جناب....!“

”بالکل.... بالکل....!“

”ہم گانجہ دلیش سے متاثر ہیں۔ یہ تو بہت برا ہو اور دنوں میں ٹھنی رہی ہے!“

”بالکل نہ رہیں ہوا.... تم چستان کا بول بالا ہوتے بہت جلد دیکھ لو گے!“

”پلیز.... مائی لارڈ.... آہستہ بولئے.... کسی نے سن لیا تو آپ کی جان کا دشمن ہو جائے گا

اور اپنے گرو سے بھی کہہ دیجئے کہ کھلم کھلا یہاں شراب نہ پیں ورنہ سر کاری جاؤں سمجھے

جائیں گے۔ پھر جو کچھ بھی حشر ہو گا آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے!“

”اگر یہ اس میں دو دھ ملائیں اور فیفر میں ڈال کر چسر چسر کریں تو!“

”پورا سارا دینیاٹوٹ پڑے گا.... گرو کی زیارت کے لئے....!“ آپریٹر نہیں کر بولا۔ ”کیا

آپ سی نورا موñی سارو سے ملتا چاہتے ہیں!“

”ضرور.... ضرور.... مجھے بڑا اشتیاق ہے!“

”آپ بھی نہبہ یے.... میں اجازت حاصل کر کے آتا ہوں!“

”وہ چلا گیا اور جیمن نے عمران سے کہا۔ ”یہ آپ کیا کر رہیے۔ ساہے بڑی خونخوار عورت ہے!“

”اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ...!“  
 ”بازوؤں میں درد ہے سی نورا... اس لئے معافی چاہتا ہوں!“  
 عورت کے تیور اچھے نہیں تھے۔ اس نے فائز جھوک مارا... اس کی کرسی الٹ گئی تھی۔  
 لیکن وہ دور کھڑا گھنی موچھوں کی اوٹ میں مسکرا رہا تھا۔ پھر فائز ہوا۔ لیکن وہ اب بھی زندہ تھا۔  
 تیر افائز ہوں خیسے کے باہر شور ہونے لگا تھا۔ چوتھا... پانچواں... چھٹا اور پھر موئی سارو  
 نجھر ٹکال کر اس پر ٹوٹ پڑی تھی۔

”بس... بس...!“ عمران جھکائی دیتا ہوا بولا۔ ”کہیں اپنی کلائی نہ توڑ بیٹھنا مصری کی ڈلی...!“  
 ”میں تھے فاکر دوں گی!“ اس نے دوبارہ وار کرتے ہوئے کہا۔ اس بار عمران نے اس کی کلائی  
 پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔ نجھر اس کی گرفت سے نکل کر دور جا پڑا۔ عمران نے اسے بھی دھکا دے کر  
 دو اچھاں دیا تھا وہ فرش پر چٹ پڑی اسے کسی سحر زدہ کے سے عالم میں دیکھنے جا رہی تھی۔ پھر اس  
 نے چیخ کر ان لوگوں سے کہا تھا جو اس کے خیسے میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔

”باہر ہی ٹھہر...!“

”عقل مند معلوم ہوتی ہو...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”تو نہیں جانتا کہ تو نے کتنے بڑے خطرے کو لکارا ہے!“

”میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کیا کر رہا ہوں۔ جہاں پولیس آفیسر گندگیوں میں ملوث ہوں  
 وہاں کس بات کا ذرہ ہے۔ شیطان آزاد ہے وہاں!“

”چپ چاپ اپنی کرسی پر بیٹھو... اور میری بات غور سے سنو...!“ اس نے یہی کیا تھا۔  
 وہاں بھی عمران کو خون خوار نظرؤں سے گھورے جا رہی تھی۔

”میاں کا وٹ اولیاری بھی تمہارے بزرگ میں شریک نہیں ہے!“ عمران اس کی آنکھوں میں  
 دیکھتا ہوا بولا۔

”اس سے بڑی بکواس میں نے پہلے بھی نہ سنی ہوگی!“ وہ زہریلے سے لبھ میں بولی۔

”اگر یہ بات نہیں ہے تو تم اس کے بنگلے میں کیوں دیکھی جاتی ہو...؟“

”یہ بھی بکواس ہے... میں اس سے کبھی نہیں ملی!“

”میک اپ کے معاملے میں کچھی ہو موئی سارو... یا سی نوریٹا موئیکا...!“

”ذیوک کہتے ہیں۔ تمہارا آپ پیر خواہ مخواہ سر ہو گیا!“

”تمہیں یہاں سے کہاں فون کیا گیا تھا...!“

”یونانی یتیم خانے میں...!“

”مجھ سے کیوں ملتا چاہتے ہو...!“

”وراصل میں ایک سردوے کر رہا ہوں۔ کیا تم مجھ سے بیٹھنے کو بھی نہ کہو گی!“

”اوہ... ہاں!“ وہ چونک کر بولی۔ ”بیٹھ جاؤ...!“

”شکریے...!“ عمران بیٹھتا ہوا بولا۔ ”چس کی تاکامی اور گانجے کی مقابیت کے اسباب کا  
 سروے کرتا پھر رہا ہوں!“

”کس کی طرف سے...!“ موئی سارو یا موئیکا سے گھورتی ہوئی بولی۔

”اپنے باس کی طرف سے!“

”کون ہے تمہارا باس...؟“

”تم اسے نہیں جانتیں!“

”تو تم اس لئے ولادیا جیز میں داخل ہوئے ہو اور سیاہ فام گرو بھی تمہارے ہی ساتھیوں میں  
 سے ہے!“

”ہاں سی نورا...!“

”تم سے زبردست غلطی سرزد ہوئی ہے!“

”میاں نورا...!“

”تم یہاں سے نکل کر نہیں جا سکتے!“

”کسی نے اڑائی ہوگی۔ ابھی میر امر نے کا کوئی ارادہ نہیں!“

”دوسرے عی لمحے میز کی دراز سے روپور نکل آیا۔ وہ اسے خون خوار نظرؤں سے گھورے  
 جا رہی تھی۔

”اب بتا دا کہ تمہیں کس نے بھیجا ہے!“

”آسمانی مشن سمجھ لو... جس مبارک چیز ہے۔ گانج ناپاک شے ہے اس لئے فتح چس یا

کی ہو گی!“

”خدا کی پناہ..... کہیں تو یعنی شیطان ہی تو نہیں ہے!“  
”ہو سکتا ہے....!“

”اب تمہارا زندہ رہنا مناسب نہیں۔ میں اپنے آدمیوں کو طلب کر رہی ہوں!“

”یہ کر کے بھی دیکھ لو.... یہاں لاشیں ہی لاشیں نظر آئیں گی!“

”تم آخر چاہتے کیا ہو....؟“ وہ رجھ کر بولی۔

”چرس کی گلگے گانجے نے کیوں کر لی.... کیا اس میں کاؤٹ اولیری ہی کا ہاتھ ہے!“

”ہرگز نہیں.... اس کے ساتھ تو.... اسلیے رہتی ہوں کہ اس کی اسکیوں سے آگاہ رہوں!“

”پھر تمہاری پشت پر کون ہے....!“

”تمہارا دم تکل جائے گا نام سن کر....!“

”جمبیز و تدفین تمہارے ذمے نہ ہوگی۔ اس لئے بے فکری سے اس کا نام لے سکتی ہو۔!“

”نام نہیں جاتی.... لیکن وہ اٹلی کی کوئی بہت بڑی شخصیت ہے!“

”تم اس کے لئے کام کرتی ہو....!“

”اگر یہ بات نہ ہوتی تو اولیری مجھے کبھی کاچٹ کر گیا ہوتا!“

”سوال تو یہ ہے کہ چرس نے کس طرح مار کھائی۔!“

”تم اندر ہے ہوشاند.... یا چرس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔!“

”جانشناہ ہوتا تو سردے کے لئے کیوں کہتا!“

”انہر پول چرس کی اسٹنگ کے سارے ذرائع سے واقف ہو چکی ہے اور چرس زیادہ تر وہیں

پکڑ لی جاتی ہے جہاں سے روانہ ہوتی ہے۔!

”یہ تو حقیقت ہے....!“

”بس تو پھر ہم گھٹائے کا سودا کیوں کریں۔ گاجج ستا بھی ہے اور جن ذرائع سے ہم تک

پہنچتا ہے ان کا علم کبھی کو بھی نہیں....!“

”بات سمجھ میں آگئی....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ اور میرا سردے بھی مکمل ہو گیا۔ بہت

بہت شکریہ.... یہی روپورٹ دے دوں گا۔!“

”کے روپورٹ دے دو گے....?“

”اپنے ملک کے ایک بڑے آدمی کو.... وہاں اس کا بھی پولیس کچھ نہیں بھاڑکتی۔“

”اس کے بعد تمہارا کام ختم ہو جائے گا!“

”تفصیل! پھر بہت عرصے تک ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہوں گا!“

”اچھا اگر یہاں تمہیں کام مل جائے تو....؟“

”خوش نیبی سمجھوں گا.... اپنی....!“

”پہلے چرس کا بھوت اتارا اپنے سر سے!“

”اڑ گیا.... اب تم اپنا کام بتاؤ....!“

”اویاری کے یہاں ان دونوں شمال کا ایک شکاری لوبو فوناٹا مقیم ہے۔ میں اس کے بارے میں کامل معلومات چاہتی ہوں۔!“

”میں سمجھ گیا.... غالباً تم اس آدمی کے بارے میں کہہ رہی ہو جو کچھ در پہلے مریساں میں....!“

”بس بس.... وہی وہی.... لیکن آخر تم کب سے میرے پیچھے ہو...!“

”قریباً پندرہ یوم سے!“

”خدا کی پناہ.... اور مجھے علم نہیں....!“

”اے چھوڑو.... میرے دونوں آدمی فی الحال یہیں بحفاظت رہیں گے۔ چاہو تو انہیں

بلور یا غمال رکھو.... جب تمہارا کام ہو جائے تو واپس کر دینا۔!“

”مجھے منظور ہے....!“ وہ میرے ہاتھ مار کر بولی۔



کاؤٹ اویاری عمران کو ایسی نظریوں سے دیکھ رہا تھا جیسے اسے اول درجے کا فرماڈ اور موقع پرست آدمی سمجھ رہا ہو۔

”تم تو بیڑہ ہی غرق کر دے گے....!“ وہ بالآخر بولا۔ ”آخر ایک دم سے والا ذیجاںز میں گھس پڑنے کی کیاضرورت تھی....؟“

”اس لئے کہ میری فون کال وہیں سے آئی تھی۔!“

”کس کی تھی....?“

”میرے اپنے دو آدمیوں کی جن سے پچھا چھڑا کر تمہارے پاس بھاگ آیا تھا۔!“

”وہ کہاں تھے...؟“

”میں انہیں پورٹوفینو میں چھوڑ آیا تھا لیکن وہ مجھ سے بھی زیادہ تیز نکلے پیوں کے بھیس میں میر اتعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آپنے!“

”پیوں کے بھیس میں...!“ اولیاری اچھل پڑا۔ عمران نے اس کی آنکھوں میں خوف کی ہلکی سی جھلکیاں دیکھی تھیں!۔

”پیوں سے ڈرتے ہو کیا!“ عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

”من... نہیں...“ تم نے آج کا خبر دیکھا۔ دیکھو... پورے اخبار میں ایک ہی کہانی ہے۔“

”عمران سمجھ گیا کہ ایڈ لاوا ہی کی کہانی ہو گی... لہذا اس نے اخبار اٹھایا تھا۔ سرخی تھی۔

”بالآخر اٹلی کی باطنی بلکہ شیطان حکومت کا خاتمه ہو گیا۔ ایڈ لاوا ہی کی کہانی تھی۔ اس کی لاش سے

شروع ہوئی تھی اور نامعلوم قاتل کو سرہا گیا تھا۔ پھر ایڈ لاوا کی تجربہ گاہ میں پائے جانے والے

کاغذات کی مدد سے اس کے پھیلائے ہوئے جال تک پولیس کی رسائی ہوئی تھی اور پولیس اس

نتیجے پر پہنچی تھی کہ اٹلی میں ایک باطنی حکومت بھی موجود تھی جس کا سربراہ ایڈ لاوا تھا۔

خیراندیش اسلئے اور پلوٹو شم کی اسمگنگ کی کہانی تھی۔ پھر ذکر تھا فریقی ممالک کا۔ یونان کے ایک

احمق طالب علم کی کہانی تھی جس نے اسیئر کے کپتان کو الجما کر اسیئر میں دھا کر کرایا تھا۔

طالب علم کے ایک ساتھی کا ذکر بھی تھا کہ بھی بھی پیوں کے روپ میں بھی دیکھے گئے تھے!۔“

عمران نے اوہرا درہ نظریں ڈال کر کہیں کہیں سے کچھ پڑھا اور اخبار اولیاری کو واپس کرتا ہوا بولا۔ ”اطمینان سے پڑھنے کی چیز ہے۔ کہانی دلچسپ معلوم ہوتی ہے!“

”اوہ وہ احمق یونانی طالب علم...!“ اولیاری عمران کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”بیو قوف آدمی مجھے اس طرح دیکھ رہے ہو...!“ عمران گز برا گیا۔

”مکار نس اور احمق شہزادیو آگئے تھے!“ اولیاری نے خنک لبھے میں کہا۔

”خدا کی پناہ تم یہ سمجھ رہے ہو کہ احمق یونانی طالب علم میں ہی تھا...!“

”پھر کیا سمجھوں... تھہاری صلاحیتوں سے واقف نہ ہو تا تو اس طرف خیال جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکتا!“

”یہ اتنی بڑی باطنی حکومت اس بیچارے کے ہاتھوں تباہ ہوئی کہیں گھاس تو نہیں کھا گے۔“

”فکر نہ کرو... تھہاراڑ میری ذات سے آگے نہیں بڑھے گا!“ اولیاری آنکھ مار کر بولا۔

”تم نے اٹلی پر بہت بڑا احسان کیا ہے!“

”اچھی بات ہے... اب تم سنو کہ میں تمہارے خلاف کیا کیا ثابت کر سکتا ہوں!“ عمران اسے گھوڑتا ہوا بولا۔

”ضرور... ضرور... کہو تو اولیویا کو بھی بلا لوں...!“

”بلاؤ... لیکن اگر خسارے میں رہے تو ذمہ داری مجھ پر نہ ہو گی!“

”کہنا کیا چاہتے ہو...!“

”تم اس بڑنس میں قصاب زادے کے حریف ہو...!“

”لیا مطلب...؟“

”تمہارا اپنا بھی بڑنس ہے.. قصاب زادے کے مفادات سے تمہارے مفادات کا گمراہ ہوا ہے!“

”تم چرس تو نہیں پیتے...!“

”نہیں... گانجہ.... تم گانجے کی سر پرستی کر رہے ہو... چرس قصاب زادے کا سمجھیکش تھا!“

”عمران میں گھونسہ ماروں گا!“

”اگر یہ بات نہیں ہے تو بتاؤ... والا ڈیجنٹر کس کی ملکیت ہے...!“

”کوئی عورت ہے... مونی سارو...!“

”تم نے اسے دیکھا ہے...!“

”نہیں وہ خود سامنے نہیں آتی اس کا مختار عام پلوٹوار نو بڑنس دیکھا ہے!“

”اور بڑنس صاف ظاہر ہے...!“

”اگر ہم دہاں چھاپے ماریں تو کچھ بھی حاصل نہ ہو گا کیونکہ وہ بھی اسی شیڈر کے اڈوں میں سے

ایک ہے!“

”غلط فہمی نہ پھیلاؤ پیارے.... وہ تمہارا اڈہ ہے!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ اس پر

اولیاری نے اپنی بیوی کو آواز دی تھی وہ شاکنہ دوسرا ہی کمرے میں کشیدہ کاری کر رہی تھی۔

فریم باٹھ میں لئے دوڑی آئی۔

”کیوں... یہ... پر سیاٹ سے ماج نہ مارو بار ما انداز گر رہا ہے!“ اولیاری نے یہی سے کہد

”پہل میں نے نہیں کی اولی۔!“ عمران بولا۔ ”اس سے پہلے اس نے مجھ پر ایڈلاوا کے قتل ہا الراہ لگایا تھا۔!“

”یہ تو مذاق بھی ہو سکتا ہے عمران....!“ او بیویا جلدی سے بولی۔ ”اگر تم نے اسی کوئی بات اولیاری کے لئے کہی ہے تو وہ حق بھی ہو سکتی ہے کیونکہ یہاں سارے جرائم کے ذمہ دار قانون کے محافظتی ہوتے ہیں۔ انہی کی حوصلہ افرائی کی بناء پر جرائم پر وان چڑھتے ہیں۔!“

”اچھی بات ہے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میں تمہارے کہنے سے اسے شریف آدمی تسلیم کے لیتا ہوں۔ لیکن آج رات اسے میرے ساتھ باہر گزارنی پڑے گی اور میں اسے بہت کچھ دکھاؤں گا۔!“

”تم جاؤ۔.... میں ان معاملات میں دخل اندازی نہیں کر سکتی۔ لیکن یہ ایڈلاوا والی بات میرے پلے نہیں پڑی۔....!“

”بکواس ہے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”پولیس والا ہے نا۔۔۔ اسے شبہ کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔ ہم تین آدمی بھلا تی بڑی تنظیم سے کس طرح نکلا سکتے....!“

”تین آدمی....!“

”ہاں،.... آں.... دو اور ہیں میرے ساتھ۔ کسی قدر غیر مہذب ہیں اس لئے میں نے انہیں اپنے ساتھ ٹھہرانا مناسب نہیں سمجھا تاہدہ دوسرا جگہ مقیم ہیں۔!“

اویاری اس دوران میں خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا تھا۔ اس وقت یہ بات ختم ہو گئی تھی اور پھر سر شام ہی عمران نے اویاری کو اپنے ساتھ چلے پر آمادہ کر لیا تھا۔

”لیکن پہلے تم ہیڈ کوارٹر چلو۔....!“ عمران نے اس سے کہا۔ ”یا پھر کسی اور جگہ جہاں ہم اپنے چلے تبدیل کر سکیں۔!“

”میں نہیں سمجھا۔....!“

”ہم دونوں ہی بن کر ولاڈیجیز چلیں گے۔!“

”یہ کیا الغیرت ہے....؟“

”اس کے بغیر تم وہ نہیں دیکھ سکو گے جو میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں۔ بس خود کو قابو میں رکھنا۔ صرف دیکھو گے اور سنو گے کچھ بولو گے نہیں۔!“

”پا نہیں تم کیا کرتا چاہتے ہو....!“

”مجھ پر اعتماد کرو۔۔۔ وہی کروں گا جو تمہارے لئے مفید ہو۔ ویسے جو کچھ دیکھو اس پر حیرت کا اظہار بھی مت ہونے دینا۔۔۔!“

”چلو۔۔۔ چلو۔۔۔ پا نہیں کیا چکر ہے۔۔۔!“

شہر ہی کی ایک عمارت میں عمران نے اپنا اور اویاری کا حلیہ تبدیل کیا تھا اور وہ لاڈیجیز کی طرف چل پڑے تھے۔

”کاش میں او بیویا کو اپنا یہ حلیہ دکھا سکتی۔!“ اویاری چکارتی ہوئی سی آواز میں بولا۔ ”اپنے قریب نہیں آنے دے گی اگر اس حلیے میں دیکھ لے۔۔۔!“

”آخر تم مجھے کیا دکھانا چاہتے ہو۔۔۔!“

”بُن دیکھ ہی لینا۔۔۔ شنیدہ پر یقین نہیں کرو گے۔!“

”اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔!“

والاڈیجیز پہنچ کر میلی فون آپریٹر کے توسط سے عمران نے مومنی سارو کو اپنی آمد کی اطلاع بھجوائی تھی اس نے فون ہی پر اطلاع دی تھی۔ عمران تک مومنی سارو کا جواب پہنچاتے ہوئے کہا۔ ”تم تھا جا سکتے ہو۔!“

”یہ ناممکن ہے اگر وہ مجھ پر اعتماد کرتی ہے تو میرا ساتھی بھی اس تک جائے گا اور نہ ہم دونوں ہی واپس چلے جائیں گے۔!“

آپریٹر نے پھر اس سے رابطہ قائم کیا اور بالآخر انہیں اجازت مل ہی گئی آپریٹر ہی انہیں مومنی سارو کے خیمے تک لے گیا تھا۔

مومنی سارو پر نظر پڑنے کے بعد اویاری نے جانے کس طرح خود پر قابو پایا۔!

”یہ کون ہے۔۔۔؟“ مومنی سارو نے اسے گھوڑتے ہوئے پوچھا۔

”میرا ایک گوٹا ساتھی۔ جس کی تاک کتے کی تاک سے بھی تیز ہے۔ اس کو کسی کی بوئنگاحدو چھ ماہ بعد بھی اسے جا پکڑے گا۔!“

”اوہ بیٹھو بیٹھو۔۔۔ تمہارے پاس بھی زیادہ تر کام ہی کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔!“

عمران نے اویاری کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا اور وہ حق مجھ گوٹا ہی نظر آنے لگا تھا۔

”اے تلاش کرو....!“ وہ پر جوش لجھ میں بولی۔ ”تکوار سمیت اسے بحفاظت باہر نکال دوں گی اور تمہیں بھی منہ ماٹا گا معاوضہ ادا کروں گی!“

”یہ کتابی لئے ساتھ رکھا ہے۔ کل دوپہر تک میں تمہیں اس کا پتہ بتا دوں گا!“

”بیٹھی کچھ رقم در کار ہو تو بتاؤ.... تم نے بڑی اچھی خبر سنائی ہے!“

”نہیں....! شکریہ مجھے تم پر اعتماد ہے۔ تم اعتناد کرو یا نہ کرو....!“

”نہیں نہیں.... مجھے بھی تم پر اعتماد ہے....!“ وہ جلدی سے بولی۔

”میرے ساتھیوں کا کیا حال ہے!“

”آرام سے ہیں.... ان کے لئے بھی ایک خیسہ مہیا کر دیا گیا ہے اب وہ کھلے آسمان کے نیچے نہیں ہیں۔ کیا تم ان سے ملے نہیں!“

”اب یہ کام نپنا کر ہی ملوں گا....!“

”تمہاری سرضی....!“

”پھر وہاں سے چلے آئے تھے اور ولادیا جیز سے باہر قدم نکالتے ہی اولیاری نے گندی گندی گالیاں بکنی شروع کر دی تھیں۔!“

”ابھی نپٹے لیتا ہوں حرام زادی سے!“

”بس بس.... ازیادہ تیزی دکھانے کی ضرورت نہیں اگر فی الحال تم نے اس کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو الٹی آنسیں گلے پڑیں گے!“

”میں نہیں سمجھا....!“

”گھر چلو.... اطمینان سے با تکیں ہوں گی.... اور اب تم وہ تکوار میرے حوالے کر دو.... اور لو بونڈ ناٹ سے متعلق سچ جھ پورٹ درج کر کے اس کی پبلیکری کر دو....!“

”میری عقل کام نہیں کر رہی.... گھر پہنچ کر ہی کچھ سوچیں گے!“

”ابھی ایسا سے اس کا تذکرہ مت کرنا اور مونیکا بھی اس دوران میں آجائے تو اسے بھی برداشت کرنا!“

”میرے بس سے باہر ہے....!“

”کہو کیسے آتا ہوا....?“

”سب سے پہلے تو تم یہ کتاب پڑھو....!“ عمران نے تھیلے سے کتاب نکالتے ہوئے کہا۔ ”امریکہ کے محلہ صحت کی طرف سے سر کاری طور پر شائع ہوئی ہے۔ اس میں اس سے بحث کی گئی ہے کہ چر س فائدہ مند ہے یا تقصیان دہ۔ محلہ صحت کے تین آفیسر ڈاکٹروں کا متفقہ فیصلہ سنو....!“ اس نے کتاب کے ورق اٹ کر ایک جگہ سے پڑھنا شروع کیا۔

”چرس نہ تو خطرناک ہے اور نہ مضر صحت ہے۔ اس کے برخلاف زیادہ کام کرنے کی طرف راغب کرتی ہے اور یہ لیڈی ڈاکٹر فلاور دل.... ڈاکٹر رابرٹ پیرسن ڈاکٹر مونیک برائٹی یہ کہتے ہیں کہ چرس کے سلسلے میں یہ صد یوں پرانا اختلاف غیر منصفانہ ہے.... کیا سمجھیں...?“

”تم مجھے یہ کیوں سارہ ہے ہو....!“

”یہ مت بھولو کہ میں بنیادی طور پر چرستان کا بیجٹ ہوں اور اب تو شائد ہم باضابطہ طور پر چرس امریکہ بھجو کر ڈھیروں زیر متبادلہ کا سکیں۔!“

”بکواس مت کرو.... یہاں تو گنجے دیش ہی کی چلے گی.... میرے کام کا کیا رہا....!“

”تمہیں علم نہیں کہ کیا ہوا ہے....!“

”کیا ہوا ہے....?“

”وہ شماں خانہ بدوش.... کاؤنٹ اولیاری کو لمبی چوٹ دے گیا ہے۔!“

”کیا ہوا....؟“ مومنی سارو کے لجھے میں اشتباق تھا۔

”اویاری کے پاس اس کے اس بزرگ کاؤنٹ کی تکوار تھی جو سلطان صلاح الدین کے خلاف صلیبی جنگوں میں لڑ کا تھا۔ وہ خانہ بدوش اس تکوار کو واٹا لے گیا۔ جانتی ہو برطانیہ میں اس کی کیا قیمت ملے گی۔!“

”نہیں....!“

”کم از کم ڈھانکی لاکھ پونڈ....!“

”خدا کی پناہ....!“

”لیکن ابھی تک اویاری نے سر کاری طور پر کوئی کارروائی نہیں کی۔ ذاتی طور پر نکای کے راستوں کی ماکہ بندی کر دی ہے اور مجھے یقین ہے کہ شماں بدوش اول یا اسے باہر نہیں بانسے۔“

”میری عقل کام نہیں کر رہی.....!  
”گھر پہنچ کر کرے گی....!“

سب سے پہلے وہ اس عمارت میں پہنچے تھے جہاں سے میک اپ کر کے چلے تھے۔ اولیاری کا میک اپ اتنا نے کے بعد عمران نے اپنا میک اپ پوری طرح نہیں اتنا لاتھا۔ موچھیں اور وگ بر قرار کی تھیں۔ پھر اولیاری کی قیام گاہ پر پہنچ کر پہلا سوال مونیکا ہی سے متعلق کیا تھا۔

”میکا وہ کبھی کبھی یہاں راتیں بھی گزارتی رہی ہے....?“

”اکثر و بیشتر.... جب میں رات کی ڈیوٹی پر ہوتا تھا اولیا اسے بلوالیتی تھی!“

”ہوں .... تمہاری خواب گاہ خالی ہوئی ہو گی!“

”ہاں.... وہ میرے مسٹر پر ہی سویا کرتی تھی.... ایسے موقع....!“

”بہت خوب.... اب مجھے اپنی خواب گاہ میں لے چلو....!“

”آخر کچھ بتاؤ بھی تو.... اولیاری جنم جھلا کر بولا۔

”میں بتاؤ گا.... خواب گاہ کا جائزہ لینے کے بعد.... یقین کرو بڑی دشواری میں پڑنے والے ہو۔ سینٹر قصاب زادے نے تمہیں چھانے کا پورا پورا انتظام کر رکھا ہے تم سے پہلے جو یہاں رہا ہو گایا تو اس کا غلام بن کر رہا ہو گایا اس کے لئے ایسا ہی کوئی انتظام کیا گیا ہو گا کہ بس ذرا بھکے اور الٹا لٹک جائے!“

”چلو....!“ اولیاری اسے خواب گاہ کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔ ”خواہ منواہ سُپنِ پیدا کر کے مجھے دہشت زدہ کرنے کی کوشش مت کرو!“

عمران اس کی خواب گاہ میں آیا اور پر تشویش نظرؤں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر بستر کے قریب جا کر بستر اٹ دیا۔ تیک کی بڑی خوبصورت سہری تھی۔ عمران بجور اس کا جائزہ لیتا رہا۔ اولیاری نہ اسامنہ بنائے اسکے پیچھے کھڑا تھا اس کے چہرے سے حکمن اور بیزاری ظاہر ہو رہی تھی۔ ”اسکریوڈر ایکور....!“ عمران اپنا دہنا ہاتھ پیچھے لے جا کر بولا۔

”کیا مصیبت ہے.... اس وقت اسکریوڈر ایکور کہاں تلاش کرتا پھر دوں....!“

”خیر فکر نہ کرو.... ابھی تمہاری بیزاری رفع ہو جائے گی!“

اس نے جیب سے قلم تراش چاٹو نکالا اور ایک جگہ کا اسکریوڈھیلا کرنے لگا۔

”لکھر و.... لا تاخجوں پاٹاش نہ تباہ کر دینا۔“ اولیاری بوجھلا کر بولا۔

اویاری نے اسکریوڈر ایکور تلاش کر لینے میں دیر نہیں لگائی تھی ویسے اس کی واپسی تک عمران ایک اسکریوڈر نکال ہی چکا تھا۔ چوتھا اسکریوڈر نکال کر اس نے تخت فریم سے ہٹا دیا تھا۔ اولیاری کی آنکھیں حیرت سے بچھیں گئی تھیں اس نے چھپت کر خواب گاہ کا دروازہ بند کیا اور اسے بولت کر کے پھر عمران کی طرف پلٹ آیا۔

”یہ دیکھو.... ولاذیا جنجز کے حبابات کے رجڑ ہیں۔! یہ واچر ہر اس سوت کیس میں نشیات کی کچھ نہ کچھ مقدار ضرور ہو گی۔!“ پھر عمران اگر پھر تی سے اٹھ کر اولیاری کو سنجھاں نہ لیتا تو وہ چکر اکر فرش پر ڈھیر ہو گیا ہوتا۔!

”ہمت.... ہمت.... ذرہ برا بر بھی فکر نہ کرو۔ میں ان سکھوں کو دیکھ لوں گا فکر نہ کرو قصاب زادے کی تواش کا بھی پتا نہ چلے گا۔!“

”میں ڈوب رہا ہوں.... میرے دوست۔!“ اولیاری بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”عقل ٹھکانے نہ رکھی توچ مجھ ڈوب جاؤ گے....!“ اب تمہیں میرے مشوروں سے سر مو اخراج نہیں کرنا.... سمجھے۔!

”سمجھ گیا....!“ وہ مردہ سی آواز میں بولا۔

سوٹ کیس سے ہیر و کن کی خاصی مقدار برآمد ہوئی تھی۔

ایک گھنٹے تک وہ ان کاغذات کو آتش دان میں جلاتے رہے تھے ہیر و کن گٹر میں بھادی تھی۔ اولیویا سوچی تھی ورنہ وہ اتنی آسانی سے کامیاب نہ ہو سکتے۔

”اب سنو.... عمران بالآخر بولا۔ اپنے بزرگ کرو سیدو کی تکوار میرے حوالے کرو۔ میرے خلاف روپرست درج کرو اور اسی وقت یہ خبر پر لیں کو بھی پہنچا دو تاکہ صحیح کے اخبارات مونیکا کی پیشانی تھنڈی کر دیں اور ہاں میری عدم موجودگی میں اس کے ساتھ تمہارے بر تاؤ میں کوئی فرق نہ آتا چاہئے۔ البتہ اب اسے یہاں رات بس کرنے کا موقع ہرگز نہ دینا۔!“

”میں وہی کروں گا جو تم کہو گے۔ صحیح خدا نے تمہیں فرشتہ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔!

”نکاں کے راستوں کی نگرانی با قاعدہ طور پر شروع کر دینا۔!“

”ایسا ہی ہو گا....!“

”مصلحتے.... لیکن ایک بفتے کے بعد ضرور ملوں گا کیونکہ ابھی تک چرس اور گانجے کا مسئلہ  
ٹھیک نہیں ہو سکا!“

”وہ کہاں ہے....؟“

”ہوشیور کے کرہ نمبر بارہ میں۔ لیکن کچھ پریشانی بھی ہے۔ کاؤنٹ کے پاس تو شامد اس  
کی کوئی تصویر نہیں تھی لیکن رقص کی تصویریں صبح ہی اخبارات میں آئی تھیں۔“

”اوہ.... اسے اس کی فکر نہ ہونی چاہئے۔ میں سب کچھ دیکھ لیوں گی!“

”لیکن اگر وہ دو ہزار پونڈ ملے تو میں تمہیں دیکھ لیوں گا!“

” وعدہ خلافی میرا شیہہ نہیں ہے۔ چھپھوڑے آدمی....!“ غضب ناک بجھ میں کہا گیا اور  
سلسلہ منقطع ہو گیا۔ عمران نے طویل سانس لی۔ اس کے ہوٹوں پر آسودہ ہی مسکراہٹ تھی۔  
پھر آدھے گھنٹے کے اندر ہی مونیکا اسی شکل میں وہاں آپنی جس شکل میں اویاری کے گھر  
پر مل تھی۔ عمران تکوار کھینچ کر کھڑا ہو گیا۔ ”بس جہاں ہو وہیں نہ ہو۔... ورنہ کمرے کا فرش  
خون کا تالاب بن جائے گا!“

”احمق....!“ وہ بس کر بولی۔ ”میں تمہاری مدد کرنے آئی ہوں اور تمہارا سراغ پانے کیلئے  
میں نے پورے دو ہزار پونڈ خرچ کئے ہیں اویاری کے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ تم کہاں ہو!“

”میں کیسے یقین کر لوں.... تم اس کی دوست ہو....!“

”تم بھی تو اس کے دوست ہی تھے....!“ وہ باکیں آنکھ دبا کر مسکرانی۔

”اس کی قیمت کم از کم دو لاکھ پونڈ ضرور ملے گی!“ عمران تکوار ہلا کر بولा۔ ”اور دو لاکھ سے  
بڑا میرا باپ بھی نہیں ہے۔ دوست کیا چیز ہے!“

”میری مدد کے بغیر تم سارڈینیا سے باہر قدم بھی نہیں نکال سکو گے اس کے آدمی سارے  
راستوں کی گمراہی کر رہے ہیں!“

”تم کہاں کی ہمدرد نکل آئیں....!“

”میں.... میں تم پر مر منی ہوں.... کسی قیمت پر بھی تمہیں ضائع نہ ہونے دوں گی۔ میں  
تم کھا سکتی ہوں۔ زندگی میں پہلے مرد ہو جسے مرد کہنے کو دل چاہتا ہے!“

”آہا.... یہ تو خصوصیت ہے میری....!“ عمران نہ کر تکوار بھکاتا ہوا بولا۔ ”اب یقین

”تکوار لاو.... اسی تکوار سے تھاب زادے کی گردان اڑا دوں گا!“



عمران نے ہوشیور کے رجسٹر میں اپنا نام لو بوفوتا نہیں لکھا بلکہ عمران ہی کے نام سے  
کروہ حاصل کیا تھا اور اپنے اصل کا نغمات دکھائے تھے۔

صحیح کو سب سے پہلے اس نے والڈیا جنفر سے فون پر رابطہ قائم کر کے جیسمن کو بولا۔  
”لیں یور مجھی.....!“ جیسمن کی آواز آئی۔

”اردو چلے گی....!“ عمران بولا۔ ”ذیکھو برخوردار.... اب تم دونوں وہاں سے بھاگ  
لو۔ پس ازم ختم۔ پھر گلگام بن جاؤ۔... جوزف کا بھی صفائیا کر دو.... ہوشیور کے چھانک کے  
قریب جو پام کا سیاہ گلہا ہے اس میں تین گھنٹے بعد تمہیں دو ہزار پونڈ کے کرنی نوٹوں کا پیکٹ ملے  
گا۔ نکال لے جاؤ اور میری والیں تک جہاں تک جا چاہے عیش کرو!“

”بات سمجھ میں نہیں آئی....!“

”بکواس مت کرو.... جو کہا گیا ہے اس پر عمل کرو....!“  
سلسلہ منقطع کر کے وہ آج کے اخبارات دیکھنے لگا تھا۔ لو بوفوتا کی تصویر نہیں شائع ہوئی  
تھی۔ بس اوت پانچ سالیہ تھا۔ لیکن دوسری طرف ہوشیور کے رقص کی تصویریں موجود تھیں۔  
”یہ تو بہت برا ہوا!...“ وہ آہتہ سے بڑی بڑی۔ ”اس کا دھیان ہی نہیں رہا تھا خیر دیکھا جائے گا!“  
اوھ گھنٹے بعد اس نے پھر والڈیا جنفر سے فون پر رابطہ قائم کر کے مونی سارو سے گفتگو کا  
آنغاز کیا۔

”تمہارا کام ہو گیا ہے.....!“ لیکن دام بھی سن لو۔

”بیتاو جلدی سے....!“ وہ پر اشتیاق لجھے میں بولی۔

”دو ہزار پونڈ نقد.... مقامی کرنی میں نہیں.... اسٹرلنگ....!“

”منظور ہے....!“

”ہوشیور کے چھانک کے قریب پام کا سیاہ گلہا ہے۔ پکٹ اس میں ذال دینا مجھے تک جائے گا!“

”تکیل نہیں ہو گے....!“

آگیا کہ تم میں بھی عورت پن کم مردانہ پن زیادہ ہے۔!

”ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ نکل چلو... باہر ایک بند گاڑی موجود ہے۔ لیکن یہ تکوار؟“

”تکوار کے بغیر میں قدم بھی نہیں نکالوں گا یہاں سے۔!“

”دیر نہ کرو... اگر ہوٹل والوں کی توجہ اس طرف ہو گئی تو دشواری ہو گی۔!“ اس نے میکسی پین رکھی تھی شائد تکوار ہی اس کے ذہن میں... اسی لئے ایسے بس میں آئی تھی کہ تکوار کو چھپا کر لاسکے۔

”لاو تکوار مجھے دو اور بے فکری سے نکل چلو.... کرنی ہو تو ساتھ لے لو۔ سوٹ کیس یعنی چھوڑ چلو....!“

عمران نے احتفانہ انداز میں تکوار اسے تھماوی جو دوسرے ہی لمحے میں ڈھیلی ڈھالی میکسی میں چھپ بچکی تھی۔

وہ باہر نکلے چلے آئے تھے بند گاڑی انہیں لے کر سیدھی والا ڈیا جیز کی طرف رو انہ ہو گئی تھی اور وہاں پہنچ کر مومنی سارو کے خیمے کے سامنے ہی رکی تھی۔

”اترو...!“ اس نے عمران سے کہا۔  
وہ اتر اتھا اور متھیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ”آہا... یہ کون سی جگہ ہے۔ کیا چیز ہے.... وہ....!“

”تم جیسوں کی پناہ گاہ...!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

”خوب.... تم بھی عجیب چیز ہو...! اور.... اپنے ہی قبیلے کی معلوم ہوتی ہو۔!“

”یہنی سمجھ لو.... اگر میرے ساتھ رہنا چاہو تو سال بھر میں کروڑ پتی بناووں۔ طاقتور اور بہادر ہو۔ بد معاشی کے داؤ پیچ سکھاؤں گی۔ میک اپ کامباہر بناووں گی اور اولیاری جیسے تمہارے قدموں میں ہوں گے۔!“

”منظور...!“ وہ پر جوش انداز میں اس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا چکا۔ موئیکا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ پھر وہ اسے خیمے میں لائی تھی۔

”کیا پیوں گے....!“

”شکر یہ....! کسی قسم کا بھی نشہ نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ تمباکو بھی نہیں۔ صرف چائے یا کافی۔!“

”یہ بہت اچھی بات ہے.... لیکن عورت....?“

”ابھی تک کوئی اس حد تک متاثر نہیں کر سکی....!“

”اس معاملے میں بھی باصول معلوم ہوتے ہو۔ بحیثیت پارٹنر ہم اچھی طرح گزارہ کر سکیں گے۔!“

”فی الحال تکوار کی بات کرو۔ کم از کم دو لاکھ پونڈ میں فروخت ہو گئی پچاس ہزار تھا رے۔!“

”میرے لئے پچاس ہزار کی کیا حقیقت ہے۔ چاہو تو دو لاکھ میں میرے ہی ہاتھ فروخت کر دو۔!“

”اوہ.... اتنی مال دار ہو....!“

”بُرنس میری جان.... ہم کروڑوں میں کھلتے ہیں۔ لیکن میں حسب وعدہ تکوار سمیت تمہیں اول بیا سے ضرور نکال دوں گی اور تم ایک ایسے آدمی کے پاس پہنچو گے جو تمہیں پر کھے گا۔ اس کے بعد تم بُرنس میں شامل ہو جاؤ گے اور اولیاری جیسے تمہارے بوٹ چاٹیں گے۔!“

”سوال تو یہ ہے کہ تم اس طرح اچاک مجھے تک کیسے آپنچی تھیں....?“

”میں یہاں کی ایک طاقتور شخصیت ہوں....!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔  
”کیا وہ تمہارے اس روپ سے واقع ہیں۔!“

”نہیں.... بس یہاں کی ایک خاندانی رئیس زادبی سمجھتا ہے۔ یہاں جو میرا روپ ہے تم اپنی دیکھ لو گے۔ ذرا دیر شہر و....!“

”وہ خیمے سے باہر چلی گئی تھی اور عمران ہونقوں کی طرح آنکھیں چھاڑے اس خیمے کی ایک ایک چیز کا جائزہ لیتا رہا تھا اولیاری کی خاندانی تکوار سامنے میز پر رکھی تھی۔ آدھے گھنے کے بعد موئیکا بحیثیت مومنی سارو خیمے میں داخل ہوئی تھی اور عمران جھرت سے بولا۔ ”ارے تم تو بالکل بدل گئی ہو۔!“

”اولیاری بھی دیکھے تو محض تھوڑی سی مشابہت کا دھوکا کھائے گا۔ موئیکا ہرگز نہیں کہے گا۔!“

”اب تو تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔!“

”قُکُچُو خشی ہی معلوم ہوتے ہو تم مجھے ضرور چاہو گے۔!“ اس نے نیلی آنکھوں سے اسے گھوڑتے ہوئے کہا تھا۔

”قُکُچُو متاثر کر رہی ہو....!“

”تو پھر کیوں نہ اسی ہوٹل میں قیام کریں....؟“ اس نے جوزف سے کہا۔  
 ”میں تو پہن خوش تھا....!“ جوزف بولا۔  
 ”ہاں.... یہاں تمہاری بکواس سننے والا کوئی نہیں ہو گا....!“  
 ”غیر دیکھ لو....!“ جوزف ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”اگر کچھ ڈھنگ کی لاکیاں ہوں تو  
 میں ذیرہ ڈال دو....!“  
 ”ہاں میں....!“ جیسن اچھل پڑا اور اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا جیسے اس کے  
 سر پر سینک نکل آئے ہوں۔!  
 ”اس ناراکیوں ڈیکھنا سالا....!“ جوزف اردو میں بولا۔  
 ”یہ لل.... لڑکوں کی بات تم کر رہے ہو....!“  
 ”ہاں سالا.... تمہارا سوبث (محبت) کا آسرا ہے۔!“  
 ”تب تو بھاگ لو یہاں سے۔ لیکن نہیں تھہر و.... میں اندر جا کر دیکھتا ہوں۔!“  
 جوزف چاٹک ہی پر تھہرا تھا اور جیسن ہوٹل کے اندر چلا گیا تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تھا  
 لیکن چہرے پر ایسے ہی آثار تھے جیسے کوئی اچھی خبر نہ لایا ہو۔  
 ”اندر پولیس ہے اور ہرگز مجھی کے بارے میں پوچھ گجھ کر رہی ہے اخبار میں اس رقص کی  
 تصویریں ہیں جو انہوں نے ہوٹل میں ایک لڑکی کے ساتھ کیا تھا اور یہ خبر بھی کہ وہ اپنے  
 دوست پولیس آفیسر کی خاندانی تکوار لے جھاگے ہیں!“  
 ”یہ کیسے ممکن ہے....؟“  
 ”نام لو بوفانا چھاپا ہے....!“  
 ”پہا نہیں کیا جکر ہے....!“  
 ”میں نے تمہارے لئے کمرہ حاصل کر لیا ہے۔ تم میں تھہر و گے اور میں ہرگز مجھی کے  
 پیچے جاؤں گا!“  
 ”کہاں ڈھونڈو گے....؟“

”اس عورت مونی سارو کا کوئی پکر معلوم ہوتا ہے۔ پھر ولادی یا جیز داپس جاؤں گا دوسرے  
 میکا اپ میں تم اپنے رنگ کی وجہ سے وہاں شہبے کی نظر سے دیکھے جاؤ کے۔!“

مونی سارو نے تالی بجائی تھی اور ایک وحشت زدہ ساپھی خیسے میں داخل ہوا تھا۔  
 ”ان دونوں یہ غایبوں کو کیہاں لاو....!“ اس نے تحکمانہ لنج میں کہا اور وہ کسی پیشگوئی غلام  
 کی طرح اس کے سامنے جھکا تھا اور خیسے سے نکل گیا تھا۔  
 تھوڑی دیر بعد اس کی واپسی ہوئی تھی اور اس کے چہرے پر ہوا یاں اثر رہی تھیں۔  
 ”س... سی.... نوریٹا.... وہ بھاگ گئے....!“  
 ”کیا....؟“ وہ دھڑکتی ہوئی اٹھی تھی اور میز پر سے چھڑے کا چاپک اٹھیا۔ پس نبڑی طرح  
 کانپ رہا تھا۔  
 ”محاذقوں کو ملاو....!“  
 ”بب.... باہر موجود ہے.... سی نوریٹا....!“  
 وہ سر اپر دہ کی طرف چھپتی تھی۔  
 ”تھہر و....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔  
 وہ رک کر اس کی طرف مڑی تھی اور رہا تھا ہلاکر ہی سے باہر تھہر نے کہا تھا۔  
 ”کیا تم محاذقوں کو مارو گی۔!“  
 ”کھال گراؤں گی ان کی....!“  
 ”میری موجودگی میں ناممکن ہے۔!“  
 ”کیا مطلب....؟“

”تم میری موجودگی میں کسی مرد پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتیں....!“  
 وہ نہ پڑی تھی اور اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی تھی۔ ”وہ مرد نہیں بلکہ عورتو  
 سے بدتر ہیں کہ ان سے دو آدمیوں کی گرانی نہ کی گئی۔!“  
 ”کوئی اور سزادے دو.... مار نہیں سکتیں....!“  
 ”اچھا.... اچھا.... تمہارے کہنے سے انہیں معاف کر دوں گی....?“  
 ☺  
 عمران کی بڑا یت کے مطابق جیسن نے ویشیو کے چاٹک کے قریب والے سیاہ گلے میں  
 ڈالا تھا اور دو ہزار پونڈ کا بندل برآمد کر لیا تھا۔

”بات تو نمیک ہے... اچھی بات ہے.... جو سمجھ میں آئے کرو....!“

پھر جوزف وہیں رہ گیا تھا اور جیسن ہی کے میک اپ میں پھر والا ڈیجیز کی طرف چل پڑا تھا اس بار اس کے بال سنہرے تھے اور آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔ ایک بار پھر والا ڈیجیز اس کا مسکن بن گیا لیکن تھائی کھانے کو دوڑھی تھی۔ پیکی والا گروہ اب بھی وہیں مقیم تھا لیکن کوئی تقریب بہر ملاقات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ عمران کی زبانی چرس اور گانجے کی انکش کا علم بھی ہو چکا تھا اس لئے چرس کے ایمسن کے توسط سے دوست بنانے کا امکان بھی خارج از بحث تھا۔ اس نے جلد ہی پتا کیا کہ عمران بھیت لو بوفانا مومنی سارو کے خیے میں مقیم ہے۔ جیب گرم تھی اس لئے اس نے کھڑے گھٹا ایک اسکوڑ بھی خرید لیا تھا اگر نہ خریدتا تو وہ رات آنکھوں میں ہی کامنی پڑتی اور وہ خود کو بھی معاف نہ کر سکتا کیونکہ رات کے کھانے کے بعد عمران اور مومنی سارو والا ڈیجیز سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ مومنی سارو نے گیرانج سے سیاہ گنگ کی ایک پیوک نکلوائی تھی اور وہ دونوں کسی نامعلوم منزل کی طرف روان ہو گئے تھے اگر اسکوڑ نہ ہوتا تو وہ ان کا تعاقب ہرگز نہ کر سکتا۔ رات کو والا ڈیجیز کے آس پاس نیکسیاں نہیں ملتی تھیں۔ شہری آبادی میں ان کی گاڑی اس عمارت کے سامنے رکی تھی جہاں جہاز رال کمپنیوں کے دفاتر تھے جیسن نے بھی اسکوڑ روکا تھا اور پیدل ان کا تعاقب کرتا ہوا ایک کمپنی کے بلگ آفس تک آیا تھا شاہدانہوں نے کہیں کے نکل خریدے تھے۔ یہاں روشنی میں جیسن نے مومنی سارو کے ساتھی کو غور سے دیکھا۔ وہ میک اپ ہونے کے باوجود بھی پچھانا جا سکتا تھا۔ عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا ان کے کاؤنٹر سے ہٹتے ہی جیسن نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ انہوں نے جزیرہ میڈیلینیا کے نکل لئے ہیں اور کمپنی کا اسٹریٹھیک دو گھنے کے بعد اول یا تاساصل چھوڑ دے گا۔ جیسن نے بھی نکل خرید لیا۔ تعاقب کا سلسلہ ٹوٹ چکا تھا۔ وہ وہاں سے سیہا اپنے اس ہوٹل میں واپس آیا جہاں جوزف مقیم تھا۔ پوری کہانی سناتے ہوئے اس نے جوزف سے کہا۔ ”پورے ایک ہزار پونڈ تم اپنے پاس رکھو۔ لیکن معاملہ تین بوٹیں یومیہ سے آگے نہ بڑھنے دینا۔“

”ایسے ہی موقع پر میں اپنی رنگت کو کوئے لگتا ہوں۔!“ جوزف ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”خیر جاؤ۔۔۔ تھائی میں مجھ سے حماقت بھی سرزد ہو سکتی ہے۔ اسلئے ہوٹل سے باہر ہی نہ نکلوں گا۔!“ ”اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے میں نے محسوس کیا ہے کہ یہاں کی سورتیں کالے آدمیوں کی

تک میں رہتی ہیں....!“

”زیادہ بکواس کی ضرورت نہیں۔ میں دو دھپیتائپچہ نہیں ہوں۔!“  
جیسن تھوڑی دیر بعد بندرگاہ کی طرف جا رہا تھا۔



اسٹریٹ وسرے دن دس بجے سے پہلے میڈیلینیا نہیں پہنچ سکا تھا۔ کمی چھوٹی چھوٹی بندرگاہوں پر بھی رکتا ہوا آیا تھا اور یہ اچھا ہی ہوا تھا اور نہ جیسن کو تعاقب میں دشواری پیش آئی۔ میڈیلینیا اس کے لئے بالکل ہی نئی جگہ تھی اول یا میں تو خاصاً گھوم پھر لیا تھا۔  
اسٹریٹ سے اتر کر تعاقب میں بالکل ہی دشواری پیش نہیں آئی تھی وہ پیدل ہی جا رہے تھے اور ان کا سامان ایک مقامی آدمی اٹھائے ہوئے تھا۔ عمران کے ہاتھ میں اس کے قد سے بھی اوچا ایک عجیب وضع کا ڈنڈا تھا۔ غالباً پوری تکوار اس ڈنڈے میں پوشیدہ تھی۔

ٹھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک قلعہ نما عمارت میں داخل ہوئے تھے اور جیسن باہر ہی کھڑا تاپارہ گیا تھا کیونکہ نہ تو یہ کوئی تاریخی عمارت تھی اور نہ ہوٹل تھا۔ کسی کی رہائش گاہ معلوم ہوتی تھی۔ باہر مسلسل اور باور دی آدمیوں کا پہرہ تھا مومنی سارو کے استقبال کے انداز سے صاف ظاہر ہوا تھا جیسے وہ پہلے ہی سے اس کے منتظر رہے ہوں۔

ٹھوڑی دیر بعد اس کے پاس اس عمارت کے مکین سے متعلق خاصی معلومات اکٹھا ہو گئیں تھیں۔ یہاں اٹلی کا ایک طاقت ور سیاہ لیڈر اولڈ بار کوئی، سینٹر اولڈ بار کوئی رہتا ہے اور عوم میں سینٹر قصاب زادہ کے نام سے مشہور تھا۔ وجہ تسمیہ یہ معلوم ہوئی تھی کہ اس کے پردادا کو شاہی قصاب ہونے کا فخر حاصل تھا۔ بادشاہ کے لئے اپنے ہاتھوں سے اندر کٹ کالا کرتا تھا اور جانور کا انتقام بھی خود ہی کرتا تھا۔

میڈیلینیا خوبصورت جگہ تھی۔ پتھر میں زمین پر اتنے عمدہ جنگل اور سبزہ زار جیسن نے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ اگر اسے خوبصورت کا جزیرہ کہا جاتا تو بے جانتے ہو تاہر طرف سیاھوں کے غول کے غول نظر آئے۔ ان میں سے کچھ بھری راستوں سے آئے اور کچھ جزیرہ کپڑہ ریا سے موڑوں کے ذریعے آئے تھے۔  
جیسن نے ایک سرائے نماریستوران میں قیام کیا تھا جو قصاب کیسل سے زیادہ دور نہیں تھا۔

ہائے...! ”جیس نے اسے متوجہ کر کے کہا۔  
 ”یہ امریکیوں کی طرح ہائے دائے کیوں کر رہے ہو...! ... تم نے دیکھا فدیلی اس بیوقوف  
 مرکاشی عرب کو...! ”  
 ”عرب نہیں برابر ہوں...! ” جیس غصیلے لمحے میں بولا۔ فدیلی پوری طرح اس کی طرف  
 متوجہ ہو گئی تھی۔ میدان میں لوک رقص شروع ہو گیا تھا۔  
 ”سب بکواس ہے...! ” بوڑھا بڑا یا۔ ”میں تو صرف نشانے بازی کے کمالات دیکھنے آیا  
 تھا۔ کتابوں میں پڑھا تھا آواز پر نشانے کے بارے میں۔ میں نے کہا آج دیکھ بھی لوں۔ اگر وہ  
 فراہ نہیں ہے تو...! ”  
 ”شٹ اپ نیچے لین...! ” فدیلی بولی۔ ”تم بہت زیادہ بکواس کرتے ہو۔! ”  
 ”سوری ڈارلنگ.... یہ بیوقوف بر برجان کو آگیا ہے۔!  
 ”میں کیا کر رہا ہوں...! ” جیس بھڑک گیا۔ ”مدد ہے پن کی باتیں مت کرو درجنہ تمہاری  
 کر پر ڈھول باندھ کر بجانا شروع کر دوں گا۔!  
 ”میری محبوبہ کو مرعوب کرنے کی کوشش کر رہے ہو نوجوان بوڑھے۔ تم کسی بھی فیلڈ میں  
 میرا مقابلہ نہیں کر سکتے۔!  
 ”محترم میں نے آپ کو چیلنج تو نہیں کیا...! ” جیس گز برا کر بولا۔  
 ”اوہو...! مر امان گئے پیارے...! ” فدیلی بولی۔ ”چلو ہماری لانچ پر...! ... تمہاری تو ا واضح  
 کریں گے۔!  
 ”یہ کیا بکواس شروع کر دی تم نے...! ” نیچے لین نے بگز کر کہا۔  
 ”تم بھی بات ہے... پر دیسوں کا دل نہیں دکھیا کرتے۔!  
 ”اچھی بات ہے... تم کہتی ہو تو یہی سکی...!  
 ”چلو انھوں کیا کھا ہے...! یہاں...! ” فدیلی اٹھتی ہوئی بولی۔ ”لانچ پر اس برابر سے گیت  
 سیل گے۔ صورت سے ہی گویا معلوم ہوتا ہے۔!  
 ”ضرور گیت سناؤں گا اگر گینہار مل گیا...!  
 ”لینا ہے ہمارے پاس...! ” وہ چک کر بولی تھی اور جیس مگن ہو گیا تھا پھر وہ تماشہ گاہ

شام کی چائے پینے وقت ایک ہینڈ بل پر نظر پڑی۔ ویٹر کچھ ہی دیر قبل اسے میز پر رکھ گیا  
 تھا۔ ہینڈ بل اطالوی اور انگریزی دونوں زبانوں میں چھپا گیا تھا۔ مضمون یہ تھا۔  
 ”کیسل پارک میں تماشے کی رات سیاحوں کو مژہ...! اطالوی رقص، لوک کہانیوں کی  
 ڈرامائی تشكیل اور اہم ترین پروگرام..... سینٹر کے ایک قبائلی دوست کے کرتب جو آواز پر نشانہ  
 لگانے کا ماہر ہے۔ نشانہ بازی کی بہتیری ایسی اقسام جو عام آدمی کے وہم و گمان میں بھی نہیں  
 آسکتیں۔ نکٹ براہ راست کیسل سے حاصل کئے جاسکتے ہیں یا سیاح ان ہو ٹلوں کی انتظامیہ سے  
 رجوع کریں جہاں وہ مقیم ہیں...! ”  
 ”قبائلی دوست....! ” جیس نے طویل سانس لے کر آہستہ سے کہا۔ ”سی نور لو بیو فونا تا  
 کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔!  
 اسی ریستوران کے نیجر سے اس نے تماشے کی رات کا نکٹ حاصل کیا اور دن ڈھلتے ہی  
 کیسل پارک میں جادھ مکا تھا۔ یہاں روشنی کا ایک ایسا انتظام نظر آیا کہ رات روز روشن بن کر رہ  
 گئی تھی۔ نشتوں کا معقول انتظام تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہاں آئے دن ایسے کھیل تماشے  
 ہوتے رہتے ہوں۔ تو یہ سینٹر قصاب زادہ دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹ رہا ہے۔  
 ٹھوڑی بعد مغربی دروازے سے ایک جلوس پارک میں داخل ہوا جس میں قدیم وضع  
 کے رومن دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ چھکاتے ہوئے رنگا  
 رنگ ملبوس تھے اور انہوں نے مشعلیں اخہار کھی تھیں قدیم طرز کے سازوں کی آواز سے پارک  
 گو نجھے لگا۔ بڑے بڑے ڈھول گدھوں پر بار کئے گئے تھے جنہیں وحشیانہ انداز میں بیٹھ جا رہا تھا۔  
 ”ہم سے اچھے تو یہ گدھے ہیں...! ” جیس نے برابر بیٹھنے ہونے بوڑھے آدمی سے کہا۔  
 ”کیسے شاندار کوٹ پہن رکھے ہیں انہوں نے...!  
 ”تم بھی گدھے بن جاؤ...! ” بوڑھا نہیں کر بولا تھا۔ ”ہاں سے آئے ہو...?  
 ”مراکش سے.... جس مراکشی کھلاتا ہوں۔!  
 ”میں فرانس سے آیا ہوں۔ نیچے لین نام ہے اور یہ میری محبوبہ فدیلی ہے۔! ” بوڑھے نے  
 باہمیں جانب اشارہ کیا تھا۔ جیس نے جھک کر دیکھا۔ لڑکی کی عرض زیادہ سے زیادہ اخہارہ سال رہی  
 ہو گی۔ محبوبہ سے زیادہ اس کی نوازی لگتی تھی۔

سے نکل کھڑے ہوئے تھے اور ان کا رخ ساحل کی طرف تھا۔  
تحوڑی ہی دور پلے ہوں گے کہ اچانک کئی آدمی ان پر ٹوٹ پڑے۔ جیمسن کے بغل ہولہ  
سے رویا اور نکل آیا تھا اس نے انہیں کور کئے ہوئے پیچے ہٹ کر کہا۔ ”شریف آدمیو! کیا تم  
آدمیوں کو نہیں پہچان سکتے....؟“

”پولیزیا....!“ ان میں سے ایک غریب۔

”پھر بھی.... الزام تاتے بغیر.... تم اس طرح پیش نہیں آ سکتے!“

”رویا اور کا پر مٹ ہے تمہارے پاس....!“

”نہیں.... نقلی رویا اور کے لئے پر مٹ ضروری نہیں!“ جیمسن نے رویا اور کو اس کی  
طرف اچھاتے ہوئے کہا۔ اس نے رویا اور کو کچھ کیا تھا اور اس کا جائزہ لیتا ہوا اپنے دونوں  
سامچیوں سے بولا تھا۔

”انہیں حرast میں لے لو....!“

پھر وہ تینوں حرast میں لے لئے گئے۔ بوڑھا زیر لب گالیاں دے رہا تھا اور اپنی نوجوان  
محبوبہ کو الزام دے رہا تھا۔

”میں نے کیا کیا ہے....؟“ وہ بھنا کر بولی۔

بہر حال وہ کسی پولیس شہنشن کی بجائے سینٹر کے کیسل ہی کے ایک حصے میں لائے گئے تھے۔

”یہ تو پولیس اشیش نہیں....!“ جیمسن انہیں گھورتا ہوا بولا۔

”یہ حرامزادے میری نوجوان محبوبہ کو ہڑپ کر جانا چاہتے ہیں!“ بوڑھا بولا۔

”میں پام مجھی تو نہیں ہوں بوڑھے کھوست....!“ وہ بھنا کر بولی۔

”اب ایسے لجھے میں بات کرو گی....!“

”کیوں نہ کروں تم اول درجے کے گدھے ہو....!“

جیمسن کو وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ وہ اسے ایک الگ کمرے میں لائے اور زبردستی اس کا میک اپ  
اتار دیا۔

”اب بتاؤ تم کون ہو.... اور سی نور مونی ساروں کا تعاقب کیوں کر رہے تھے....؟“ ان میں  
سے ایک نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا....!“

”نی الحال اس معاملے کو یو نہیں رہنے دو۔ سینٹر کے سامنے پیش کریں گے!“ دوسرا بولا۔  
اس طرح وقتی طور پر جیمسن مزید پوچھ چکھے سے نیچ گیا۔



ادھر عمران پارک میں اپنی مشائق کا مظاہرہ کر رہا تھا کنی طرح سے نشانے لگا کر داد و صول  
کر رہا تھا۔ مونی سارو تو کھلی پڑ رہی تھی۔ خوفناک شکل والا گنجائی، بل ڈاگ ناچ سینٹر اس کے  
قریب ہی بیٹھا ہوا اس کی بان میں ہاں ملاکے جا رہا تھا۔

”بھتی یہ تو غصب کا آدمی ہاتھ لگا ہے.... کیا تمہاری طبیعت بھی ہے اس پر....!“

”ہاں سینٹر.... یہ پہلا مرد ہے جس نے مجھے متاثر کیا ہے....!“

”دونوں کو مالا مال کر دوں گا....!“

”مٹکریہ سینٹر.... لیکن اس کی تکوار کا کیا ہو گا!“

”جو قیمت دوسراے او اکریں گے اس سے زیادہ میں دے سکتا ہوں۔ آخر مجھے بھی تو  
نوادرات کا شوق ہے!“

”میں بھی یہی سوچ رہی ہوں.... اتنی قیمتی چیز کسی دوسرے ملک میں کیوں فروخت ہو!“

”اویاری کی تو ترمی حالت ہو گی!“

”پتا نہیں....!“

”غیر.... خیر.... دیکھیں گے....!“

اتنے میں ایک آدمی آیا تھا اور جھک کر سینٹر کے کان میں آہستہ آہستہ کچھ کہنے لگا تھا۔

”ٹھیک ہے.... جاؤ....!“ وہ ہاتھ ہلا کر بولا اور وہ آدمی الٹے پاؤں واپس چلا گیا تھا۔ ادھر  
عمران چکدار تحرک چیزوں پر نشانے لگا رہا تھا۔

”کیا بات تھی....؟“ مونی سارو نے سینٹر سے پوچھا۔

”وہ آدمی پکڑ لیا گیا ہے جو اول بیا سے تم دونوں کا تعاقب کرتا ہوا یہاں آیا تھا....!“

”کمال ہے.... مجھے تو علم نہیں....!“

”میں تو غالباً نہیں رہتا....!“

”میں سمجھی.....!  
”میں سمجھیں.....؟  
”تمہیں مجھ پر بھی اعتقاد نہیں ہے۔ دراصل تم میری بھی مگر انی کرتے ہو گے اس سلسلے میں  
یہ اکشاف تم پر ہوا ہو گا!“

سینٹر کچھ نہ بولا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے برباد خاموشی کہہ رہا ہو۔ ”تم ٹھیک سمجھی ہو۔“ لیکن  
مومنی سارو کی پیشانی پر ناگواری کی لکیریں ابھر آئی تھیں اس نے بھی مزید پوچھ گچھ نہ کی۔ ویسے  
اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار صاف محسوس کئے جاسکتے تھے۔

پروگراموں کے اختتام پر وہ عمران سمیت عمارت میں واپس آئے تھے اور جیسن بصورت  
اصلی ان کے سامنے بیٹھ کیا گیا۔ شاکر سینٹر عمران پر اس کا رد عمل دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن اسے  
ناکامی ہوئی۔ عمران ایسا بن گیا جیسے اس سے پہلے کبھی اسے دیکھا ہی نہ ہو۔ پھر سینٹر نے اس سے  
براؤ راست سوال کیا۔ ”کیا تم اس آدمی کو جانتے ہو.....؟“

”نہیں..... میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔.... کیا قصہ ہے .....؟“  
”اول یا سے تم دونوں کا تعاقب کرتا ہوا آیا ہے .....!“

”تب تو پھر یہ اولیاری ہی کا کوئی آدمی ہو سکتا ہے .....!“ عمران بولا۔  
”ناممکن..... میں نے کچھ گولیاں نہیں کھلیں!“ مومنی سارو نے نہ اسامنہ بنا کر کہا۔  
”یہ ٹھیک ہے میں اسی کا آدمی ہوں۔ آج سے نہیں قریباً تین سال سے۔!“  
”کیا مطلب .....؟“ مومنی سارو نے آنکھیں نکالیں۔

”مومنی ڈارلنگ میں تمہارے قریب کسی دوسرے مرد کا وجود برداشت نہیں کر سکتا۔!“  
جمسون نے دردناک لمحہ میں کہا۔

”کیا بکواس ہے ..... میں نہیں جانتی تم کون ہو.....!“  
”میں نے یہ کب کہا ہے کہ تم مجھے جانتی ہو۔ میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں تمہیں جانتا  
ہوں۔ تین سال سے مختلف بھیسوں میں والا ڈیجیٹر میں ہی پڑا رہا ہوں۔!“

”تم مختلف اوقات میں میرا تعاقب کرتے رہے ہو.....!“  
”بالکل کرتا رہا ہوں ..... میں نے تمہیں اس شخص کے ساتھ رقص کرتے بھی دیکھا تھا اور

بہت جلد اسے مار ڈالوں گا تمہاری آنکھوں میں اس کے لئے محبت نہیں برداشت نہیں کر سکتا!“

”میں تمہیں یقین ہے کہ تم اسے نہیں جانتے .....!“ سینٹر نے پھر عمران کو مخاطب کیا۔

”تم آدمی ہو ..... یا .....!“ عمران بھنا کر بولا تھا لیکن مومنی نے اسے جملہ پورا کرنے سے روک دیا۔

”تم میرے مہمان کی توہین کر رہے ہو ..... سینٹر .....!“ مومنی نے دغل اندازی کی تھی۔

”تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں مشکل ہی سے اعتماد کیا کرتا ہوں!“

”یہ تم مجھے کس جانور کے پاس لائی ہو .....!“

”اف فوہ ..... فوٹا ..... تم خاموش رہوں گا .....!“ وہ اس کا شانہ تھپک کر بولی۔

”نہیں بولنے دو .....!“ سینٹر غریباً تھا۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ ”لے جاؤ اور اتنا تشدد کرو کہ سب کچھ اگلے دے!“

”مجھے تم سے ایسی امید نہیں تھی .....!“ جیسن مومنی سارو کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”میں بھی اسے پسند نہیں کروں گا .....!“ عمران بولا۔ ”وہ تمہیں اس قدر چاہتا ہے .....!“

”میں بھی اس کو اسی قدر چاہتا ہوں .....!“ سینٹر بولا۔

”اچھا تور قابت کی بناء پر تم اس پر ظلم کرو گے .....!“ عمران نے اسے گھور کر کہا۔

”تم خاموش رہو ..... ورنہ تمہارا امتحان لینے پر مجبور ہو جاؤ گا .....!“

”اس سے اس لمحے میں گفتگو نہ کرو ..... سینٹر .....!“ مومنی سارو بھڑک اٹھی۔ ”ورنہ میں اسے واپس لے جاؤ گی .....!“

”تم اسے واپس لے جاؤ گی .....?“ سینٹر حقارت سے بولا۔

”اپنا بچہ ٹھیک کرو .....!“

”اوہ ..... تو اس چھت کے نیچے مجھ پر غرائے گی .....!“ سینٹر کا بچہ بے حد توہین آمیز تھا۔

”وسرے ہی لمحے میں عمران کا اللائاتھ اس کے جبڑے پر پڑا تھا۔ اس کی کرسی کھکنے کی آواز آئی تھی اور پل بھر کے لئے وہاں سنا چاہا گیا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سب کو سانپ سو گھنگیا ہو۔

”مارو .....!“ دفعتاً سینٹر دھاڑا تھا اور اس کے چاروں آدمی عمران پر ٹوٹ پڑے تھے۔ پھر ایک تو فوری طور پر اچھل کر دور جا پڑا تھا۔ جس کے اوپر سے عمران چھلانگ لگا کر کمرے کے وسط

میں پہنچ گیا۔

جنیس کے ہاتھ بھی اب بند ہے ہوئے نہیں تھے۔ اس نے چیخ کر کہا۔

"اے رقب.... پروانہ کرو.... اس وقت میں تیر اسی ساتھ دوں گا....!"

"اتی دری میں دوسرا بھی ذہر ہو چکا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے عمران تاک تاک کر مخصوص تم کی ضربات لگا رہا ہو۔ جس پر بھی ہاتھ پڑ جاتا پھر نہ اٹھ سکتا۔ موñی سارو تھیں لگا رہی تھی اور سنیز گالیاں بک رہا تھا۔ چوتھے آدمی کے گرتے ہی سنیز نے روپ اور نکال لیا۔

"فونتا.... ہوشیار....! " موñی سارو چینی۔

"پروانہ مت کرو.... اس کی موت آئی ہے!"

"کتے....! " سنیز نے فائر جھوک مارا۔

موñی سارو نے عمران کو گرتے دیکھا پھر اسے تاب نہ رہی۔ وہ دیوانہ وار سنیز پر ٹوٹ پڑی اور جنیس چلا ٹکیں مارتا ہوا ان دونوں کے قریب آپنچا تھا۔ موñی سارو نے دونوں ہاتھوں سے سنیز کا روپ اور والا ہاتھ تھام رکھا تھا اور سنیز کا بیان ہاتھ اس کی گردان پر تھا۔ جنیس نے سنیز پر کے بر سانے شروع کر دیئے۔ لیکن وہ کم از کم اس کے بس کاروگ تو ہرگز نہیں تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے کسی چیزان پر پڑ رہے ہوں۔

ٹھیک اسی وقت پانچ چھ آدمی اور اندر گھس آئے موñی سارو کو اتنا ہی ہوش تھا کہ اس نے عمران کو دوبارہ اٹھ کر ان پر جھنپتے دیکھا تھا اور پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ سنیز کی گرفت اس کی گردان پر اتنی ہی سخت تھی اس نے اسے پرے جھنک دیا اور جنیس پر چڑھ دوڑ۔ روپ اور اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا اور شامدابھی اس میں پانچ گولیاں باتی تھیں۔

دفعتا جنیس نے ایک کری اٹھائی اور چھت سے لکھے ہوئے ایک برتنی قتفتے پر کھینچ ماری۔ کرے میں تار کی پھیل گئی اور وہ سب جانوروں کی طرح چینچنے لگے۔

موñی سارو کو کسی قدر ہوش آیا تو اس نے محسوس کیا جیسے وہ اپنے بیرون کو تکلیف دیجے بغیر اچھلتی کو دیتی بھاگی جا رہی ہو۔ کچھ دیر بعد ذہن کسی قدر اور صاف ہوا تو وہ الجھن میں پڑ گئی۔ پا نہیں کس کے کاندھے پر سوار تھی اور وہ سر پٹ دوڑا جا رہا تھا۔ سردی کا احساس بھی ہوا تھا وہ کسمائی ہی تھی کہ لوپونتا کی آواز سنائی دی۔ "بس چپ چاپ اسی طرح پڑی رہو.... وہ ہمارا

تاقاب کر رہے ہیں۔!"

"اور مجھ سے بھی تمہارا پیچھا نہیں چھوٹ سکتا....!" دوسری آواز آئی شاید وہی تھا جس کی وجہ سے اچاک ہنگامہ شروع ہوا تھا۔

"نہیں....! مجھے اتار دو.... ورنہ نادشکی میں پٹ جاؤ گے۔!" موñی سارو بولی۔ "میں تھیں چھپنے کے لئے جگہ بتا دوں گی۔!"

عمران نے اسے اتار دیا اور وہ اس کا ہاتھ پکڑے دوڑتی رہی۔

"میری تکوar بھی گئی.... اور مفت گئی۔!" عمران بڑ بڑا تھا۔

"پروانہ مت کرو فونتا.... اور اب وہ جنگلی سور زندہ نہیں رہ سکتا۔ موñی سارو بہت طاقتور ہے۔!"

"ارے واہ.... رے طاقتوری....!" عقب سے آواز آئی۔ "بھاگتی پھر رہی ہیں اور گیت بھی گارہی ہیں اپنی ہی طاقتوری کے۔!"

"تم چپ رہو خبیث.... یہ سب تمہاری ہی وجہ سے ہوا ہے۔!"

"اب آؤ.... میرے کاندھے پر بھی سوار ہو جاؤ.... اپنی محبت کا ثبوت دینا چاہتا ہوں۔!"

"بھائی رقب خاموش رہو....!" عمران کر اہل۔ "یہ جھلکے کا وقت نہیں ہے۔!"

"انداز آہم کیسل سے کس سمت جا رہے ہیں....!" موñی سارو نے سوال کیا۔

"غالباً شمال مغرب کی طرف....!"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔ بس چلے چلو.... تھوڑی دیر بعد ہم محفوظ ہوں گے۔!"

"شامک میں شکاری کتوں کی آواز بھی سن رہا ہوں....!" جنیس بولا تھا۔

"اگر ہم نیکو کیسل تک پہنچ گئے تو کتوں سے بھی محفوظ رہ سکیں گے.... اور تم زخمی ہو فونتا....؟ میں نے تمہیں گرتے دیکھا تھا....!"

"وہ تو میں نے اسے ڈونج دیا تھا۔ ہائے میری تکوar.... کیوں؟ آجیا تمہارے کہنے میں۔!"

"میں ذمہ لیتی ہوں.... تکوar کا.... ٹکرنا کرو.... وہ حرام زادہ میرے بغیر ایک قدم بھی

نہیں چل سکتا۔ تم دیکھی ہی لو گے۔!"

"اس انہیں میں کہاں بھکٹتے پھریں گے....؟"



”یہ تم دونوں کس زبان میں گفتگو کرتے ہو.....؟“ مومنی نے عمران سے پوچھا۔  
 ”نہیں تو.....! وہ کہا تھا ہے تو میں بھی کہا ہے لگتا ہوں....!“ عمران نے جواب دیا۔  
 ”ضرور کوئی چکر ہے..... کہیں میں یوں قوف تو نہیں بن گئی.....!“  
 ”بھلا تم کس طرح یوں قوف بن سکتی ہو۔ یوں قوف تو میں بناؤں تکوار بھی گئی۔ اولیاری کی  
 دستی بھی گئی!“  
 ”اس طرح پچھتاوے گے تو گولی مار دوں گی۔!“  
 ”تم ہی مجبور کر رہی ہو پچھاتے پر.....!“  
 ”اچھا... اچھا...! میں اب خاموش رہو...! سیدھے چلو ان نو کیلی چنانوں کی طرف...!  
 اور ہر سے ہم جنگل میں نکل جائیں گے!“  
 ”محبے سینڑاتا حق نہیں معلوم ہوتا!“  
 ”کیا کہنا چاہتے ہو.....؟“ چنانوں کے قریب پہنچ کر مومنی سارو نے اس کی پشت پر سے  
 اترتے ہوئے پوچھا۔  
 ”میں کہ اس نے نکاٹی کا کوئی راستہ نظر اندازنا کیا ہو گا۔!“  
 ٹھیک اسی وقت انہوں نے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں۔  
 ”آگے... اب سنھالو... بھائی رقبہ!“ جیمسن بولا۔  
 ”ضرور سنھال لوں گا....!“ عمران نے کہا اور مومنی سے ان چنانوں کے متلئ پوچھ گھم  
 کرنے لگا۔

”صرف ایک غار ہے جس کا دہانہ ادھر جنگل میں ہے۔!“  
 ”یہ کتوں کی آوازیں اسی طرف سے آرہی ہیں۔ غاباً وہ غار میں داخل ہو گئے ہیں۔ دکھاوے  
 ادھر کا دہانہ کہاں ہے۔!“  
 عمران نے بغلی ہو لشتر سے ڈارٹ گن بیکال لی تھی اور پھر وہ غار کے دہانے پر جم گیا۔ کتوں  
 کی گھٹی گھٹی سی آوازیں قریب ہوتی جا رہی تھیں۔ دفعتاً اس نے ڈارٹ گن سے غار کے دہانے پر  
 فائر کیا۔ بس ہلکی سی آواز ہوئی تھی جیسے کوئی پتلی سی تلی نوٹی ہو...! دوسرا فائر ہوا اور یک یک  
 کتوں کی آوازوں میں واضح طور پر کمی محسوس ہونے لگی تھی۔ پھر ایک فائر کیا گیا پھر پے در پے

”کپوٹھا میں....، تردن و سطھی کی ایک بندراگا ہے.... جہاں قدیم رومن اپنے جہازوں /  
 لنگر انداز کیا کرتے تھے۔!“  
 ”میا وہاں کوئی نہیں چوکی نہیں ہے۔!“  
 ”ہے کیوں نہیں.... یہ بانس باضافہ طور پر امپورٹ کئے جاتے ہیں۔!“  
 ”میں کپوٹھا جانا چاہتا ہوں....!“  
 ”فی الحال تو یہاں سے نکلنے کی سوچو....!“  
 ”یہ تو تمہارے سوچنے کی بات ہے۔ ظاہر ہے کہ میں اس علاقے کے پارے میں کچھ بھر  
 نہیں جانتا۔ کپوٹھا سے یہ بانس یہاں تک کیسے لائے جاتے ہیں۔!“  
 ”سرک کے ذریعے آتے ہیں۔ حالانکہ انہیں سمندری کے راستے آنا چاہئے۔!  
 دفعتاً باہر سے مائیکروfon پر کسی کی آواز آئی۔  
 ”چورو.... باہر نکل آؤ.... ورنہ بانسوں میں آگ لگادی جائے گی۔!  
 ”تم نے دیکھا وقت ضائع کرنے کا انجام...!“ عمران مومنی سارو کی طرف دیکھ کر غریباً  
 ”آواخمو....!“ وہ یک بیک اٹھتی ہوئی بولی۔ ”ان کا رخ مشرق کی طرف تھا۔!  
 وہ تیزی سے چل رہی تھی۔ عمران اور جیمسن اس کے پیچے تھے۔  
 ”اگر مجھ سے کوئی ایسی حماقت سرزد ہوئی ہوتی تو تمیری گردن ازادیتے....!“ جیمسن اس  
 میں بڑیا۔  
 ”پلٹارہ چپ چاپ.... ورنہ جچ جچ اڑاہی دوں گا گردن.... تعاقب کر کے کھیل لگاڑ دیا۔!  
 ”میں تو سمجھا تھا کہ آپ واقعی کسی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں۔!  
 ”اکہ انہوں نے جچ جچ آگ لگادی....!“ مومنی چلتے چلتے مڑ کر بولی۔  
 وہ بھی مڑ رہے تھے۔ مغرب کی جانب ایک دیوار سے شعلے لپک رہے تھے۔  
 ”اور تیز چلو....!“ مومنی سارو قریب قریب دوزتی ہوئی بولی۔ عمران نے جھپٹ کر اے  
 پیچہ پر اٹھا لیا اور بولا۔ ”بس تم راستہ بتائی جاؤ....!“  
 ”بھائی رقبہ تو کیا اب اس طرح ڈرائیور کے جاؤ گے۔!“ جیمسن اس کے پیچے دوزتا ہوا بولا۔  
 ”چلے آؤ چپ چاپ.... ورنہ ہلیاں سرمہ کر دوں گا۔!“

تمن فارز دراہی سی دیر میں سنٹا چھا گیا تھوڑی دیر بعد وزنی قدموں کی چاپ سنائی دی تھی اور عمران بائیں جانب دبک گیا اس نے ان دونوں کو بھی اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تھا اور انہوں نے تمیل میں دیر نہیں لگائی۔

تھوڑی دیر بعد دو آدمی غار کے دہانے سے برآمد ہو کر سراسمہ نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگے پھر ایک کتابی بھی لا کھڑاتا ہوا غار سے باہر آیا تھا اور ان کے قدموں کے قریب تھی ذمیر ہو گیا تھا۔

عمران کا اشارہ پا کر جیمسن نے ان میں سے ایک پر چلا گئے تھے اور دوسرا کو خود عمران نے سنبھال لیا تھا۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد دونوں ہی نے کاندھے ڈال دیے۔ انہی کی نائیں سے ان کے ہاتھ پشت پر باندھ دیے گئے تھے۔

”کہو دستو! کیا حال ہے تمہارے سینٹر کا...؟“ عمران نے مصلحہ اڑانے کے سے انداز میں سوال کیا۔ وہ کچھ نہ بولے۔

”ٹھہر و..... مجھے بات کرنے دو....!“ مومنی ہاتھ اٹھا کر بولی اور عمران پیچھے ہٹ آیا۔

” بتاؤ.... اوھر جنگل میں کتنے آدمی ہیں!“

”لک.... کوئی بھی نہیں ہے!“

”کتے اور کتے ہیں....؟“

”پپ.... پتا نہیں کیا ہوا.... مر گئے شامک....!“

”لتے ہی تھے یا اور بھی ہیں....؟“

”نن.... نہیں.... اب نہیں ہیں....!“

”تم جنگل میں کس طرح پیچے تھے....؟“

”مٹ.... مٹک ہے.... ہمارے پاس....!“

ٹھیک اسی وقت کسی ہیلی کوپر کی آواز سنائی دی اور وہ تینوں دوڑ کر غار کے دہانے میں غائب ہو گئے تھے۔ دونوں قیدی چھاپ تھے وہاں کھڑے رہے۔

”اگر ایک ہی ہیلی کوپر ہو تو....!“ عمران کچھ سوچتا ہوا بڑی بڑی۔

”تو کیا ہو گا....؟“ مومنی سارو بولی۔

نیمبو کیسل

”حالات پر منحصر ہے تم دونوں میرے پیچھے آ جاؤ اور کتوں کا دھیان رکھنا.... ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی ہوش میں آجائے!“

وہ غار کے دہانے پر سے آسمان کی جانب گمراں تھا۔ دفتاری ہیلی کو پڑا انہی چٹانوں پر منڈلانے لگا۔ دونوں قیدی چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ پھر سامنے آگئی۔ شائد لینڈ کر رہا تھا۔ ”ہوشیار....!“ عمران بولا۔ چھپا ڈا تھا۔ پھر بھی شائد ہی ان دونوں نے سا ہو۔ ہیلی کو پڑ کی آواز انہوں کے پردے پھٹائے دے رہی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ہیلی کو پڑ لینڈ کرتا ہوا نظر آیا۔ ہوا کے بھکڑوں سے محفوظ رہنے کے لئے دونوں قیدی زمین پر گر گئے تھے۔

ہیلی کو پڑ کے لینڈ کرتے ہی پائیں کٹ کو دوڑتا ہوا قیدیوں کے قریب آیا تھا اور وہ غار کے دہانے کی طرف اشارہ کر کے اس سے کچھ کہتے رہے تھے۔ اس نے سر کو تخفیہ جبتش دی اور وہ کھڑا گار کی طرف دیکھتا رہا۔ ہیلی کوپر کا انجمن اس نے بند نہیں کیا تھا۔

”کیا خیال ہے یور مجھشی....!“ جیمسن نے عمران کے کان سے منہ لگا کر پوچھا۔  
”ابھی یا کبھی نہیں....!“ عمران بولا۔

پھر دوسرا سے ہی لمحے میں وہ غار سے نکل بھاگا تھا۔ بالکل ریڈ انٹریوں کے سے انداز میں شور مچاتا ہوا پائیں کٹ پر ٹوٹ پڑا۔ قیدیوں کے ہاتھ اب بھی بندھے ہوئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ پائیں کٹ کی مدد کے لئے جھپٹے تھے مومنی سارو اور جیمسن بھی غار سے نکل آئے اور قیدیوں کی راہ روک کر کھڑے ہو گئے۔

”گدی عورت....!“ ایک قیدی غرایا۔ ”جھے پچھتا پڑے گا۔!“

”اپنی زبان بند رکھو.... ورنہ دوسرا دنیا کے سفر پر روانہ کر دیئے جاؤ گے۔!“ جیمسن نے کہا۔  
”اپنے الفاظ ضائع نہ کرو.... یہ بے غیرت لوگ ہیں....!“ مومنی سارو بولی۔

اتنی دیر میں عمران پائیں کٹ کو گرا کر اس کی پشت پر سوار ہو چکا تھا۔ پھر اس نے اس کے گلے سے اسکارف کھولا تھا اور اس کے ہاتھ بھی پشت پر باندھ دیے تھے۔

”اس سے.... لک.... کیا.... کیا.... فائدہ....؟“ مومنی سارو قریب آکر ہٹکا۔

”اب چاہے کیسل کی طرف واپس چلو چاہے جنگل کی طرف نکل چلو....!“

”اوہ.... تو کیا تم پائیں کر سکو گے....!“

”کیوں نہیں.... میں بھی نہیں دیں صدی ہی کی پیداوار ہوں....!“  
”ہاں.... ہاں....!“ جیسن سر ہلا کر بولا۔ ”میری طرح اخبار دیں صدی کے عاشق نہیں  
بیں بھائی!“

مونی سارو چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ”سینٹر کی زندگی میں ہمیں کہیں بھی پناہ نہیں  
مل سکے گی۔ اس ساپ کو چھیرا ہے تو اس کا سر ہی کچلنے کی کوشش کرو!“

”سوال تو یہ ہے کہ کس طرح....؟“  
”کیسیں ہی کی طرف چلو.... وہاں بھی چھپنے کے لئے ہتھی گھبیں موجود ہیں!“

”روز روشن میں....؟“

”فکر نہ کرو.... کسی جگہ لینڈ کریں گے کہ فوری طور پر کوئی ہم تک نہیں بخیج سکے گا!“  
”آپ لوگ بے حد عقل مند معلوم ہوتے ہیں!“ جیسن بول پڑا۔ ”یہ تینوں آپ کی  
اسکیم سے آگاہ ہو چکے ہیں!“ اس نے قیدیوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔

”خاصے عقل مند معلوم ہوتے ہو....!“ مونی اسے گھوڑتی ہوئی بولی۔

”فکر نہ کرو....!“ عمران پائیکٹ کو زمین سے اخہاتا ہوا بولا۔ ”سب ٹھیک ہو جائے گا!“  
پھر وہ اس کو غار کی طرف لے جاتا ہوا نظر آیا تھا۔

”بھلامت کیسیں میں اپنا بچاؤ کس طرح کر سکو گی....؟“ جیسن نے مونی سے پوچھا۔  
”یہ تم مجھ پر چھوڑو.... پچھلی رات سب کچھ غیر متوقع طور پر ہوا تھا درنہ میں اس طرف  
بھاگنے پر وہیں کہیں چھپ رہے کو ترجیح دیتی....!“

اتی دیر میں عمران نے ان دونوں کو بھی غار ہی میں پہنچادیا تھا.... اور واپس آکر بولا۔ ”کئی  
گھنٹے تک آرام سے سوتے رہیں گے!“

”یہ ڈارٹ گن کہاں سے ہاتھ لگی....؟“ مونی نے عمران سے پوچھا۔  
”اوہ.... یہ تو کھلونا ہے میرا.... بچپن میں میرے باپ نے کہیں سے لا کر دی تھی اور  
ڈارٹ میں خود تیار کرتا ہوں.... بیوی شی سے موت تک کی سویاں موجود ہیں!“  
مونی کسی سوچ میں پڑ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد بولی۔ ”یہ پائیکٹ تمہارے ہی قدو قامت کا  
ہے۔ اگر تم اس کی جگہ لے سکو تو کیسی رہے۔!“

”بات تو ٹھیک ہے.... میں کوشش کرتا ہوں....!“ عمران نے کہا اور پھر غار کی طرف  
پڑ گیا۔

تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو اس کے جسم پر پائیکٹ کی وردی تھی۔ لیکن تبدیلی شکل کا مسئلہ  
آسان نہیں تھا۔

”تم اس کی ٹکرنا کرو....!“ مونی سارو بولی ”وہ شائد ہی اسے ذاتی طور پر پہچانتا ہو۔ اس کے  
بیڑرے ملاز میں اس کے لئے اجنبی ہیں!“

”لیکن میں تو اجنبی نہیں ہوں....!“

”اب یہاں میرے پاس میک اپ کا سامان بھی نہیں ہے۔!“ مونی سارو بولی۔

”میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہ اپنے پائیکٹ کو پہچانتا بھی ہو گا!“

”اب بھی کہہ چکی ہوں کہ یہ ضروری نہیں ہے۔!“

”تو آؤ چلو.... دیکھا جائے گا!“ عمران نے کہا اور انہیں ساتھ لے کر ہیلی کو پڑ میں آبیٹھا۔  
کچھ دیر بعد وہ نیکوں کیسیں پر پرواز کر رہے تھے۔ انہوں نے اس کے ایک حصے میں آگ لگی  
ہوئی بھی دیکھی اور بد ستور کیسیں کی طرف پرواز کرنے رہے۔

”میں تمہیں سید ہی ہیلی پیٹھی ہی کی طرف بے چلوں گی!“ مونی سارو بولی۔

نیکوں بالکل خاموش تھا.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اپنی کسی اسکیم کو ترتیب دے رہا ہو۔  
ہیلی کو پڑ کیسیں کے قریب پہنچ پکھا تھا مونی سارو عمران کو ہدایات دیتی ہوئی ہیلی پیٹھی تک لائی  
تھی اور ہیلی کو پڑ لینڈ کر گیا تھا لیکن جب عمران اس کی طرف مڑا تو ہبکا بکارہ گئی۔ وہ اس کا چہرہ تو  
ہرگز نہ تھا۔ عجیب طرح کی ناک تھی اور دہانہ گھنی موچھوں کے نیچے چھپ گیا تھا۔  
”تت.... تم....!“ وہ ہکلائی۔

”پریشان ہونے کی ضرورت نہیں.... یہ میرا ریڈی میڈی میک اپ ہے۔!“

ہیلی کو پڑ سے اترے ہی تھے کہ دو مسلح آدمی ان کے سروں پر آسوار ہوئے۔

”باس کہاں ہے....?“ عمران نے غرائی ہوئی سی آواز میں ان سے سوال کیا۔

”میوزیم میں.... تم سید ہے وہیں لے جاؤ....!“ جواب ملا وہ ایک جانب مڑنے والے تھے  
کہ ایک مسلح آدمی نے ہاتھ اخہار کر کہا ”میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔“

میوزیم کے گھٹ والے ستری نے انہیں روکنے کی کوشش کی تھی لیکن عمران کے تیور دیکھ کر بات آگئے نہ بڑھائی۔ عمران ان دونوں کو لئے ہوئے ہال میں داخل ہوا۔

سینٹر ایک ملازم کی مدد سے اولیاری کی تکوار کسی مناسب جگہ پر رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر غرایا۔ ”جو سے بھاگ کر کہاں جائے گی عورت...!“ پھر اس کی نظر عمران پڑی تھی۔

”اوہ.... تمہیں یہاں قدم رکھنے کی جرأت کیوں نکر ہوئی۔!“ وہ اسے گھورتا ہوا بولا تھا۔

”یہ قیدی ہیں کی نور...!“

”لیکن کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہاں وہی قدم رکھ سکتا ہے جس کی طبی ہو۔!“

”اے بھو طبی ہی سمجھے.... بڑی مشکل سے ہاتھ آئے ہیں۔!“

”تمیرا کہاں ہے....!“

”میں کسی تمیرے سے واقف نہیں ہوں یہمہ کیسل کے ایک حصے میں آگ لگ گئی ہے۔!“

”اپنا شاخت نامہ نکالو....!“ دفعتاً سینٹر آگے بڑھ کر بولا۔

”شش.... شاخت نامہ....!“ وہ ہکلایا۔ پھر جیمن سے اردو میں بولا۔ ”لے یہاں اس ملازم

کو توڈ راسنچاں نامیں اسے شاخت نامہ دکھاؤ گا۔!“

دوسرے ہی لمحے میں اس کا اٹا تھہ سینٹر کے گال پر پڑا جیمن نے ملازم پر چھلاگ لگائی تھی

اور مونی سارو بھی اس کی مدد کرنے پہنچ گئی تھی اس نے ایک وزنی گلدن اٹھا کر ملازم کے سر پر

خرب لگائی اور وہ کسی تاوار درخت کی طرح ڈھنپھا چلا گیا۔

ادھر سینٹر عمران سے لپٹ پڑا تھا مونی سارو غال غافل نہیں تھی اس نے داخلے کا دروازہ بند

کر کے بولت کر دیا۔

”اب کیا خیال ہے دو غلے کتے....!“ وہ سینٹر کو مخاطب کر کے بولی۔

”اُمگی معلوم ہو جائے گا۔!“ وہ ہانتا ہوا بولا۔ ”تم میں سے کوئی بھی زندہ سلامت نہیں

جائے گا۔!“

پھر وہ عمران کی گرفت سے نکل کر پیچے ہٹا تھا اور اولیاری والی تکوار اٹھا لی تھی۔

”ہوشیار....!“ مونی سارو چینی۔

مونی سارو کیسل کے چھے چھے سے واقف تھی عمران اسے دیں ٹھہر نے کا اشارہ کر کے گارڈ کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ”ذریمیری ایک بات سنتا....!“

”کیا بات ہے....؟“ وہ رک کر اس کی طرف مڑا۔

”تم شاید میرے بھائی کی قریبی دوستوں میں سے ہو....!“ عمران نے کہا۔

”کس بھائی کی بات کر رہے ہو....!“

”جس کی جگہ میں اس وقت ڈیوٹی انعام دے رہا ہوں۔!“

”آہ.... گارسیا کے بھائی ہو....!“

”ہاں... اور اس کیلئے بہت زیادہ پریشان بھی ہوں کیا تم تھائی میں میری ایک بات سن لو گے۔!“

”کیوں نہیں....!“ گارڈ نے کہا اور اپنے ساتھی سے بولا۔ ”تم چلو میں ابھی آرہا ہوں۔!“

پھر گارڈ عمران کو اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھ گیا تھا۔

”اب یہ کیا کرنا چاہتا ہے....!“ مونی بڑھ رہا۔

”مجھے تو پاگل معلوم ہوتا ہے۔!“ جیمسن بولا۔ ”یہاں پہنچ کر ان لوگوں سے چھپر چھاڑ کی کیا ضرورت تھی۔!“

”تم بکواس بند کرو....!“

”اڑے تو چلو.... اس کی واپسی تک یہیں کوپڑ میں کیوں نہ بیشیں۔ کہیں پھر کوئی مصیبت نہ

تاں ہو جائے۔!“

”بعض اوقات یہ شخص مجھے الجھن میں ڈال دیتا ہے۔!“

”میں اس سے زیادہ خوبصورت بھی ہوں اور سید حاسادھا بھی....!“

”ایک تھپڑ میں سارے دانت باہر آ جائیں گے اگر اب آواز نکلی۔!“

وہ پندرہ منٹ بعد عمران پھر دکھائی دیا میک اپ اپ بھی وہی تھا لیکن کیسل کے گارڈ کی

وردی میں تھا اور ایک ریو اور بھی ہاتھ لگ گیا تھا۔

”گارڈ کو ٹکھانے لگا دیا شاکن...!“ مونی سارو طویل سانس لے کر بولی تھی۔

”جلدی کرو....!“ عمران قریب پہنچ کر بولا۔ ”مجھے میوزیم میں لے چلو....!“

وہ دونوں یہیں کوپڑ سے اڑ آئے۔

لیکن مومن سارو نے خود ہی اس کا پچھا چھوڑ دیا۔ اب وہ عمران کے قریب آکر کھڑی ہوئی تھی سینٹر کی آنکھیں پھیل گئی تھیں اور چہرہ سرخ ہو گیا تھا پیشانی کی رگیں ابھری ہوئی تھیں! «ختم بھی کرو یہ قصہ جلدی سے....!» مومنی نے عمران کو لکارا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت سینٹر نے عمران کو دور اچھال پھینکا جیسیں کے ہاتھ میں نگلی تکوار تھی وہ اسے تو تباہ ہوا دونوں کے درمیان آگیا تھا پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے تکوار کا قبضہ تھام کر پوری قوت سے سینٹر کے سر پر ضرب لگانے کی کوشش کی تھی۔

وہ غافل تو تھا نہیں کتنا کاٹ گیا اور جیسیں تکوار سمیت اونڈھے منہ فرش پر آ رہا۔ اس وقت عمران سے ذرا سی بھی غفلت ہو جاتی تو جیسیں دوسری دنیا میں پہنچ پکا تھا۔ اس نے پیچھے سے سینٹر کا لارپکڑ کر جھکتا دیا تھا۔

ایک بار پھر دونوں لپٹ پڑے۔ سینٹر خاصا طاقت ور تھا عمران پہلے ہی اس کی قوت کا اندازہ لگا پکا تھا۔ اس بار اس پر قابو پاتے ہی دھوپی پاٹ مارا اور پھر اتفاقاً اس کا جیر سینٹر کی گردن پر پڑ گیا تھا جسے اس نے ہٹانے کی بجائے اس پر مزید زور ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ سینٹر نے اس کا پاؤں پکلنے کی کوشش کی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے میں باعیں پیر کی شوکر کپٹی پر پڑی اور سینٹر بے حس و حرکت ہو گیا!

”کیا ہوا...؟“ مومنی سارو آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

”بے ہوش ہو گیا ہے...!“

”ست... تو پھر... تو پھر...؟“

”تم دونوں یہیں پھر ہو... میں ذرا ایک نظر اس میوزیم ہال پر ڈال لوں۔ بڑی نایاب چیزیں اکٹھی کر رکھی ہیں!“

وہ شوکیسوں پر نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ پھر دفعتاً ایک گو نجیلی سی کراہ ہال میں گوئی اور وہ چوک کر مڑا تھا۔

”خدا غارت کرے....!“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور تیزی سے مومنی کی طرف جھپٹا۔ لیکن وہ تو اپنا کام کری چکی تھی بے ہوش سینٹر کے سینے میں ٹھیک دل کے مقام پر دستے تک ایک خنجر اتار دیا تھا۔

”میرے ہاتھ میں تو ڈنٹا بھی نہیں ہے....!“ عمران بولا۔  
ریوالور موجود ہے.... ہولشہ میں....!“ مومنی سارو نے کہا۔  
”تکوار کے مقابلے میں ریوالور ہرگز استعمال نہ کروں گا!“  
”پھر وہی دیو اگی....!“

اتنے میں سینٹر نے عمران پر بھرپور دار کیا۔ عمران نے ایک کرسی اٹھائی تھی اور اس پر تکوار کا دار روکتا ہوا لڑکھڑا گیا تھا۔ کرسی ہاتھ سے چھوٹ گئی تکوار کا دوسرا ہاتھ اس کے سر ہی پر پڑا ہوتا لیکن جیسیں نے دوسری کرسی سینٹر پر اچھال پھینکی تھی۔ تکوار اس سے الجھی تھی اور وہ دیوانہ وار جیسیں پر چڑھ دوڑا تھا پھر عمران اگر پشت سے اس پر حملہ آور نہ ہوا ہوتا تو جیسیں کے دو ٹکڑے ہو گئے ہوتے۔

عمران نے سینٹر کی گردن دبوچی تھی اور اسے پیچھے کھینچ لیا تھا پھر جیسے ہی وہ گرا اس نے تکوار پر ہاتھ ڈال دیا۔ سینٹر جسمانی قوت کے اعتبار سے کم نہیں تھا بسکل تمام تکوار اس کے قبضے سے نکل تھی۔ ”اسے سنبالو....!“ عمران نے جیسیں سے کہا تھا اور جیسیں نے جھپٹ کر تکوار اٹھا لی تھی۔ ”لاو مجھے دو....!“ مومنی سارو جیسیں کی طرف لپکی۔

”تمہیں کیوں دوں....!“

”کیوں بکواس کر رہے ہو....!“

”پیچھے ہو...!“ جیسیں نے اسے دھکا دیا اور عمران سینٹر کی گردن دبوچے اس کے سینے پر سور تھا سینٹر کے طلق سے خرخرا ہیں نکلنے لگی تھیں۔ مومنی اس طرف متوجہ ہو گئی۔

”بل اب ختم ہی کر دو.... ورنہ ہماری زندگیاں ہمال ہوں گی!“ مومنی سارو نے کہا اور پھر جیسیں کو گھوڑنے لگی۔

”مجھ پر رحم کرو....!“ جیسیں گز گز کیا۔ ”اس وقت وہی کمانڈ کر رہا تھا اگر وہ کہہ دے تو تکوار تمبارے... حوالے کر دوں گا!“

”وے دو.... دے دو....!“ عمران نے اردو میں کہا۔ ”لیکن خود ہوشیار رہنا خطرناک عورت ہے!“

"یہ... یہ... تم نے کیا کیا...!" وہ قدیم طرز کے رومن خنجر کے دستے کو گھورتا ہوا بولار اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا...!" مونی سارو نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "اوہ... تواب اس خنجر کے دستے سے اپنی انگلوں کے نشانات تو منادو...!" "فکرنا کرو... پہلے ہی یہ کام بھی ہو چکا ہے۔ خنجر کو رومال ہی سے کپڑا تھا۔" مونی سارو نے جیمسن کے ہاتھ سے تکواری تھی اور اسے قالین کے ایک ٹکڑے میں لپڑی تھی۔

کچھ دیر بعد ہیلی کو پڑ بھر ہمہ کیسل پر پرواز کر رہا تھا نیچے بانس جل رہے تھے ایک گوشے میں لگی ہوئی آگ پھیلا دا اختیار کرتی جا رہی تھی۔ "اب کہہ...!" عمران نے مونی سارو سے پوچھا۔ "بس جنگل کی طرف نکل چلو اگر ان لوگوں کی گاڑی ہاتھ آگئی تو کیا کہنا... اطمینان نکل چلیں گے...!"

"لیکن اب میرا کیا ہو گا...!" جیمسن کرایا۔

"بڑا چھا بہڑا کریں گے تمہارے ساتھ فکرنا کرو...!" عمران بولا۔ جنگل میں انہیں سینٹر کے آدمیوں کی گاڑی کھڑی میں لگی تھی ہیلی کو پڑ سے پچھا چھڑا۔ کے بعد وہ گاڑی میں آبیٹھے اور عمران نے اسٹرینگ سنجلا اور چیز کے جنگلوں سے گزرنا ہوئے وہ جزیرہ کپریاں کچھ بیہاں انہوں نے ایک موڑ بوث کرائے پر حاصل کی اور پالاؤ طرف روانہ ہو گئے تھے۔ عمران ابھی تک ریڈی میڈیک اپ میں تھا۔

"اب یہ جہاز جھنکاڑ ہٹاو پھرے سے...!" مونی سارو نے کہا۔ "ابھی وقت نہیں آیا...!"

"کیوں نہ ہم اس آدمی کو سندھر میں غرق کر دیں یہ سینٹر کے قتل کا عینی شاہد ہے!" مونی سارو جیمسن کی طرف اشارہ کر کے آہتھے سے بولی تھی۔

"ابھی اس کا بھی وقت نہیں آیا...!"

"کہیں گردن نہ کٹوادیا...!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بس تم خاموشی سے دیکھتی جاؤ... اول بیا میں ابھی ایک ا

ذرماہ اٹھ کرنا ہے اس کے بعد ہمارے عیش ہوں گے!"

"کیسا ذرا مامہ...?"

"بس دیکھ لینا بھی کچھ نہ پوچھو...!"

پالاؤ کے سیل ہوٹل میں ان کا قیام ہوا تھا۔ مونی سارو وہاں ایک شب گزارنا چاہتی تھی۔

"بہت تھک گئی ہوں... آج آرام کروں گی اور کل اول بیا نکل چلیں گے!" اس نے

کہا۔ "اور پھر ابھی تو آخری مرحلہ باقی ہے!"

"میں نہیں سمجھا...!"

"اولیاری! اسے کم از کم بیس سال کے لئے بھجواؤں گی اور پھر ہمارے عیش ہوں گے۔ اب

سینٹر کے پورے بڑیں کی مالک ہوں۔ پورے سارڈینیا میں ہمارے اٹوں کا جاں پھیلا ہوا ہے!"

"یہ تو بڑی اچھی خبر سنائی تم نے۔ لیکن میری کیا پوزیشن ہو گی؟"

"تم....!" وہ اسے پیارے دیکھتی ہوئی بولی۔ "تم میرے مالک ہو گے!"

"اچھا... اب تم آرام کرو... میں ذرا پالاؤ کی سیر کرنا چاہتا ہوں!"

"ضرور کرو لیکن اس آدمی کا کیا ہو گا!"

"اے مجھ پر چھوڑو... میں سب دیکھ لوں گا!"

"تم جاؤ...! اس کی زندگی ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے!"

"سنو... آخر سینٹر کی لاش ملنے کے بعد کیا ہو گا کیا اس کے ملاز میں ہمارا نام نہ لیں گے؟"

"وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ سینٹر کے بعد بڑیں کا مالک کون ہو گا لہذا وہ بھوکے مرننا ہرگز

پسند نہیں کریں گے۔ سینٹر کی زندگی ہی میں وہ میرے دشمن تھے اب نہیں ہیں!"

"یہ تم نے بڑی اچھی خبر سنائی....!"

"بس اب جاؤ... مجھے نیند آرھی ہے!" مونی سارو نے کہا اور طویل جماہی لی۔

عمران اپنے کمرے میں واپس آیا۔ جیمسن بستر پر پڑا۔ سگریٹ کے بلکے بلکے کش لے رہا تھا۔

"اٹھو... اور نکل چلو... اس سے پہلے ہم میک اپ کریں گے۔ میں نے کچھ تھوڑا سامان

پہاں سے حاصل کر لیا ہے!"

"اب کہاں جائیں گے....?"

”دوسرے ہوٹل میں.... وہاں کرہ بک کراچا ہوں۔!“  
”وہ بیہن رہے گی۔!“  
”اس کی لا علی میں ہم یہاں سے جا رہے ہیں....!“

ایک گھنٹے بعد وہ دونوں کمرے سے نکلے تھے اور فارسیو کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔  
 عمران کے بیان کے مطابق یہاں ان کے لئے ایک کرہ پبلے ہی سے مخصوص کر دیا گیا تھا۔  
 اب عمران نے فون پر اولیاری سے رابطہ قائم کیا۔!  
 ”کہاں ہو....؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔  
 ”پالاؤ میں..... ہوٹل فارسیو..... کمرہ نمبر گیارہ..... وہ سیسل کے کرہ نمبر آٹھ میں سورہ ہے۔  
 تمہاری ٹکوار اسی کے قبضے میں ہے اور میں نے اُسی کے ہاتھوں تمہارے دشمن کو قتل کر دیا ہے۔!

”خدا کی پناہ....!“  
 ”جیرت ظاہر کرنے میں وقت نہ ضائع کرو.... فوراً فرس لے کر چینچے کی کوشش کرو اور  
 ہاں اپنے ماتخوں کی دو عدد وردیاں بھی لیتے آتا... ناپ لکھو....!“  
 پھر وہ اسے وردیوں کی پیائش لکھوا تارہا تھا اس کے بعد بولا۔  
 ”در اصل تمہارے قریب رہ کر یہ کھیل کھیلانا چاہتا ہوں۔ ہم دو آدمی ہیں۔!  
 ”بہت اچھا... دو گھنٹے کے اندر اندر چکنچڑھا ہوں....!“

”سید ہے فارسیو آتا....!“  
 ”نہہت اچھا...!“  
 جیسکن کو اس کا علم نہیں تھا کہ عمران کیا کرتا پھر رہا ہے۔ بہر حال واپسی پر عمران نے اسے  
 سوتا ہوا پاپا تھا۔

اولیاری اپنے قول کے مطابق ٹھیک دو گھنٹے بعد فارسیو میں چینچ گیا تھا جب جیسکن کو حالات کا  
 علم ہو سکا۔ اولیاری کی لا آئی ہوئی وردیاں انہوں نے پہنچی جیسکن اور اس کے ماتخوں میں شامل  
 ہو کر سیسل جانچنے تھے۔ ہوٹل کا محاصرہ کر لیا گیا۔

”اب اس تک میری رہنمائی کرو....!“ اولیاری نے عمران سے کہا۔  
 ”بس میں اور تم ہی چلیں گے۔ بیتھے لوگوں کو بیہن چھوڑو....!“

”وہ کرہ نمبر آٹھ کے سامنے رکے تھے۔ دروازہ بند تھا۔!  
 ”سینٹر قصاب زادہ کا نام بھی مت لینا۔ فی الحال اس جرم میں گرفتار کرو کہ تمہاری مسروقہ  
 گواراں کے پاس سے برآمد ہوئی ہے۔!  
 ”اچھی بات ہے....!  
 عمران نے دروازے پر دستک دی۔ لیکن فوری طور پر جواب نہ ملا۔ پھر وہ دروازہ پیٹھا ہی چلا  
 گیا۔ ہوٹل کا فنجر اور ہیڈ ویٹر بطور گواہ بلوائے گئے تھے اور ان کے قریب ہی موجود تھے۔  
 مومنی سارو شانک سورہ ہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی غصیلی آواز سنائی دی۔  
 ”کون ہے....?  
 ””دروازہ کھلو.....!“ عمران آواز بدل کر بولا۔  
 دروازہ کھلا تھا اور مومنی سارو نیم بہرہ حالت میں سامنے کھڑی نظر آئی تھی۔ انداز جارحانہ  
 تھا لیکن اولیاری پر نظر پڑتے ہی پیچھے ہٹی چلی گئی۔  
 ”وہ چاروں اندر داخل ہوئے توکار سامنے ہی میز پر رکھی ہوئی تھی۔  
 ”میں تمہیں اس جرم میں زیر حرast لیتا ہوں مومنی سارو....!“ اولیاری نے ٹکوار کی  
 طرف اشارہ کر کے کہا۔  
 ”کیا مطلب....?  
 ”یہ توکار میرے اسلجے خانہ سے چ رائی گئی تھی۔!  
 ”میں نہیں جانتی.... یہ یہاں کیسے پہنچی....!  
 ”خاموشی سے بیٹھ جاؤ....!“ اولیاری نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔  
 مومنی سارو کے چہرے پر فنزیہ کی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔  
 اولیاری نے روپرٹ لکھنی شروع کی تھی اور پھر اس پر دونوں گواہوں کے دستخط لئے تھے۔  
 ”تم پچھتاو گے اولیاری....!“ مومنی سارو مسکھلے اڑانے کے سے انداز میں بوی۔  
 ”اب بتاؤ کہ لوبو فوناٹا کہاں ہے۔!  
 ”میں کسی لوبو فوناٹا کو نہیں جانتی اور نہ بیکی جانتی ہوں کہ یہ توکار یہاں تک کیسے پہنچی۔!  
 ”خیر.... خیر.... اب تم اول یا چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ....!“

"ضرور... ضرور... لیکن یہی تم مجھے عدالت میں پیش کرو گے تمہارا جہاز ذوب جائے گا!"  
اویاری کچھ نہ بولا۔

جس کار میں وہ اول بیان کی طرف روانہ ہوئے تھے اسے جیسن ڈرائیور زہرا تھا اور بھپل  
نشست پر عمران اور اویاری کے درمیان مونی سارو بیٹھی ہوئی تھی۔ ہوت شختی سے بھپنے ہوئے  
تھے اور پیشانی کی نخوت آمیر حسکن اور واضح ہو گئی تھی۔  
دفعتاً اویاری بولا۔ "مونیکا ذیر کھیل ختم ہو چکا ہے!"

"کیا مطلب....؟" وہ اچھل پڑی۔

"تمہارا میک اپ ناقص ہے....!"

"پرواد نہیں.... لیکن میرے ساتھ تم بھی جہنم میں جاؤ گے اویاری....!" وہ طنزیہ نے  
میں بولی۔

"کیا اس لئے کہ تم کبھی بھی میرے بستر پر سوجایا کرتی تھیں!?"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو....!" وہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"یہی کہ بستر کے فریم کے درمیان جو کچھ بھی ہا کھی کا نائع کیا جا چکا ہے۔ اس لئے  
جہنم میں جاؤ گی!"

"اوہ.... اوہ....!" وہ آنکھیں بند کر کے ڈھیلے ڈھالے انداز میں پشت گاہ سے لک گئی۔  
عمران نے معنی خیز نظر وہی سے اویاری کی طرف دیکھا تھا اور اویاری کے ہونٹوں پر سفاک  
کی سکراہٹ مودوار ہوئی۔  
دفعتاً مونیکا نے او بکائی لی۔

"روکو.... روکو.... مجھے قہ ہو گی!..." کہہ کر اس نے پھر او بکائی لی تھی۔

"روک دو گاڑی....!" اویاری نے جیسن سے کہا اور با میں جانب سٹ گیا۔ جیسن۔  
گاڑی روک دی۔ ماتحتوں کی گاڑی بھی رک گئی تھی۔ مونی سارو کی حالت خراب تھی او بکائی  
کی طرح رکنے کا نام نہیں لیتی تھیں۔ دونوں نے سہارا دے کر اسے گاڑی سے اتارا اور  
سرک کے کنارے ایک جگہ بیٹھے گئی۔

وہ مسلسل او بکائیں لئے جا رہی تھی۔ دفعتاً اٹھ کر بھاگی۔

"اے.... اے....!" دونوں کی زبان سے بیک وقت نکلا تھا۔ پھر قل اس کے کہ وہ  
سنبلے مونیکا مونی سارو نے سینکڑوں فٹ گہری کھنڈ میں چھلانگ لگادی۔  
ٹوپیں جیچ کی بازگشت سنائے میں لہراتی چلی گئی۔  
"یہ.... یہ.... تو بہت تباہوا....!" اویاری بولا۔  
عمران خاموشی سے گاڑی کی طرف مڑ گیا تھا۔

وہ اول بیان پہنچنے تھے اور اویاری نے ضابطہ کی کارروائی شروع کر دی تھی۔ لیکن  
والدیا جیمز پر چھاپہ مار کر اسے بند کر دیا گیا اور مقدار میں نشیات برآمد ہوئی تھیں۔ لیکن  
سینٹر کے بارے میں مکمل خاموشی تھی۔ اس کے آؤ میوں نے شائد اس کی لاش نہ کانے لگادی  
تھی مونی سارو سے حاصل کی ہوئی معلومات عمران نے اویاری تک پہنچا دی تھیں اور اب  
بانوں کی اس کھیپ کا انتظار تھا جو دو دن بعد کی پوٹھیاٹی بند رگاہ پر پہنچے والی تھی۔  
"آخر تم بانوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟!" اویاری نے عمران سے کہا۔

"بس دیکھ لینا.... شائد میرے شبے کی تقدیق ہو جائے!"

"شاید تم یہ چاہتے ہو تکہ گنج بانوں ہی میں بھر کر بھجا جاتا ہے۔"

"ایسی صورت میں جبکہ بانوں کی ایک کھیپ گنج دلیش سے آرہی ہے۔ میں یہی سوچوں گا!"  
"خراستے بھی دیکھ لیں گے!"

عمران کا خیال غلط نہیں نکلا تھا۔ بانوں کے خول سے کئی من گنج برآمد ہوا۔ مال سینٹر کا  
قلد اس لئے پولیس نے اس سے رجوع کرنا چاہا۔ لیکن اس کا کہیں پتا نہ تھا مالازمین بھی اس کے  
بارے میں کچھ نہ بتا سکے۔

"سرے دن کے اخبارات کی شہ سرخیاں سینٹر قہاب زادہ کی پراسرار روپو شی ہی سے  
تفعل تھیں۔ اخبارات نے خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ اپنے بارے میں اتنے بڑے اکٹھاف کے بعد  
روپو ش ہو گیا۔ بہر حال پولیس اس کی تلاش کرتی رہی تھی۔

مونیکا کی موت کے بعد نشیات کے دوسراۓ اٹھے روشنی میں نہ آسکے۔ سینٹر کے ملاز میں  
نے قلعی طور پر خاموشی اختیار کر لی تھی ان میں کوئی بھی زیر حراست نہ لیا جاسکا کیونکہ ان کے  
خلاف کچھ بھی نہیں ثابت ہو سکتا۔

خود اولیاری اپنے طور پر سینٹر کی موت کا اعلان نہیں کر سکتا تھا۔  
”میں تمہارا مخلوق ہوں عمران.... دوست....!“ اولیاری اس کا شاندہ بنا کر بولا۔  
”بس.... بس.... زیادہ نہیں.... بہر حال اب تم ہماری چرس سے چھیڑ چھاڑ نہیں کر  
گے!“ عمران بولا۔

”آہ.... خوب یاد آیا۔ تمہارے ان دونوں قیدیوں کا کیا کیا جائے!“  
”چڑھا دو پھانسی پر....!“  
”نہیں.... میں سوچ رہا ہوں کہ انہیں رہا کر کے یہاں سے نکل جانے کا فوٹ دے دے  
اور آئندہ کے لئے ان کے سارੀ بینا میں داخلے پر پابندی لگادوں۔“

”جو مناسب سمجھو.... تمہارا اپنا معاملہ ہے!“  
”پھر بھی مجھے بتاؤ کہ تمہارے لئے کیا کروں تم نے مجھے ایک بہت بڑی الجھن سے نجات  
دلائی ہے!“

”بس دعا کرو.... میرے لئے.... اور ہاں ٹھہر دو.... اپنی بیوی کو ان معاملات کی ہوا بھی:  
لگنے دینا.... ورنہ پچھتاڈ گے!“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں جانتا ہوں کہ عورتیں بیٹ کی ہلکی ہوتی ہیں!“  
کتنے دونوں میں جان کے تھے یہ بات....؟“

اولیاری کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پوچھا تھا۔ ”اب کیا پروگرام ہے!“  
”چلو کہیں باہر چلتے ہیں۔ تفریق کے لئے دو ہفتے کی چھٹی لے لوں گا!“  
”نہیں.... فی الحال یہاں تمہاری موجودگی ضروری ہے۔ میں ڈولما نیشن کی طرف کل  
جاوں گا۔ اس بار کئی ہفتے ”اسکی آنگ“ کرنے کا رادا ہے!“

”اگر ہمیں خیال ہے تو کوئی نہایتی ایکسپریس جاؤ.... میں کچھ تقارنی خطوط دے دوں گا!“  
”تقارنی خطوط میرے لئے وہاں جان بن جاتے ہیں اس لئے تمہارا بہت بہت شکریہ ہے  
دیکھ لوں گا کہ خود اپنے لئے کیا کر سکتا ہوں!“



عمران انہیں گھورے جا رہا تھا اور وہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے۔ دفتہ اس نے کہا۔

”تم دونوں کو سزا ضرور ملے گی۔ لیکن یہاں نہیں گھر پہنچ کر کم از کم تین دن تک الٹا لکھا  
رکھوں گا!“

”بب.... بس....!“ جوزف ہکلایا۔ ”جیسکن کا کوئی قصور نہیں میں نے ہی اسے تمہارے  
تعاقب پر مجبور کیا تھا۔“

”چھا تو صرف تم ہی تین دن لئے لٹک رہو گے!“

”تمہارے لئے تیس دن تک الٹا لکھا رہ سکتا ہوں کبھی آزماؤ تو اپنے اس غلام کو....!  
”دیکھوں گا.... دیکھوں گا!“ وہ اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

”آخر ہماری وجہ سے کیا تقصیان پہنچا ہے آپکو!“ جیسکن نے کسی قدر پچھاہٹ کے ساتھ پوچھ دی۔  
”میری پوری اسکیم چوبٹ ہو گئی تمہاری حماقت کی وجہ سے۔ اگر میرا نجی معاملہ نہ ہوتا تو  
میں تمہیں سخت ترین سزا مل جاتی۔ اگر تم اس رات پکڑے نہ جاتے تو کسی دشواری کے بغیر  
سینٹر میرے قابو میں آ جاتا اور پھر پورے ساری بینا میں مشیات کا ایک بھی اٹھ باقی نہ پچھا۔ سینٹر اور  
موئیکا کی موت نے سارا کھیل بکاڑ دیا!“

”اول یہاں کا اٹھ تو ختم ہی ہو گیا!“

”ہاں اسے ختم ہی ہونا تھا....!“

”تو آپ نے یہ دردسر محض دوستی کی بناء پر مول لیا تھا!“

”تھکی سمجھ لو.... اور نہ مجھے چرس یا گانجے سے کیا سر و کار....!“

یہ تینوں اس وقت ہوٹل ویشیو میں جوزف کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پروگرام بن رہا  
تھا کہ جوزف اور جیسکن تو وطن واپس جائیں گے اور عمران مزید تین ہفتے کی چھٹیاں اٹھیں ہی کے  
کی حصے میں گزارے گا۔

دفتہ اس کی نے دروازے پر دستک دی اور وہ چوک پڑے پھر جیسکن نے اٹھ کر دروازہ کھولا  
تھا۔ سامنے ہی دو شلوار سوت نظر آئے جن کی وجہ سے اتنا بکھیرا ہوا تھا۔

”سلام ایکم جی....!“ عمر آدمی نے بڑے ادب سے عمران کو سلام کیا تھا۔  
”اکو.... جی پہلوان کہو.... کیا رنگ ہیں....!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔  
دونوں اندر آگئے۔ نوجوان بالکل خاموش تھا۔ عمر آدمی نے کہا۔

# عمران سیریز نمبر 80

## مخصوصہ درندہ

(مکمل ناول)

”اویاری صاحب نے بھیجا ہے..... جی.....!“  
”پھر....؟“

”بس جی گانجے کا کہلا ہو گیا لیکن اب چرس بھی نہیں ٹلے گی۔!“

”نہ ٹلے جی..... یہی کیا کم ہے کہ ہم سب نے مل کر ایک قوی خدمت کر دیا اور جی ہمیں معاف کر دو تم بھی ہمارے ہی ملکی ہو۔ اویاری صاحب نے بتایا ہے۔!“

”ہاں پہلوان ہم سبوں کو اللہ معاف کرے۔!“

”ضرور معاف کرے گا جی، ہم نے گانجہ دیش کو پچھاڑا ہے۔ اور جی ہم اویاری صاحب کی مدد کریں گے ہم جانتے ہیں کہ پورے سارے سارے دینا میں کہاں کہاں گانجہ فروشی ہوتی ہے اسی لئے تو اویاری صاحب نے بھیجا ہے کہ ہم تم سے بات کریں۔!“

”اویاری صاحب سے کہہ دینا..... اب بس..... اب کھیاں آپ ماریں اور تم ان کی مدد کرو۔!“

”پہلوان جی چرس کے لئے سفارش کر دو..... تم تو دوست ہو ان کے۔!“

”بس چلے جاؤ..... پہلوان جی ورنہ ایسا دھوپی پاٹ ماروں گا کہ دن کو تارے نظر آجائیں گے۔!“

”وہ ہی ہی ہی.....!“ کر کے خاموش ہو گیا۔ جیسون کبھی حرمت سے ان دونوں کی طرف دیکھنے لگتا اور کبھی عمران کی طرف۔

ختم شد

ہی اس فلم کے پراؤ یوسر ہیں۔ رہی پبلشی تو پھر کس کے نام سے کرتے؟

اور یقین کیجئے کہ میں آپ کی مبارک باد مولانا ہی "جیمس" تک ضرور پہنچا دوں گا۔ بہر حال آپ سب نے انہیں متفقہ طور پر جیمن تسلیم کر لیا ہے۔ (عین میرے لکھنے ہوئے کردار کے مطابق) "فریدی پندوں" کو ایک بار پھر یقین دلاتا ہوں کہ "زہریلا سیارہ" کی کہانی انہیں ضرور پسند آئے گی۔ فریدی کو وہ جس انداز میں دیکھنا چاہتے ہیں اسی انداز میں نظر آئے گا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حید صاحب کیسے کیسے گل کھلاتے ہیں۔ بہت دنوں سے اوٹکھ رہے تھے۔ اچانک چونکے ہیں آپ کا یہ خیال غلط ہے کہ حید صاحب محض ہیرا پھیری میں پڑے رہتے ہیں۔ اس کہانی میں دیکھنے گا کہ وہ کتنے چاق و چوبند نظر آتے ہیں۔ اس میں انہوں نے خود بھی کچھ فیصلے کئے ہیں۔ فریدی کی انگلی ہی پکڑ کر چلنے کی کوشش نہیں کی۔

والسلام

ابن صفحہ

۱۹۷۳ء دسمبر

## پیشہ

معصوم درندہ حاضر ہے۔ درندہ ہے تو کسی قدر سنجیدگی سے پیش کیا گیا ہے لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کی اصل متاثر ہو جائے۔

ذرا دیکھئے کہ عمران صاحب نے بریلے میدانوں میں کیسے کارنا میں انجام دیئے ہیں۔ جاسوسی دنیا کے ناول "زہریلا سیارہ" کے لئے تجاویز موصول ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ یقین کیجئے کہ باری باری سے آپ سب کی تشقی کر دی جائے گی۔

چلنے "دھاکہ" بھی کم از کم کراچی اور حیدر آباد میں ریلیز ہو گئی۔ پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا شکریہ! بھائی میں اس فلم کا پراؤ یوسر نہیں ہوں۔ میں نے صرف کہانی اور منظر نامہ تحریر کیا تھا۔ مولانا

وہ کیا کرتی کہ نویں مسافر کے ساتھ اس کا بھائی بھی کمرے میں داخل ہوا تھا اور اس نے اس کا سوت کیس بھی انہار کھاتھا۔ سونیا اس کی طرف جھپٹی اور جلدی جلدی اُسے بتانے لگی۔  
”اوہ.... وہم ہے تمہارا....!“ بھائی نے لاپرواں سے شانوں کو جنمیش دی۔

”تم سمجھتے کیوں نہیں....!“

”بکھر جاؤں گا.... پہلے تم اس شریف آدمی کے لئے گرم چائے تیار کر دو....!“

”تمہارا دوست نہیں ہے۔!“

”نہیں کیبل کار پر ہم دونوں ساتھ ہی ساتھ سوار ہوئے تھے۔ ایسا ہی ہے شریف اور بے ضرر آدمی معلوم ہوتا ہے۔!“

سونیا نے نوار دکوں سے دیکھا جس کے چہرے پر بڑی خوبصورت سی حاشت چھائی ہوئی تھی۔ بالکل ایسا لگتا تھا جیسے پالنے سے اٹھ کر سیدھا اسی طرف چلا آیا ہو۔

”میں بہت پریشان ہوں ٹوٹی.... تم سمجھتے کیوں نہیں....!“

”اچھی بات ہے.... میں خود ہی کچن میں جا رہا ہوں۔ چلو میں تمہارا کمرہ دکھادوں۔!“  
ٹوٹی نے نوار دکے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا۔ وہ اُسے اپنے ساتھ لے گیا اور سونیا وہیں کھڑی رہی۔ ٹھیک اسی وقت رسکیو پارٹی کی ایک گاڑی صدر دروازے کے قریب رکی تھی اور عملے کا ایک آدمی گاڑی سے اتر کر اندر داخل ہوا تھا۔

”سونیا.... میں شدت سے کسی گرم مژدوب کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔!“ اس نے سونیا کی طرف دیکھے بغیر کہا اور بڑی میز کے قریب ایک کری سنجال لی۔

”اس وقت میں کچھ نہ کر سکوں گی.... ٹوٹی کچن میں ہے تم بھی سیدھے وہیں ٹلے جاؤ۔!“

”آج یہاں سے کوئی شمال مشرق کی طرف تو نہیں گیا....؟“ دفعتاً جنی نے پوچھا اور سونیا بے ساخت چوک پڑی۔

”گک.... گک.... کیوں....!“

”کچھ دیر پہلے اُدھر فائزوں کی آوازیں سنی گئی ہیں۔!“

”خدا خیر کرے.... پیا اُدھر ہی گئے تھے۔!“ وہ کچکا پاتی ہوئی آواز میں بولی۔ پھر ہندیانی انداز میں چینچنے لگی۔ ”ٹوٹی.... ٹوٹی.... خدا کے لئے اندر آؤ۔!“

جیسے ہی کیبل کار تیرے کٹاہ میں داخل ہوئی۔ سونیا کا دل دھڑکنے لگا۔ کوئی نہ کوئی مسافر ضرور ہو گا اور اس کیلئے فوری طور پر چائے یا کافی تیار کرنی پڑے گی۔ اس کا چھوٹا سا اقامتی ہوٹل تیرے کٹاہ ہی کے قریب واقع تھا جسے متوسط درجہ کے ٹوڑو سٹ نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ سردی شباب پر تھی۔ صبح خاصی برف باری ہوئی تھی اور پھر اُس کے بعد شمال سے تیز ہواں کے بھکڑا آئے تھے اور زمین پر پڑی ہوئی برف سخت ہو گئی تھی۔ لیکن یہ سب کچھ اس کی پریشانی کی وجہ نہیں تھے۔

یہ چھوٹا سا ہوٹل اسلئے کورٹیناڈی ایکپیزو میں مشہور تھا کہ اسکے باپ اور بھائی ”اس کی انگ“ کے ماہر تھے اور خراب سے خراب موسم میں بھی مسافروں کو ”اس کی انگ“ کردا یا کرتے تھے۔ آج بھی یہی ہوا تھا۔ اس کا باپ ایک امریکی کو ”اس کی انگ“ کرانے لے گیا تھا اور بعد میں معلوم ہوا تھا کہ آج وہ شاید ہی واپس آسکے۔ کسی نے ان دونوں کے جانے کے بعد سونیا کو اسی کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اس کے باپ کے کچھ دشمن ان دونوں ڈی ایکپیزو میں ٹھہرے ہوئے تھے اور غالباً موقع کے منتظر بھی تھے۔

بھائی کہیں اور گیا ہوا تھا اور شام سے قبل اس کی واپسی ناممکن تھی۔ ہوٹل میں اس وقت بھی سات مسافر موجود تھے جن میں پانچ مرد اور دو عورتیں تھیں۔ آٹھواں امریکی اس کے باپ کے ساتھ ”اسکی انگ“ کے لئے گیا ہوا تھا۔ سونیا بے حد پریشان تھی اور اس وقت کسی نویں مسافر کے لئے کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن

”ہاں کیوں نہیں..... میں کسی ریگستان سے تو نہیں آ رہا میرے ملک میں بھی پہلا ہیں۔ ان پر بھی برف گرتی ہے۔ دہاں بھی ”اسکی ایگ“ ہوتی ہے۔!  
”لیکن تم؟“

”پروادہ مت کرو.... ایک سیٹ میرے لئے بھی منگواو۔!“  
”تم بہت تھکے ہوئے ہو۔.... تمہیں آرام کی ضرورت ہے.... ایک کپ چائے بھی تو ابھی سبک نصیب نہیں ہوئی تمہیں۔!“

”قرموس میں بھر لیں گے چائے.... اور راستے میں پی لیں گے۔!  
”میں ابھی قرموس تیار کرتی ہوں۔....!“ سونیا کچن کی طرف دوڑ گئی۔  
ڈی مورا ان کے قریب آ کھڑا ہوا تھا اور احتج مسافر کو گھوڑے جارہا تھا۔  
”تم نہیں جانتے کہ کہاں جا رہے ہو۔....!“ دفتار اس نے عمران کو مخاطب کیا۔  
”ٹوپی تو جانتا ہے۔!“ عمران نے لاپرواں سے کہا۔

برف پر چلنے والی گاڑی میں سامان سفر رکھ دیا گیا اور وہ دونوں باہر نکلے۔ ڈی مورا کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب اپنی پیشکش پر پچھتا رہا تھا۔  
”ڈی مورا تمہاری چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔!“ سونیا بولی۔  
”او۔.... ہاں۔....!“ وہ چوک پڑا۔

ٹوپی نویں مسافر کا بازو پکڑے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔ ابھی ٹوپی نے اسٹرینگ بھی نہیں سن بجا تھا کہ ڈی مورا دوڑتا ہوا آیا اور ٹوپی کو گاڑی سے متعلق ہدایات دیتا ہوا بولا۔ ”مجھے غلط نہ سمجھنا ٹوپی۔.... دراصل صح سے میرے سینے میں ہلکا ہلکا درد ہو رہا ہے۔!  
”اوہ تم اس کی پروادہ مت کرو ڈی مورا۔ گاڑی بحفاظت تمام وابس آئے گی اور ہاں تم نہیں آ رام کرو۔.... سونیا سے کہنا کرہ کھلوادے گی۔!  
”مگر یہ ٹوپی۔.... تم ایک فراخ دل باپ کے بیٹے ہو۔....!  
گاڑی اشارت ہو کر آگے بڑھ گئی۔

”تمہارا نام کیا ہے دوست۔....!“ دفتار ٹوپی نے نویں مسافر سے پوچھا۔  
”عمران۔....!  
“

دوسرے ہی لمحے میں ٹوپی دوڑ آیا تھا۔  
”کیا ہوا۔.... کیا ہوا۔.... ادہ سی نور ڈی مورا۔....!  
”اُدھر گولیاں چلن ہیں۔....!  
” شمال مشرق کی طرف۔.... پیا اُدھر ہی گئے تھے۔!  
”ایسے موسم میں گئے ہی کیوں۔....!“ ڈی مورا بولا۔  
”تمہیں کیسے معلوم ہوا۔....؟“ ٹوپی نے سونیا کو گھورتے ہوئے پوچھا۔  
”ڈی مورا نے بتایا ہے۔!  
”تب تو ٹھیک ہی ہو گا۔....!  
”ایسے موسم میں تو میں بھی اُدھر جانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔“ ڈی مورا نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ ”تمہارا دل چاہے تو گاڑی لے جاؤ۔.... میں جواب دی کر لوں گا۔ اگر کوئی بات آپڑی۔“  
”اب تو جانا ہی پڑے گا۔....!“ ٹوپی پرشویش لمحے میں بولا۔ ”اچھا میں گاڑی لے جا رہا ہوں۔!  
”تمہیں تھا نہیں جانے دوں گی۔!“ سونیا بول پڑی۔  
”پھر کون جائے گا میرے ساتھ۔....!“ وہ چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔  
سارے مسافر کمرے ہی میں اکٹھا ہو گئے تھے۔ ان میں ٹوپی کے ساتھ والا مسافر بھی شامل تھا اور بڑی مخصوصیت سے ایک ایک کی شکل دیکھے جا رہا تھا۔ سب خاموش کھڑے رہے۔ کیا نے بھی ٹوپی کے ساتھ جانے کی پیشکش نہ کی۔  
”میں چل رہی ہوں۔....!“ دفتار سونیا بولی۔

”تم کیا کر لو گی۔....!  
”کچھ بھی نہیں لیکن مجھے طمیان تورہے گا کہ تم تھا نہیں ہو۔!  
”اچھا۔.... اچھا۔.... میرا۔....!“ اس کی ایگ“ کا سامان تو نکلواؤ۔....!“ ٹوپی نے کہا۔  
”اور ایک سیٹ میرے لئے بھی۔!“ دفتار نوں مسافر آگے بڑھ کر بولا۔  
”لک۔.... کیوں۔....!“ سونیا ہلکائی۔  
”میں جاؤ گا ٹوپی کے ساتھ۔....!  
”ارے۔.... تم۔....!  
“

”تم مجھے بہت نیک دل آدمی معلوم ہوتے ہو۔!

”صرف نیک دل ہوں... آدمی نہ کہو مجھے۔!

”کیوں....؟ کیوں....؟

”اس لئے کہ آدمی نہیں ہوں۔!

”بھوت ہو....!“ ٹونی بنس پڑا۔

”یہی سمجھ لو....!

”میا پہلے بھی ادھر آچکے ہو۔!

”بھی نہیں....!

”پھر بھی میرے ساتھ جانے پر تیار ہو گے....!

”آدمی نہیں ہوں.... اسی لئے تو کچھ سوچے سمجھے بغیر تیار ہو گیا تھا۔!

”کچھ بھی ہو، ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہو.... یہی بہت بڑی بات ہے اس زمانے میں....!

”نے دیکھا تھا کہ ذی مورا بھی پیچھے ہٹ گیا۔!

”قصہ کیا ہے....؟

”بہت پرانی رنجشوں کی کہانی ہے۔ میرا باپ بھی کہتا ہے۔!

”تو کیا وہ شمن کبھی کبھی کوریٹا آتے ہیں....!

”شائد یہی بات ہے۔!“ ٹونی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”سونیا اس سلسلے میں شائد؟

سے زیادہ جانتی ہے۔ وہ میری سوتیلی بہن ہے تا.... باپ اسے بہت چاہتا ہے۔!

گاڑی کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ ان کا رخ شمال مشرق کی طرف تھا۔

”اس کی آنکھ.... کیسی کر لیتے ہو....?

”خاصی ہے.... تم فکر نہ کرو.... میرا باپ تمہیں نہ اٹھانا پڑے گا۔!

”موسیم زیادہ خراب ہو تو دشوار یوں کا سامنا ہو جاتا ہے۔!

”دیکھا جائے گا.... کیا اب میں تھر موس سے چائے انڈیلیں لے سکتا ہوں۔!

”اوہ ہو.... ضرور میں تو بھیل ہی گیا تھا دوست.... معاف کرنا۔!

”تمہارے باپ کی تو ساری زندگی ہی سینیں گذری ہو گی!“ عمران نے چائے انڈیلیتے ہوئے پوچھا۔

”ظاہر ہے....!

”تو اس سے پہلے بھی ایسے واقعات پیش آئے ہوں گے۔!

”ضرور آئے ہوں گے۔!

”تمہیں علم نہیں۔!“ عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ویکھو دوست میرا باپ اپنے نجی معاملات میں کسی کو بھی شریک نہیں کرتا۔ ویسے سونیا

سب کچھ جانتی ہو گی۔ مجھے یقین ہے۔!

”اتا ہی چاہتا ہے سونیا کو....!

”ہاں.... وہ میری مر حمدہ ماں کی ہمشکل ہے تا....!

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارے باپ نے محبت کی تھی۔!

”اس میں تو شک نہیں....!

”میرا خیال ہے کہ گاڑی روک کر تم بھی ایک کپ پی لو....!

”ہاں تھیک ہے۔!“ ٹونی نے کہا اور گاڑی روک دی۔ عمران نے اس کے لئے بھی چائے

انٹیلی تھی۔ ٹونی گھونٹ لے کر بولा۔ ”اس موسم میں میرے باپ کے علاوہ اور کوئی اس قسم کا

نظرہ مول نہیں لے سکتا۔!

”لیکن میرا خیال ہے کہ میں نے بہت سے لوگوں کو برف پر دوڑتے دیکھا تھا۔!

”موسم خراب ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ وہ موسم خراب ہونے کے بعد گیا ہے۔ برف

کے طوفان میں وہ باہر نکلا تھا۔ یہ امر لیکن بھی بڑے خیطی ہوتے ہیں۔ اگر وہ میرے باپ کو مجبور

نہ کرتا تو....!

”کپ خالی کر کے اُس نے پھر ان جن اشارت کیا۔... گاڑی بڑھتی رہی برف باری کچھ دریے سے

رکی ہوئی تھی۔“

”ہم غالباً شمال مشرق یونان کی طرف جا رہے ہیں۔!“ عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”نہیں! شمال کی طرف... آگے چل کر مشرق کی طرف مڑیں گے... پینتالیس کے

زاویے سے.... اُوہ.... وہ دیکھو.... تین آدمی ادھر ہی آ رہے ہیں۔!

”رک کر دیکھ لو.... شائد....!“ عمران نے کہا اور ٹونی نے گاڑی روک دی۔ تین آدمی اسی

سمت دوڑے آرہے تھے۔ ٹونی گاڑی سے کو دیا عمران بھی اتراتا۔  
”اوہ... ان میں سے تو ایک وہی امریکن ہے مل... لیکن بیا...!“ ٹونی بڑیاں  
”لیواہ ان میں نہیں ہے...؟“  
”نہیں...؟“

”اوہ... اچھا نہیں قریب آئے دو...!“  
”یہ دونوں بھی میرے لئے اجنبی ہیں۔ شامہ کسی دوسرے ہوٹل کے مسافر ہیں۔!  
آن کے قریب بیٹھ کر رکے تھے اور ٹونی نے چھوٹتے ہی امریکن سے اپنے باپ کے  
متعلق پوچھا تھا۔  
”میں کچھ نہیں جانتا... دو تین فاٹر ہوئے تھے اور پھر تمہارا باپ میری نظرؤں سے او جمل  
ہو گیا تھا...!“

ٹونی نے سوالیہ نظرؤں سے ان دونوں کی طرف دیکھا۔  
”یہ ہمیں برف کے تدوے میں دفن ملے تھے۔ ایک ہاتھ اور نکلاڑہ گیا تھا اسی بناء پر...!  
”بہت جلاس قابل بھی ہو گئے تم کہ اپنے بیروں پر کھڑے ہو سکو...!“ ٹونی نے امریکن  
کو گھورتے ہوئے کہا۔  
”آدھے گھنے تک یہوش رہے تھے۔!“ ایک ساتھی بولا۔

”مجھے تاؤ کہ فائر کہاں ہوئے تھے...؟“ ٹونی نے امریکن کو گھورتے ہوئے پوچھا۔  
”میں اس ویرانے میں اجنبی ہوں... اب مجھے لڑکے...!“ امریکن کراہتا ہوا بولا۔  
”میری نیت پر شبہہ مت کرو... پھر میں تمہارے باپ کا دشمن کیوں نکر ہو سکتا ہوں جب  
پہلی بار ہماری ملاقات ہوئی ہے...!“  
”میا تم کوشش کے باوجود بھی اس جگہ کی نشاندہی نہیں کر سکتے جہاں فائر گگ ہوئی تھی۔!  
”اوہ... خدا یا... کچھ کچھ یاد تو آرہا ہے... شامہ تین نوکوں والی چٹانوں کے قریب  
ہاں ہاں... وہ چٹاں مجھے عجیب لگی تھی۔!  
”میں کچھ گیا...!“ ٹونی سر ہلا کر بولا اور عمران کی طرف دیکھنے لگا۔  
”کیا خیال ہے...؟“ عمران نے پوچھا۔

”ان تینوں کو یہیں گاڑی میں چھوڑ کر ہم دونوں چلتے ہیں... لیکن ایک بار پھر سوچ لو۔  
یہاں سے ہم ”اسکی اگل“ کرتے ہوئے جائیں گے۔!  
”اچھا تو میں پہنتا ہوں... اپنی ایکسائز...!“ عمران بولا۔  
”تمنی چار منٹ کے اندر ہی اندر دونوں تیار ہو گئے تھے۔  
”ہماری واپسی تک تم تینوں یہیں بھہرو گے...!“ ٹونی نے ان سے کہا۔  
”میں رک جاؤں گا...!“ امریکن بولا۔ ”لیکن تم ان دونوں شریف آدمیوں کو اس پر مجبور  
نہیں کر سکتے۔!  
”نہیں... ہم ضرور رکیں گے...!“ دونوں نے بیک وقت کہا تھا۔  
دونوں آگے پیچھے روانہ ہوئے تھے۔ ابتداء میں عمران کی رفتار سست رہی تھی۔ پھر اس نے  
جلد ہی ٹونی کو جایا۔  
”کوئی دشواری تو محسوس نہیں ہو رہی...؟“ ٹونی نے چیخ کر پوچھا۔  
”بالکل نہیں... تم مطمئن رہو...!“ عمران نے جواب دیا۔  
”مجھے کسی تدریف انصاف برقرار رکھو...!“ ٹونی نے کہا۔  
”بہت اچھا...!“ عمران نے اپنی رفتار کی حد تک کم کر دی۔  
پھر کچھ دیر بعد وہ اس سے قریباً دو سو گز پیچھے تھا۔  
مشورہ مناسب ہی تھا۔ دوڑ جاری رہی۔ کئی جگہ انہیں لمبی چھلانگیں بھی لگانی پڑی تھیں۔  
بالآخر کچھ دیر بعد ٹونی نے ہاتھ اٹھا کر کرنے کا اشارہ کیا تھا۔ عمران اس کے قریب ہی جا کر رکھا تھا۔  
”ورہی تین نوکوں والی چنان...!“ ٹونی ایک جانب ہاتھ اٹھا کر بولا۔  
”یعنی یہیں تین فائر ہوئے تھے۔!“ عمران بڑیا۔  
”ان کے بیان کے مطابق یہی جگہ ہو سکتی ہے۔!  
”تو پھر تلاش کا آغاز یہیں سے ہوتا چاہئے...!“ عمران بولا۔  
”سوال تو یہ ہے کہ کریں کیا... کیا میں اسے آوازیں دوں۔!“ ٹونی نے الجھ کر کہا۔  
”کہکشہ بھی اسی امریکن کی طرح یہوش نہ ہو گئے ہوں۔“  
”تب تو منوں برف کے نیچے کہیں نہ کہیں دفن ہی ہو گیا ہو گا۔!“

”چلو تو وہ مکان ہی تلاش کریں.... ہو سکتا ہے.... زخمی ہو جانے کے بعد وہاں انہوں نے پناہ لی ہو!۔“  
”چلو!...!“

انہوں نے پھر ایک جانب دوڑ لگائی تھی۔ ٹونی آگے تھا اور عمران اس سے چند قدم پیچے گزئی ہی دیر بعد انہیں وہ عمارت دکھائی دے گئی تھی۔

”ٹھہر!....!“ عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”اُس تدوے کی اوٹ سے!“ ٹونی رکتے رکتے تدوے کے قریب ہی جا پہنچا۔ عمران نے تھیلے سے دور میں نکالی اور عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔

”دو آدمی باہر موجود ہیں.... رانفلین ہیں ان کے ہاتھوں میں.... یہ دیکھو!....!“ ٹونی نے دور میں اس سے لیکر لکڑی کی عمارت کی طرف دیکھا۔ اس کے ہاتھ کا نپ رہے تھے ”ہے کوئی چکر!....!“ وہ کپکالی ہوئی آواز میں بولا۔ ”وہ لوگ مسلی ہیں اور ہم خالی ہاتھ ہیں!“ ”تم اس کی فکر نہ کرو.... اچھا ٹھہر!.... کیوں نہ ہم لمبا چکر کاٹ کر عمارت کی پشت پر پہنچنے کی کوشش کریں۔“ ”ٹھیک ہے!....!“

نکروں کی اوٹ لیتے ہوئے وہ متعین کی ہوئی مست روائے ہو گئے تھے۔ ٹونی کو اپنے اعصاب پر قابو پانی محال ہو رہا تھا۔ اس کا باپ اسی عمارت میں ہو گا۔ وہ عمارت کی پشت پر جا پہنچ اور ٹونی نے دیکھا کہ عمران اپنی ”اسکیسر“ اتار زہا ہے.... وہ بھی اس کے قریب جا پہنچا۔ قد آدم سے بھی کسی قدر اوپنچائی پر عقیقی دیوار میں کچھ روشن دان دکھائی دے رہے تھے۔ ”یا کرو گے....؟“ ٹونی نے آہستہ سے پوچھا۔

”ذرا اندر کا جائزہ لوں گا.... باہر تو دو عدد موجود ہیں.... اندر بھی دیکھو!....!“ ”اھیاطا سے.... ہم مجھے ہیں!....!“ ”ریو اور کا تجربہ ہے تمہیں!....!“

”کیوں نہیں.... کیوں نہیں.... میراثانہ بھی اچھا خاصا ہے!“ ”اچھا تو یہ سنبھالو!....!“ عمران نے تھیلے سے اعشاریہ تین آنھ کا ریو اور نکال کر اس کی

دفعائونی نے اپنے باپ کو آوازیں دینی شروع کر دی تھیں۔ اس کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا ”اس سے کوئی فائدہ نہ ہو گا!“ عمران اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ تلاش کرو۔ اگر اس جگہ زخمی بھی ہوں گے تو پہلتے ہوئے نیچے چلے گے ہوں گے!“ اس نے سامنے طویل نشیب کی طرف اشارہ کیا تھا۔

”چھلانگیں لگانی پڑیں گی!.... ٹونی بولا۔“ ”لگائیں گے.... چلو پیچے ہٹ چلو!.... کم از کم دو فرلانگ پیچے وہاں سے اسٹارٹ سے چھلانگیں لگائیں گے!“

”تم خاصی معلومات رکھتے ہو....!“ ”ہر سال سو ستر لینڈ جاتا ہوں.... اس بار ادھر آنکلا!“ عمران نے کہا۔ پھر وہ وہاں سے قریباً دو ڈھانی فرلانگ پیچے ہٹ آئے تھے۔ پھر دوڑ لگا کہ نشیب چھلانگیں لگائی تھیں۔ عمران تو سنجھل گیا تھا لیکن ٹونی دور تک لڑھکتا چلا گیا تھا۔ پھر وہ سنجھل پلانا اس نے دیکھا کہ عمران برف سے کوئی چیز نکالنے کی کوشش کر رہا ہے.... وہ اس کے ذریعے پہنچا.... یہ ایک خون آلور موال تھا۔

”خدا کی قسم یہ پلایا کہے....!“ ٹونی بد حواس ہو کر بولا۔ ”اوہ.... تو پھر.... تو پھر!....!“ ٹونی دیوانہ وار اُسی جگہ اسٹنک سے برف ہٹانے لگا تھا لیکن خاصا گہرا گہرا بنا لینے کے بعد وہاں کچھ نہ مل سکا۔

”ہم وقت صالح کر رہے ہیں....!“ عمران بڑی بڑی۔ ”پھر بتاؤ کیا کریں!“ ٹونی مفطر بانہ انداز میں بولا۔ پھر سیدھا کھڑا ہو کر چاروں طرزِ دوڑانے لگا۔

”میرا خیال ہے کہ یہاں آس پاس کہیں ایک لکڑی کا مکان ہے!“ اس نے کچھ دیکھا۔ ”وہاں کون رہتا ہے....؟“ ”کوئی بھی نہیں.... میں نے اُسے ہمیشہ دیوان ہی دیکھا ہے۔ کبھی کبھی برف کے میں گھر جانے والے وہاں پناہ لیا کرتے ہیں!“

طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”میں جا رہا ہوں۔۔۔ تم ادھر کا دھیان رکھنا۔۔۔ سارے چیزیں بھر  
ہوئے ہیں۔۔۔“  
ٹونی نے تحرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور ریو اور اس سے لے لیا۔ عمران دیوار کی طرز  
بڑھ گیا تھا۔

خت برف کے ایک چھوٹے سے ڈھیر پر کھڑا ہو کر وہ روشنداں تک پہنچا تھا۔ کچھ دوسری طرف جھانکتا رہا پھر ٹونی کی طرف پلٹ آیا۔  
”اندر تین آدمی ہیں۔ ان میں ایک سورت بھی ہے۔ چوتھے کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے  
ہیں اور وہ فرش پر دوز انو بیٹھا ہوا ہے۔۔۔ وہ لوگ اس سے کچھ معلوم کرنے کے سلسلے میں تھے  
کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔۔۔“

”بڑی بڑی شہری موچھوں والا۔۔۔؟“ ٹونی نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔  
”ہاں۔۔۔!“

”م۔۔۔ میرا باپ ہے۔۔۔!“

”اندر والے دونوں آدمی بھی مسلح معلوم ہوتے ہیں۔ خیر لاڈ۔۔۔ یہ ریو اور دو۔۔۔  
سامنے ہی سے ان پر حملہ کر کے انہیں باہر نکال لوں گا۔ تم ادھر ہی ٹھہر و جب وہ باہر آجائیں  
اپنے باپ کو نکال لانا۔۔۔!“

”دیکھو دوست۔۔۔ وہ چار ہیں اور تم تھا۔۔۔!“  
”فکر مت کرو۔۔۔ میں نپٹ لوں گا۔۔۔!“

وہ اس سے ریو اور لے کر تو دونوں کی آڑ لیتا ہوا دوسری طرف چلا گیا۔ ٹونی عقبی دیوار سے  
کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک فائز کی آواز سنی گئی۔ کسی قدر دور کی معلوم تھی۔ پھر قریب ہی  
بھی دو فائز ہوئے۔ عمارت کے اندر سے بھی کھڑا براہت سنائی دیتے گئی تھی۔ ٹونی کی ریڑہ  
بڑی میں سننا ہٹ دوڑ گئی۔ وہ صرف کھلاڑی تھا۔ اسے لایا بھڑائی کا تجربہ نہیں تھا۔ قریب  
اس نے ایک کراہ سنی تھی اور پھر تو فائز ہی فائز۔۔۔ ایک چیخ اور پھر گالیوں کا طوفان۔۔۔  
طرف سے فائز ہو رہے تھے۔

”آخر وہ ہے کہاں۔۔۔ کون ہے۔۔۔؟“ کسی نے چیخ کر کہا۔

”پہ نہیں کون ہے۔۔۔؟“ ”سوانی آواز آئی۔“  
پھر در کے ایک فائز کے ساتھ ہی تیر سری چیخ سنائی دی۔  
”ادھر سے بائیں جانب۔۔۔؟“ کسی مرد کی آواز تھی۔  
اس کے بعد دو فائز اور ہوئے تھے اور پھر سانچا چھا گیا تھا۔ ٹونی دیوار سے لگا کھڑا بنا پڑا تھا۔ پھر  
تھوڑی دیر بعد اس نے احمد سمازی کی آواز سنی وہ نام لے لے کر اسے پکار رہا تھا۔  
”م۔۔۔ میں یہاں ہوں۔۔۔؟“ ٹونی کپکاپی ہوئی سی آواز میں بولا۔  
”تو ادھر آؤنا۔۔۔ دیکھو۔۔۔ یہ کیا ہوا ہے۔؟“  
ٹونی عمارت کے سامنے والے حصے کی طرف پہنچا۔ یہاں تین لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔  
”یہ دیکھو۔۔۔ یہ خواہ نخواہ مر گئے۔۔۔؟“ عمران نے احمدانہ انداز میں کہا۔  
”م۔۔۔ مر گئے۔۔۔؟“ ٹونی ہکلایا۔  
”ہاں۔۔۔ یار۔۔۔ پہنچنیں کس طرح۔۔۔!“  
”ٹونی۔۔۔ کیا تم ہو۔۔۔؟“ اندر سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔  
”ہاں۔۔۔ پاپا۔۔۔ تم خیریت سے ہونا۔۔۔!“  
”ہاں۔۔۔ اندر آؤ بیٹے۔۔۔ ورنہ وہ پھر پلٹ پڑیں گے۔؟“  
ٹونی بوکھلایا ہوا اندر داخل ہوا۔ عمران اس کے پیچھے تھا۔ اس کا باپ اب بھی فرش پر دوز انو  
بینجا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔  
”کھڑے دیکھتے کیا ہو۔۔۔؟“ عمران بولا۔ ”ان کے ہاتھ کھوول کر اٹھاؤ۔۔۔ اور پوچھو کہ کہاں  
گولی لگی ہے۔؟“  
”کہیں بھی نہیں۔۔۔ میرے گولی نہیں گئی تھی۔۔۔ گرپا تھا۔۔۔ ناک سے خاصا غون نکل  
گیا۔۔۔ لیکن فائزگ کس نے کی تھی۔۔۔؟“  
”م۔۔۔ میرے ساتھی نے۔۔۔؟“ ٹونی عمران کی طرف دیکھ کر ہکلایا۔  
”لیا کوئی زخمی بھی ہوا ہے۔۔۔ میں نے چینیں سنی تھیں۔؟“  
”تم نے ختم ہو گئے ہیں۔۔۔؟“  
”عن۔۔۔ نہیں۔۔۔؟“ اس کا باپ بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ عمران کو غور سے دیکھے جا رہا تھا۔

اس بارہ و دو نوں بھی اس کے پیچے پیچے چل رہے تھے۔ عمران ایک جگہ رک گیا۔۔۔ اور انہوں نے دیکھا کہ وہ لاش کو ایک بڑے سوراخ میں ٹھوں رہا ہے۔ وہ دو نوں اس کے قریب جا پہنچ۔

”اوہ....!“ ٹونی کے باپ نے طویل سانس لی۔ عمران نے تیسری لاش کو بھی ٹھکانے لگایا۔ اس کے بعد اس نے ادھر ادھر سے برف سمیت کر اس سوراخ میں بھرنی شروع کر دی تھی۔

صورت سے تو بالکل احمد معلوم ہوتا ہے....!“ ٹونی کے باپ نے آہستہ سے کہا۔

”احق نہ کھوپیا۔۔۔ دیکھو کتنا معصوم لگ رہا ہے.... مجھے تو اس پر پیار آ رہا ہے!“

سوراخ بند کرنے کے بعد عمران اٹھ کر اہولے۔

”اب وہاں سے بھی کمکش کے آثار مٹا دو....!“ اس نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

”اوہ.... ہاں....!“ ٹونی کا باپ چوک کر بولا۔ ”یہ بہت ضروری ہے....!“

پندرہ میں منٹ اس کام میں صرف ہوئے تھے۔ اس کے بعد ان کی روائی ہوئی تھی۔ ٹونی کا باپ ”اس کی لگنگ“ کر سکتا تھا۔ اس کی ناک میں اندر ٹونی چوٹی آئی تھی۔ ویسے بالکل ٹھیک تھا۔ انہوں نے برف گاڑی سک کر دوڑا گئی تھی۔ تینوں آدمی گاڑی ہی میں موجود تھے۔ ٹونی کے باپ نے انہیں بتایا کہ خاص طور پر اسے ننانہ نہیں بنایا گیا تھا۔ وہ تو نادانستگی میں ایک گزھے میں گر گیا تھا اور فائر شکاریوں نے کچ تھے۔ ان اطراف میں بھیڑیوں کا شکار ہوتا ہی رہتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس دن سرے سے شکار کا موسم ہی نہ رہا ہو۔ بہر حال وقت طور پر وہ تینوں اس کے بیان سے مطمئن ہو گئے تھے اور گاڑی بستی کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔ عمران کی آنکھیں بڑھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بیٹھے بیٹھے ہی گہری نیند سو گیا ہو۔



”مجھے تو یقین نہیں آتا....!“ سونیا آہستہ سے بولی۔  
”یقین کرو....!“

”ہو سکتا ہے اُن کے ساتھیوں ہی نے انہیں مار ڈالا ہو.... کرانے کے آدمی رہے ہوں۔ پیا کا نیکا خیال ہے۔!“

”آخر پیالاں کے بارے میں ہمیں کیوں کچھ نہیں بتاتے!“

”ناممکن....!“ وہ بالآخر بڑا بڑا۔

”خود چل کر دیکھ لو....!“ ٹونی نے کہا۔

”اگر یہ حق ہے تو قیامت آجائے گی۔!“

وہ تینوں عمارت سے باہر آئے تھے اور لاشیں دیکھ کر ٹونی کے باپ کی حالت غیر ہو گئی۔

”م..... میں تو ہواںی فائز کر رہا تھا۔!“ عمران نے مسمی صورت بنا کر کہا۔ ”یہ پتہ نہیں کیسے مر گئے۔!“

”اب انہیں بختی جلدی ممکن ہو سکے دفن کر دو.... ورنہ پولیس بھی انہی کا ساتھ دے

گی.... ہماری بات پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔!“

”مکہرہ....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”بڑی اچھی تدبیر سمجھ میں آئی ہے۔ لاشیں برآمدہ کر سکیں گے۔!“

”تو کچھ کرو جلدی سے....!“

”تم دونوں بیٹیں مکہرہ....!“ کہہ کر عمران نے بڑی احتیاط سے ایک لاش اپنے ہاتھوں

اٹھائی اور سامنے والے تدوے کے پیچے غائب ہو گیا۔

”یہ کون ہے ٹونی....؟“ اس کے باپ نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ ”مجھے کوئی ایشیائی لگتا ہے۔“

”ہمارا نیا گاہک پیا۔۔۔ سونیا تمہارے لئے بہت پریشان تھی۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ شما

مشرق کی طرف فائر ہوں کی آواز سن گئی ہیں۔ وہ بے چین ہو گئی۔ لیکن مجھے تھا ادھر نہیں آ۔

دے رہی تھی اور کوئی ساتھ آنے پر تیار نہیں تھا۔ دفعتاں مسافر نے کہا میں ساتھ چلوں گا۔

”صورت سے تو بالکل بے وقوف معلوم ہوتا ہے۔!“

”ہاں یہ بات تو ہے....!“

اس دوران میں عمران دوسری لاش بھی اٹھا لے گیا تھا۔ یہ دونوں گفتگو میں کھوئے ہو

تھے۔ اس وقت چوکے چب وہ تیسری لاش اٹھا رہا تھا۔

”آخر تم کر کیا رہے ہو....!“ ٹونی کا باپ اس کی طرف بڑھتا ہو مضطربانہ انداز میں بولا۔

”آؤ میرے ساتھ .... میں تمہیں دکھاؤں .... ان کے فرشتے بھی نہ معلوم کر سکیں

کہ لاشیں کہاں گئیں۔!“ عمران نے کہا۔

”پرانی خاندانی دشمنی ہے!“  
 ”تو ہمیں کیوں اندر ہیرے میں رکھا جا رہا ہے۔ ہمیں بھی تو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کون ہے۔  
 ہو سکتا ہے کبھی ہم بھی اُن کا نشانہ بن جائیں۔“  
 ”وہ کہتے ہیں کہ دشمنی اُنکی ذات تک محدود ہے۔ اگلی نسل سے اس کا کوئی تعلق نہیں!“  
 ”تو پھر وہ خاندانی دشمنی ہرگز نہیں ہو سکتی!“  
 ”یہی تو میں بھی سوچتی ہوں....!“

”سنوا! میری یادداشت میں اُن پر حملہ اس وقت ہوا تھا جب وہ اجنبی آرٹسٹ پہاں آیا تھا  
 پیپاریکار تھے اور وہ رات پھر تھا ان کے کمرے میں رہا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ان کی دیکھ بھال  
 کرے گا حالانکہ پیپاریکار کی شدت کی وجہ سے بالکل غافل تھے!“  
 ”سب سے بڑی حیثیت تو ہم سے یہی ہوئی تھی کہ ہم نے اس پر اعتماد کر لیا تھا۔“ سونیا کو  
 سوچتی ہوئی بولی۔ ”لیکن اس نے تو پیپاریکار کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا....!“  
 ”پھر ہم سے ملے بغیر اچاک چلا کیوں گیا تھا.... صبح اٹھ کر ہم نے اسے پیپاریکار کے کمرے میں  
 نہیں دیکھا تھا!“

”اور پیپاریکار تین دن بعد حملہ ہوا تھا!“  
 ”اور کیا تمہیں وہ تصویر یاد نہیں جو ایک ہفتے کے بعد اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔ لاش کی  
 تصویر.... حالانکہ چہرہ منجھ ہو چکا تھا لیکن پھر بھی مجھے تو وہی آرٹسٹ لگا تھا!“  
 ”ہاں... کیا تم نے محوس نہیں کیا تھا کہ پیپاریکار لاش کی تصویر دیکھ کر سر ایسے ہو گئے تھے؟“  
 ”مجھے تیار نہیں....!“

”مجھے اچھی طرح یاد ہے کئی دن تک خوف زدہ سے نظر آتے رہے تھے!“  
 ”تو وہ لاش جو برف میں دبی ہوئی ملی تھی!“  
 ”اس کے سر میں دو سوراخ تھے۔ سراغ رسال کا خیال تھا کہ بہت قریب سے اُسے گولا  
 ماری گئی تھی!“  
 ”خدا جانے کیا چکر ہے.... آج میں اسی لاش کے حوالے سے ان سے گفتگو کروں گا!“  
 ”ابھی نہیں.... آج کے صدمے سے تو چھکارا پالینے دو....!“

”تم بھتی کیوں نہیں.... جتنی جلد معاملہ صاف ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے!“  
 ”وہ.... دوپھر کا کھانا.... میں اس مہربان سافر کا کھانا خود پہنچاؤں گی اس کے کمرے میں!“  
 ”لیکن اس معاملے سے متصل کوئی گفتگو نہ کرنا....!“  
 ”کیوں....؟“  
 ”وہ ہمارا محض ہے.... اور ہم سے توقع رکھتا ہے کہ ہم اس واقع کا تذکرہ تم سے بھی نہیں  
 کریں گے۔ اپنے اسی بیان پر قائم رہیں گے کہ پیا اتفاقاً گڑھے میں گرگئے تھے اور اسی وقت بعض  
 شکاریوں نے فائز بھی کئے تھے!“  
 ”اگر پویس بیان لینے آئے تو میری دانست میں بیان میں کسی تدریج اضافہ زیادہ موزوں رہے  
 گا!“ سونیا نے کہا۔  
 ”کیسا اضافہ....؟“  
 ”بھی کہ پیا کو دو بھی شکاریوں نے دوڑایا تھا اور جان بچانے کے لئے بھاگے تھے اور گڑھے میں  
 جاگے تھے۔ اس طرح شکاریوں والی بات بھی پکی ہو جائے گی۔ ورنہ ایسے موسم میں کون لکھتا ہے!“  
 ”مشورہ تو معقول ہے لیکن وہ سافر جو پیا کے ساتھ تھا....!“  
 ”ہاں.... یہ بات تو ہے....!“

”چھوڑو بھی اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ البتہ اگر لاشیں ٹھکانے نہ لگادی گئی ہو تو میں تو تمی  
 پریشانی کی بات ہم دشواریوں میں پڑ جاتے!“  
 سونیا خامہ سی ہو گئی۔ پھر وہ کچن کی طرف چلی آئی تھی اور ٹوٹی ان سافروں کے پاس جائیٹا  
 تھا۔ جو ڈائینگ ہال میں بر جھکیل رہے تھے۔

فرائینگ چین میں اٹھے توڑتے وقت سونیا اسی الحقیقت سافر کے بارے میں سوچے جا رہی  
 تھی۔ ہو سکتا ہے وہ بہت زیادہ خائف ہو۔ اسی لئے کمرہ بند کر کے پڑھا ہو۔ اس کے ہاتھوں تین  
 آدمی مارے گئے تھے اور اسی نے لاشیں اٹھا لٹھا کر بھی گڑھے میں پھیکی تھیں۔ کام کرتے وقت  
 تو کچھ بھی نہیں محسوس ہوتا۔ بس کام ختم کر لینے کی دھن ہوتی ہے۔ لیکن بعد میں جب اطمینان  
 سے اس پر غور کا موقع ملتا ہے تب ہوتا ہے رد عمل اور وہ تو بیچارا ایک معموم سا آدمی ہے۔  
 دونوں طرف سے گولیاں چل رہی ہوں تو نشانہ لینے کا موقع کب ملتا ہے۔ ایسے میں تو بس

بد قسمتی جسے بھی چاٹ جائے... بیچارہ... کیا نام بتایا تھا تو نے... ہاں ہاں... عمران بیچارہ عمران... میں اسے تسلیاں دوں گی۔ یہ ظاہر کے بغیر کہ مجھے اس کے کارنائے کا علم ہے۔

دوسرے گاؤں کو ڈائینگ ہاں میں کھانا بھجوادینے کے بعد اس نے عمران کے لئے ٹرے سجائی تھی اور اس کے کمرے کی طرف چل پڑی تھی۔ ٹھوکر سے دروازہ بجا کر اُسے آوازیں دینی پڑی تھیں۔ جب کہیں وہ بیدار ہوا تھا۔ دروازہ کھول کر سامنے ہی کھڑا آنکھیں ملکارہا۔

”ایک طرف ہٹو... میں تمہارے لئے کھانا لائی ہوں....!“ سونیا نے نرم لمحہ میں کہا۔  
وہ اس طرح چوک پڑا جسے ابھی تک خواب دیکھتا ہا ہو۔

”اچھا... اچھا...!“ وہ ایک طرف ہٹا ہوا بولا۔

”یہ چھوٹی میز یہاں رکھو... دیکھتے نہیں میرے دونوں ہاتھ پھنسنے ہوئے ہیں۔!  
”اوہاں... ہاں...!“ اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں تعیل کی تھی۔

سونیا نے ٹرے میز پر رکھ دی اور خود بھی ایک کرسی کھینچ کر میز کے قریب بیٹھتی ہوئی  
بولی۔ ”شراب کون سی پیتے ہو... یہ بھی بتا دو... موجود نہ ہو گی تو کہیں سے فراہم کریں گے۔!

”میں شراب نہیں پیتا...!  
”یہاں اس سردی میں بھی نہیں...؟“ سونیا نے حیرت سے پوچھا۔

”کافی سے زیادہ گرم مشروب مجھے نزلے میں بدلنا کر دیتا ہے۔!  
”تم بہت اچھے آدمی ہو...!  
”اچھا...!“ عمران کے لمحے میں امتحانہ تحریر تھا۔

”ہمدرد اور بہادر بھی!“

”پپ... پیٹھ خراب ہو جائے گا میرا... ایسی باتیں نہ کرو...!  
وہ ہنس پڑی تھی اور عمران کھانا کھاتا رہا تھا۔

”تھی نے ہست کی تھی اور تو کوئی بھی تیار نہیں ہوا تھا۔“ وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔ ”ٹوٹی کہہ رہا تھا کہ تم ”اسکی اگ“ کے بھی باہر معلوم ہوتے ہو۔!

”باکل خراب ہو جائے گا پیٹھ...!“ عمران کر لے۔

”تم اپنی بیوی کو بھی کیوں نہیں لائے تھے۔!  
”

”ہاں ہے...?“ عمران نے حیرت سے پوچھا۔

”تھی جانتے ہو گے... میں کیا بتاؤ...?  
”

”میں تو نہیں جانتا...!  
”

”اپنی بیوی کو نہیں جانتے۔!  
”

”اے وہ...!“ عمران امتحانہ انداز میں نہ کر بولا۔ ”وہ تو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی۔!  
”

”اوہو... تو غیر شادی شدہ ہو۔!  
”

”باکل... باکل...!  
”

انتے میں ٹوٹی بھی آگیا... وہ کچھ پریشان سالگ رہا تھا۔

”وہ آگے ہیں...!“ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”کون آگے ہیں...?  
”

”پپ پویں... ریکوا سکوا دوالوں نے انہیں اطلاع دی ہو گی۔!  
”

”اوہ... تو ہمیں کیا ڈر ہے...!  
”

”کچھ بھی نہیں...!  
”

لیکن عمران کے چہرے پر خوف زدگی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ سونیا نے اس کی طرف دیکھا اور متکر نظر آنے لگی۔

”بس اب کھا پکا...!“ عمران نے کھانے سے ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا۔ ٹوٹی نے سونیا کو دہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ برتن اٹھا کر چلی گئی اور ٹوٹی عمران کا شانہ تھپک کر بولا۔ ”وہ رو نہیں کسی کو کیا معلوم کہ دہاں کیا ہو چکا ہے۔“

”لیکن برف گاڑی میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے بعد کے فائز ضرور نے ہوں گے۔!“ عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا... گاڑی ایسے کندیشہ اور ساٹھ پروف ہے۔ کسی نے بھی نہیں بتایا کہ اس نے فائزوں کی آوازیں سنی تھیں۔“

”تب تو ٹھیک ہے...!“ عمران ٹھٹھی سانس لے کر بولا۔

”اور ہاں پیلانے اپنے بیان میں تھوڑی سی تبدیلی کی ہے۔ وہ بھیڑیوں نے ان کا تعاقب کیا

تحاول وہ ایک گھر میں جاگرے تھے اور انہوں نے فائروں کی آوازیں بھی سنی تھیں۔“

”ٹھیک ہے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”لیکن وہ امر لکن....!“

”اوے جہنم میں جھوکو....!“

”سوال تو یہ ہے کہ وہ بھی تو ساتھ تھا تمہارے پیاس کے.... اُس نے بھیڑیوں والی بات کی تردید کر دی تو....!“

”نہیں.... نہ وہ تائید کرے گا اور نہ تردید.... کیونکہ وہ تو پہلے ہی لڑکھڑا کر گرا تھا اور بے ہوش ہو گیا تھا۔“

”پولیس بیسین آئے گی یا مجھے ڈائینگ ہال تک چلانا پڑے گا۔“

”تم ہی چلو.... لیکن پریشان ہونے کی بات نہیں.... وہ کچھ زیادہ پوچھ گچھ نہیں کریں گے۔ بس ضابطے کی کارروائی ہے۔“

ٹوپی کا خیال درست نکلا۔ عمران کا بیان کسی جرح کے بغیر لکھا گیا تھا اور اس کے کاغذات دیکھنے کے تھے اور پولیس کے رخصت ہو جانے کے بعد سو نیا اُسے کچن میں لائی تھی۔

”اور اب تمہیں گرم کافی کا ایک کپ پلااؤں گی.... سیاہ پسند کرو گے یا کارم کے ساتھ۔“

”مشکر یہ.... سیاہ....!“

”ہماری پولیس بہت شاکر ہے....!“ سو نیا بولی اور کافی کے لئے پانی رکھنے لگی۔

عمران خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھا رہا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد سو نیا اس کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔

”تم کیا کام کرتے ہو....؟“ دفعتاً اُس نے عمران سے سوال کیا۔

”کچھ بھی نہیں.... شہزادے کام نہیں کیا کرتے۔!“

”شہزادے....!“ اُس نے حیرت سے کہا۔

”ہاں میں ایک آوارہ شہزادہ ہوں.... میرا بپ جو ایک بڑا والی ریاست ہے مجھے پسند نہیں کرتا۔ اس لئے چھوٹے بھائی کو دلی عہد بنا لیا ہے۔!“

”اوے تم تھا رہا گئے ہو....!“

”جبوری.... میں بادشاہوں کی طرح نہیں رہتا چاہتا۔ ایک عام آدمی کی طرح زندگی کا

لطف اخانا چاہتا ہوں۔!“

”تم عجیب ہو....!“

”پیاس پہلا حملہ کب ہوا تھا....؟“

”کوئی ایک سال پہلے کی بات ہے....!“ سو نیا نے جواب دیا اور اُسے غور سے دیکھنے لگی۔

”یہ دوسرا تھا....؟“

”ہاں.... لیکن میں نے انہیں کبھی پریشان نہیں دیکھا۔!“

”کیا خیال ہے تمہارا....؟ پیاس بولتے ہیں۔!“

”میں نہیں کبھی تم کیا کہنا چاہتے ہو....!“

”مجھے یہ کوئی خاندانی رنجش نہیں معلوم ہوتی۔!“

”پھر کیا خیال ہے تمہارا....!“

”وہ تمہارے پیاس سے کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ پیاس سے لاطم ہیں یا کسی وجہ سے انہیں باخر نہیں کرنا چاہتے۔!“

”بڑی عجیب بات ہے....!“

”کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ پہلے حملے کی نوعیت کیا تھی۔!“

”کسی نے ان پر جھپڑا پھینکا تھا۔!“

”آج تم اتنی پریشان کیوں تھیں۔ کیا تمہیں علم تھا کہ آج انہیں کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے۔!“

”میں نہیں جانتی وہ کون تھا جس نے کچھل رات یہ بات کی تھی۔!“

”کون کی بات....؟“

”کسی نے کچھل رات کہا تھا کہ میرے باپ کے کچھ دشمن ڈی ایکسپریس میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔! کچھل رات ڈائینگ ہال میں خاصی بھیڑ تھی میں اس کا چھرہ نہیں دیکھ سکی تھی۔!“

”تم نے یہ بات اپنے باپ کو ضرور بتائی ہو گی۔!“

” بتائی تھی۔ لیکن وہ نہ کرتا۔!“

”یا تو نی سے بھی اس سلسلے میں کوئی بات ہوتی تھی۔!“

”نہیں.... وہ میرا محکمہ اڑا دیتا۔!“

”اس کا خیال ہے کہ اس سلسلے میں تمہاری معلومات و سبق ہوں گی!“  
”وہ درست نہیں کہتا۔ میں اتنا ہی جانتی ہوں جتنا بھی تمہیں بتاچکی ہوں!“  
”وہ کل پانچ عدد تھے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی!“  
”عورت....؟“ سونیا چوک پڑی۔

”ہاں.... عورت.... وہی تمہارے پیاسے کچھ معلوم کرنے کی کوشش کر رہی تھی!“  
”کمال ہے.... نہ ٹوٹی نے بتایا اور سن پیانا نے....!“  
”ٹھہر و.... مجھے سوچنے دو....!“  
سونیا خاموش ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

”وہ آدمی اس سلسلے میں بہت اہم ہے جس نے پچھلی رات تمہارے پیاسے کو شمنوں کا ذکر کیا تھا!“  
”لیکن میں نہیں جانتی کہ وہ کون تھا....!“  
”اگر وہ سب ڈی ایجیر وہی میں ٹھہرے ہوئے تھے تو وہ ان میں سے تین آدمیوں کی کمی سے بھی واقف ہو جائے گا!“

”میں نہیں کچھ تم کیا کہنا چاہتے ہو....!“  
”تمہارے باپ کے دشمنوں میں سے تین کا صفائیا ہو گیا تھا۔ کیا ٹوٹی نے تمہیں نہیں بتایا!“  
”نن.... نہیں....!“  
”فارزگ ہوئی تھی اور تین مر گئے تھے!“  
”مل لیکن ٹوٹی کسی کو مار نہیں سکتا!“  
”اور میں کب مار سکتا ہوں.... ٹھہر و میں تمہیں دکھاتا ہوں!“ اس نے انھ کراپنے تھے سے ایک روپ اور نکلا اور سونیا کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ”یہ دیکھو....!“  
سونیا نے اسے دیکھا تھا اور نہیں پڑی تھی۔

”یہ تو کھلوتا ہے.... پچوں کا....!“  
”بن انہیں دھکانے کے لئے اسی سے فارزگ کرتا رہا تھا۔ پتہ نہیں کیسے مر گئے!“  
”تب تو.... وہ اپنے ہی ساتھیوں کی گولیوں سے ہلاک ہوئے ہوں گے!“  
”لیکن ان تینوں کی کمی.... اس آدمی کو ضرور چونکا دے گی جس نے پچھلی رات تمہیر

اطلاع دی تھی!“  
”ہاں میرا خیال ہے کہ وہ الفاظ مجھے ہی سنانے کے لئے کہے گئے تھے!“  
”لیکن وہ آواز تمہارے لئے کسی قدر جانی پہچانی سی بھی تھی۔ یادداشت پر زور دینے کی کوشش کرو۔“  
سونیا تھوڑی دیر بعد بولی۔ ”شناسمائی کا شابہ تو ہا ہو سکتا ہے کسی نے آواز بدلت کر بولنے کی کوشش کی ہو۔ لیکن پوری طرح کامیاب نہ ہوا ہوا!“  
”یہ ڈی مورا کون ہے.... جس نے صبح گولیاں چلنے کی اطلاع دی تھی.....؟“  
”وہ.... وہ رسکیو اسکوڈا کا سار جنت ہے!“  
”کیا آدمی ہے....؟“  
”اچھا آدمی ہے....!“  
”تمہارے پیاسے کیسے تعلقات ہیں....؟“  
”دوستانہ سمجھ لو....!“  
”اب رہ جاتا ہے وہ امریکن جو تمہارے پیاسے کو ساتھ لے گیا تھا!“  
”ایک بفتے سے یہاں مقیم ہے۔ اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔“ سونیا نے کہا اور اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔ ”تم نے ایک ماہ سراغ رسان کے سے انداز میں مجھ سے پوچھ چکھ کی ہے!“  
”اے وہ....!“ عمران نہ کر بولا۔ ”بہت کثرت سے پڑھے ہیں میں نے جاسوسی ناول، ابھی تک کئی مرغی چوروں کو پکڑ چکا ہوں۔ کیا خیال ہے تمہارے پیاسے کے قبضے میں کسی خزانے کا نقشہ نہ ہو!“  
”ہو سکتا ہے.... ہم اٹلی کے ایک شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں!“  
”اخاہ.... تو تم بھی ٹھہر ادی ہو۔!“  
”شاند....!“ وہ ٹھہر ادی سائز لے کر بولی۔ ”لیکن اب تو ہمیں دوسروں کی خدمت کرنی پڑتی ہے!“  
”گوئی بات نہیں تمہارا شہزادی ہوتا ہی کافی ہے۔ ویسے کیا میں تمہارے پیاسے اس سلسلے میں کوئی بات کر سکتا ہوں۔!“

”کیوں نہیں.... شام کو ٹھہریں تھی کچھ بتا دیں....!“

”ٹوپی کہاں ہے....؟“

”ڈائینگ ہال میں!“

کافی پی کر عمران پھر ڈائینگ ہال میں چلا گیا تھا اور سونیا اسی کے متعلق سوچتی رہ گئی تھی۔ صورت سے یوں قوف لگتا تھا لیکن کوئی بات یوں قوفی کی نہیں کی تھی اسکے سارے سوالات اُس نے ایک بار پھر اپنے ذہن میں دھرائے تھے اور ان کا تجزیہ کرنے لگی تھی اور اب وہ اس امر لیکن کے بارے میں سوچ رہی تھی جو دسروں کے منع کرنے کے باوجود بھی ایسے موسم میں ”آنکھی آنک“ کرنا چاہتا تھا۔ اور یاپا یہ معلوم ہونے کے باوجود بھی اس کے ساتھ چلے گئے تھے کہ ذہنی ایسیپر و میں ان کے کچھ دشمن بھی مقیم ہیں۔ تو پھر اس امر لیکن کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ ہو سکتا ہے وہ اُن کے دشمنوں ہی کا کوئی کارندہ ہو۔ تبھی تو انہیں اس طرف لے گیا تھا اور پھر وہ آدمی جس نے پچھلی رات کو ذہنی ایسیپر و میں ان کے قیام کی اطلاع دی تھی آخر وہ کون ہو سکا ہے....؟ وہ سوچتی رہی اور کہتی میں پانی ابلتا رہا یہ بھی بھول گئی تھی کہ ڈائینگ ہال میں بھی کچھ گاہوں کے لئے کافی پہنچانی ہے!

خیالات کا سلسلہ ٹوپی کی آمد پر ٹوٹا تھا۔ اس کے پیچھے ایک دیر پھر تھا۔

”تم کیا کرنے لگیں.... وہاں کافی بھجواؤ....!“ اس نے کہا۔

”ہاں....! میں ذرا ایک اچھس میں پڑ گئی ہوں۔ تم یہیں مٹھرو۔.... کافی بھجوا کر تم سے بات کر دوں گی!“

ویژہ ٹرائی پر کافی کا سامان لگانے لگا تھا۔ اُس کے چلے جانے کے بعد سونیا نے عمران کی بات چھیڑ دی۔ شروع سے آخر تک کی گفتگو سے اُسے آگاہ کرتی ہوئی بولی۔ ”میری تو سمجھ میں نہیں آتا یہ آدمی....!“

”تو اس نے تمہیں نقلی روپاں دکھایا تھا....!“ ٹوپی نے پوچھا۔

”ہاں کھلوانا تھا.... جس کے اندر پٹانے بھرے ہوئے تھے!“

”لیکن اس نے مجھے تو اعشادیہ تین آٹھ کاریوں دیا تھا جس کے سارے چیزیں لوڈ تھے!“

”خدا کی پناہ....!“

”تم فکر نہ کرو.... وہ جو کوئی بھی ہو، ہمارا ہمدرد ہے!“

”ویسے اب تم اس امر لیکن پر نظر کھو.... مجھے تو وہ انہی دشمنوں کا کوئی کارندہ معلوم ہوتا ہے!“  
”میں دیکھوں گا....!“

”لیکن اس بات کا خاص خیال رکھنا کہ اُسے نگرانی کا احساس نہ ہونے پائے!“

”سنوا میرا خیال ہے کہ ”پیپا“ کے پہانے شاساؤں میں سے ہے۔ لیکن پیپا اس سے اجنبیوں کی طرح ملتے تھے!“

”انداز سے مجھے بھی کوئی ایسا ہی لگتا ہے....!“ سونیا چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

”میں تمہیں زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ ورنہ تمہیں ایک دلچسپ اور حرمت انگیز بات بتاتا!“  
”اچھا تو اب تم مجھ سے بھی پاتنی چھپانے لگے ہو!“

”پچھلی رات کا ہی واقعہ ہے.... پیپا اپنی خواب گاہ میں اونڈھے لیٹھے ہوئے تھے اور یہی مریکن اپنے چھوٹے کیسرے سے ان کی پشت پر مختلف جگہوں کی تصویریں اتنا رہا تھا!“  
”بکواس کرتے ہو تم....!“ سونیا ہنس پڑی۔

”اُسی لئے نہیں بتائی تھی یہ بات کہ تم میرا منہجکے ازاوگی....!“ ٹوپی نے اسامنہ بنا کر بولا۔  
”اگر یہ حق ہے تو بڑی عجیب بات ہے....!“

”اب کیا کہو گی اس معاملے کو....!“

”اب تو پیپا کو بتاتا ہی پڑے گا!“

”تم ان کی زبان نہیں کھلوائیتیں۔ زیادہ بور کرو گی تو کہیں اور چلے جائیں گے!“  
”لیکن میں عمران کو یہ واقعہ ضرور بتاؤں گی!“

”پڑھنیں کیا چکر ہے....!“

”کچھ بھی ہو.... میں پیپا سے ضرور بات کر دوں گی!“

”سنوا مجھے وہ آرٹسٹ یاد آ رہا تھا جس نے ایک رات پیپا کی خواب گاہ میں گذاری تھی اور کسی تکے بغیر چلا گیا تھا اور پھر دو تین دن بعد اس کی لاش ملی تھی!“

”خوب!“ سونیا مسکرائی کر بولی۔ ”وہ آرٹسٹ تھا اور یہ فوٹوگرافر ہے کیا پیپا اُس وقت یہ پوش

”جبکہ وہ اُن کی پشت پر تصویریں کھینچ رہا تھا!“

”بس یو نہیں... میرا خیال ہے کہ اب انہیں واقعی آرام کرنا چاہتے۔ درست سچ مجھ مارے جائیں گے۔ ان کے تین آدمی ضائع ہوئے ہیں۔ معمولی بات نہیں۔“

”یہ تو تمٹھک کہہ رہے ہو....!“ سونیا خوف زدہ سے لمحہ میں بوی۔ ”درے.... کچھ نہیں.... ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ سب کچھ دیکھ لیا جائے گا۔ ہاں تم مجھے یہاں کیوں لائی ہو؟!“

”کچھ اہم باتیں بتانا چاہتی ہوں۔!“

”ضروری... ضروری....!“ عمران ہمسر تن گوش ہو گیا۔

سب سے پہلے سونیا نے اُسے آرٹسٹ والا واقعہ سلیلا۔ پھر ٹوپی والی کہانی دہرانے لگی تھی۔ عمران توچہ اور دچکی سے کن رہا تھا۔ سونیا کے خاموش ہونے پر بولا۔ ”مزہ آجائے گا۔ بڑی زور دار جاسوسی ہو گی۔ ٹوپی کہاں ہے چلو اُس کے پاس چلیں۔ اس سلسلے میں کچھ اور بھی پوچھنا ہے۔!“ ”چلو... وہ اپنے کمرے میں ہو گا۔!“

ٹوپی نے انہیں دیکھ کر بُر اسامنہ بنایا تھا۔ شانکہ وہ سو جانا چاہتا تھا۔

”تم نے بات کا بتانے کیا تھا باری سو نیا۔!“ اس نے کہا۔

”اگر تم اس کا تذکرہ سو نیا سے نہ کرتے تو تمہیں پچھتا پڑتا۔!“

”یہ شر لاک ہو مز خواہ مخواہ سر پڑا ہے۔!“

”فضول باتیں نہ کرو ٹوپی.... اپنے محض کہ اڑا رہے ہو۔!“ سونیا بولی۔

”مضحکہ کہ اڑا رہا ہوں.... میں نے تو تعریف کی تھی۔!“

”ذہن پر زور دو اور مجھے تفصیل بتاؤ کہ وہ کس طرح تصویریں لے رہا تھا۔!“

”تم اندر آگر بیٹھ تو جاؤ۔!“

”ٹکری یہ.... ٹکری یہ....!“ عمران کمرے میں داخل ہوتا ہوا بولا۔ سونیا اس کے پیچھے تھی۔!

”اوہو.... شانکہ یہ بتانا تو بھول ہی گیا تھا کہ وہ تصویر کس طرح لے رہا تھا۔ ایک شیشی میں کی تم کا سیال تھا جس جگہ کی تصویر یعنی ہوتی تھی۔ اسی جگہ تھوڑا سا سیال گرا کر بھلی سی ماش کا تاخدا پھر تصویر لیتا تھا۔!“

”اُنم کلتے ہے....!“ عمران سونیا کی طرف دیکھ کر بولا۔ وہ احقوق کی طرح منہ کھولے بیٹھی تھی۔

”نہیں.... وہ اُس سے گفتگو کر رہے تھے۔!“

”تو پھر کیا خیال ہے تمہارا۔... اس مسئلے پر اُن سے گفتگو کی جائے یا نہیں.... عمران؟ اُس امریکن کو خاصی اہمیت دے رہا ہے۔!“

”تم یاد کرو کہ وہ کون تھا جس نے پچھلی رات تمہیں اس خطرے سے آگاہ کیا تھا۔!“

”بہت زور دے رہی ہوں ذہن پر لیکن بس شناسائی کی بھلکی سی جھلک محسوس ہوتی۔ واضح طور پر نشاندہ نہیں کر سکتی۔!“

”خیر تم اس بیو قوف سے ابھی کچھ نہ کہتا۔!“

”مجھے تو وہ بے وقوف نہیں لگتا اور ہاں سنو! وہ بھی تمہاری ہی طرح ایک شہزادہ بھی ہے۔!“

”پتہ نہیں کیوں میرا دل چاہتا ہے.... کہ اسے سب کچھ بتا دوں۔!“ سونیا بولی۔

”یعنی ان بوڑھوں کی اس احتجانہ حرکت کا تذکرہ کرنا چاہتی ہو۔!“

”میں اس کو اس آرٹسٹ کے بارے میں بھی تباہوں گی۔!“

”تم جانو۔! مجھے سے زیادہ عقائد ہو۔ اپنے دعوے کے مطابق۔!“

”وہ میری عقائدی تھی جس نے تم دونوں کو پیاسک پہنچایا تھا۔!“

ٹوپی چلا گیا تھا اور وہ عمران سے دوبارہ مل بیٹھنے کا موقع ملاش کرتی رہی تھی۔ اوہر وہ ذہن

ہاں ہی میں جم کر رہ گیا تھا۔ اس میز پر جہاں امریکن بیٹھا ہوا تھا بر ج ہو رہا تھا۔ خود امریکن

کھلی رہا تھا۔ عمران کر سی کھنچ کر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا تھا۔

سونیا جھنجھلاتی رہی۔ سوچ رہی تھی کہ کہیں وہ خود ہی غیر محتاط بہ ہو جائے۔ صورت

بیو قوف لگتا ہے۔ تو کسی قدر بیو قوف ہو بھی سکتا ہے۔ ایک بار دونوں کی نظریں لمبے

سونیا نے اُسے دہا سے اٹھ آنے کا اشارہ کیا تھا۔

اُس نے بڑی سعادت مندی سے تھیل کی تھی۔ وہ اُسے پھر کچن میں لے آئی۔

”تمہارے پیاسک نہیں دکھائی دیئے۔!“

”وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہے ہیں۔ انہیں آرام کی ضرورت ہے۔!“

”نہ ہو تب بھی انہیں آرام کی ضرورت پیدا کرنی چاہئے۔!“

”کیوں....؟“ وہ چمک کر اسے گھورنے لگی۔

”پتہ نہیں کیا پھر ہے..... میں تو شدت سے بور ہو رہا ہوں۔“ ٹونی نے کہا۔

”ہوں.... اب اس آرٹسٹ کی بات کرو....!“

”کیا بات کروں....؟“

”کتنا عرصہ گزارا سے....!“

”میرا خیال ہے کہ ایک سال پہلے کی بات ہے۔“

”اچھا ب تم ذائقہ ہاں میں جاؤ.... اور ہم جب تک نیچے نہ آ جائیں اس امریکن کو دیں الجھائے رکھو....!“

”مگر.... کیوں....؟“

”اس کے سامان کو ٹلاش لیتا چاہتا ہوں....!“

”نن.... ناممکن ہے....!“

”کیوں ناممکن کیوں ہے....؟“ سوینا بھنا کر بولی۔

”غیر اخلاقی حرکت.... وہ ہمارا گاہک ہے۔!“

”فضول باقی نہ کرو ٹونی.... جو کچھ کہا جا رہا ہے کرو....!“

”آخر کیا ٹلاش کرو گے.... اس کے سامان میں....؟“

”ٹونی جاؤ.... بحث نہ کرو....!“

اس نے لباس تبدیل کیا تھا اور نیچے چلا گیا تھا۔

”لیکن تم کرہ کھلو گے کیسے کجھ تو اس کے پاس ہو گی۔“ سوینا نے کہا۔

”تم اس کی فکر نہ کرو....!“ عمران بولا۔

امریکن کے کرے کے سامنے پہنچ کر اس نے سوینا سے کہا تھا۔ ”تم راہداری کے بر-

واپس جاؤ اور دیکھتی رہو۔ ہو سکتا ہے ٹونی اُسے وہیں روک کر رکھنے پر کامیاب نہ ہو سکے۔!

”اچھا.... اچھا.... لیکن اگر وہ ادھر آتا ہوا نظر آئے تو....؟“

”فرش پر دوبار پاؤں مارنا.... پھر اسے وہیں روک کر باتوں میں لگائے ہوئے کسی کا نکال لے جانا۔ ٹونی کے مقابلے میں تم زیادہ باصلاحیت معلوم ہوتی ہو۔!“

”میں بھی جاسوسی ناول کثرت سے پڑھتی ہوں....!“

”پھر تو ٹھیک ہے.... بہت زیادہ ذہین ہو گی۔!“

سوینا راہداری کے سرے پر آٹھ بھری تھی۔ اُس نے مڑ کر عمران کی طرف دیکھا تھا۔ وہ دروازے کے پینڈل پر جھکا ہوا کچھ کر رہا تھا۔ پھر دروازہ کھول کر اندر جلا گیا۔ سوینا بھی سی سانس لے کر رہا تھا۔ آخر کس طرح کھولا اُس نے قفل۔ ان کروں کے قفل ایسے تھے جن میں دوسری پایاں لگتی نہیں سکتی تھیں۔ پھر یہ کوئی غمکن ہوا۔

اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ کہیں امریکن آہی شہ جائے۔ قسم کہانیوں کی اور بات ہے۔ عملی طور پر کچھ کرنا پڑے تو حواس رخصت ہو جاتے ہیں۔ آخر وہ اُسے کس طرح باتوں میں لگا کر کسی اور طرف لے جائے گی۔ کیا کہے گی۔ اس سے وقت پر کچھ نہ سو جھی تو کیا ہو گا۔ پوری کا لازام آئے گا سب پر۔

عمران کتنی خود اعتمادی کے ساتھ یہ حرکت کر بیٹھا تھا۔ تو کیا وہ بھی کوئی عادی مجرم ہی ہے۔ خدا سمجھے پیاسے.... خود کو پہ اسرا ر غائب کرنے کے شوق میں ہمیشہ پریشانیاں مول لیتے رہے ہیں۔ تین منٹ گزر گئے۔ لیکن نہ تو عمران ہی کرے سے برآمد ہوا اور نہ دوسری طرف سے کوئی آیا۔ دل کی دھڑکن بند رہنے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ ٹھیک چوتھے منٹ پر عمران دروازہ کھول کر باہر آیا تھا اور پھر دروازے کے پینڈل کے ساتھ کوئی کار دروازی کرنے لگا تھا۔

سوینا نے اطمینان کا سانس لیا۔ عمران اس کے قریب ہمچنین کر بولا تھا۔

”اتنی منٹ یونہی ضائع ہوئی۔“

”کیوں.... کیا ہوا....؟“

”کوئی خاص بات نہیں معلوم ہو سکی۔!“

”خاص بات اُس نے اپنے پاس ہی رکھی ہو گی۔!“ سوینا نہیں کر بولی۔ ”اس تم کے لوگوں پر دوڑا نہیں ہوتے۔!“

”چلو کچن کی طرف چلو۔ کچھ نہ کچھ تو ہاتھ لگا ہی ہے۔ لیکن ابھی اس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔!“

”میں نہیں سمجھی....!“

”پھر ایک کپ کافی پلاڑتاکہ عقل ٹھکانے پر آئے۔!“

”تم نے ایسی کوئی بات کیوں کہی....؟“ ٹوپی بول پڑا۔

”بس اب اس مسئلے پر زیادہ بحث نہ کرو.... ورنہ کافی بھی نہیں ملے گی۔ ہاں تو سینور یا سونیا

زد، ہم ایک معاطلے میں آپس میں بات چیت کرنے کے بعد تمہارے سامنے پیش کریں گے۔“

وہ کچھ نہ بولی۔ کافی کا کپ اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔ اس کے بعد ٹوپی کے لئے بھی کافی

انٹی ہی تھی۔ ٹھیک اسی وقت ٹوپی کا باب پکن میں داخل ہوا تھا۔

”اوہ.... تم لوگ یہاں ہو۔ ٹوپی ذرا تم میرے ساتھ آؤ....!“ اس نے ٹوپی کی طرف

دیکھ بخیر کہا تھا۔

ٹوپی اس کے پیچھے چلا گیا تھا۔ عمران آگے بڑھ کر آہستہ سے بولا۔ ”تم تو خواہ مخواہ ناراض ہو جاتی

ہو۔ ہم دونوں سوچ رہے تھے کہ اس فلم کو ڈیوپ کر کے پرنٹ نکالیں اور انلار جنت کریں۔ ٹوپی

نے بتایا کہ اس کے پاس سارا سماں موجود ہے اور اس نے ایک ڈارک روم بھی بنار کھا ہے۔“

”ہاں یہ بات تو ہے.... وہ اس کام کا ماہر ہے۔ اس شوق پر وقت بھی ضائع کرتا رہا ہے اور

پیسے بھی۔“

ٹھوڑی دیر بعد ٹوپی واپس آگیا۔ اس کے چہرے پر سراسیگی کے آثار تھے۔

”خیریت....!“ سونیا اسے گھورتی ہوئی بولی۔

”دوسری.... پیا میرے ڈارک روم کی کنجی مانگ رہے ہیں۔ امریکن اپنی کوئی فلم ڈیوپ

کرنا چاہتا ہے۔“

”تب تو چوری پکڑ لی جائے گی۔“ سونیا بول کر بولی۔

”بالکل فکر نہ کرو.... میں نے اسی کا ایک ان ڈیوپلپر ڈول ایکسپوز کر کے کیسے میں ڈالا

ہے... اس کے فرشتوں کو بھی چوری کا علم نہ ہو سکے گا۔ وہ بیکی سمجھے گا کہ اسی کی کسی

فرود گذاشت کی بناء پر ڈول تباہ ہو گیا۔“ سونیا نے چٹاخ سے عمران کا بوسہ لیا تھا اور بولی

تھی۔ ”کاش تمہاری شکل احمقوں کی سی نہ ہوتی۔!“

ٹوپی نہیں پڑا تھا۔

”اب میں بالکل مطمئن ہوں۔ کنجی پیا کو دیے آتا ہوں۔!“ اس نے کہا۔

اُس کے پلے جانے کے بعد سونیا عمران کو میٹھی نظروں سے دیکھتی رہی تھی اور وہ بغلیں

”میوں نہیں.... ضرور پیو.... بڑی محنت کر رہے ہو ہمارے لئے۔ کیا میں تمہیں بہت اچھی لگی ہوں....!“

”تمہارے پیا بہت خوبصورت ہیں۔!“ عمران نے شر میلے لجھے میں کہا۔

”کیا مطلب....!“ وہ چلتے چلتے روک گئی۔

”مجھے بہت اچھے لگے ہیں۔!“ لجھے کا شر میلہ پن برقرار رہا۔

وہ بھنا کر مڑی اور تیز تیز چلتی ہوئی پکن میں داخل ہو گئی۔ عمران ڈائینگ ہال کی طرف چلا گیا تھا۔

”بالکل فکر نہ کرو.... سارا کام تمہاری مگر انی میں ہو گا اور کسی کو کانوں کا ان خبر نہ ہو گی۔!“

”میا بات ہے....!“ سونیا چوک کر انہیں گھومنے لگی۔

”یہ اس کمرے سے ریل نکال لائے ہیں....!“ ٹوپی آہستہ سے بولا۔

”تب تو اسے پہنچ چل جائے گا۔“ سونیا نے نہ اسامنہ بنا کر کہا۔

”اس کی جگہ دوسری ریل چڑھا آئے ہیں۔!“

سونیا کچھ نہ بولی۔ وہ دونوں آہستہ آہستہ ٹکٹلو کرتے رہے تھے۔ سونیا اسی طرف کا انگلے رہی تھی۔ لیکن کچھ بھی پلے نہ پڑا۔ آخر جھنپٹا کر بولی۔

”میرے علم میں لائے بغیر اگر تم نے کوئی قدم اٹھایا تو پچھتا گے۔!“

”ہاں.... ہاں.... تم تو بڑی عقل مند ہو....!“ ٹوپی چڑھانے کے سے انداز میں ہٹا تھا۔

”نہیں وہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ بہت سمجھ دار لڑکی ہے۔!“ عمران بولا۔

”خواہ مخواہ غلط فہمی میں جتنا ہے.... تم اس کا دماغ اور زیادہ خراب نہ کرو۔!“ ٹوپی نے کہا۔

”اچھا تم دونوں نکل جاؤ پکن سے....!“

”ارے تو میں نے کیا کیا ہے....!“ عمران منہ ب سور کر بولا تھا۔

”سارے مرد گدھے ہوتے ہیں۔!“

”اتنی عقل مندی کی بات میں نے پہلے کبھی نہیں سنی....!“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”جاو.... نکلو یہاں سے۔ ورنہ مجھے بھی بتاؤ....!“

”میں کہہ چکا ہوں کہ تمہارے مشورے کے بغیر کوئی کام نہ ہو گا۔!“

"میں واقعی اول درجے کا حق ہوں! " وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیوں...؟"

"خواہ مخواہ اپنی تفریح بر باد کر بیٹھا ہوں! "

"اُرے تم کیسے جاسوس ہو۔ ایک شرلاک ہومز تھا کہ روزانہ صبح اٹھ کر اپنے پڑوسیوں سے پوچھتا پھر تھا جہاں کسی کو جاسوسی تو نہیں کروانی....!"

"اچھا تو کیا مجھ سے جاسوسی سرزد ہو گئی ہے! "

"یقیناً بھی نہ کہ تم ایک بے حد کامیاب جاسوس ثابت ہوئے ہو! "

"اگھا تھا کر شی اور گارڈنر کی ساری کتابیں پڑھ ڈالی ہیں میں نے....!"

"تمہارا ذہنی پھر تیلائپن بھی بھی بتاتا ہے....!"

"لیکن یقین کرو کہ وہ تینوں میرے ہاتھوں نہیں مرے تھے! "

"مجھے یقین ہے، بوکھلاہٹ میں اپنے ہی آدمیوں کا نشانہ بنے ہوں گے! "

"شکریہ... تم بہت اچھی ہو۔ دیسے نہ تمہارے پیا کو میرے بیان پر یقین ہے اور نہ ٹوٹی کو...!"

"انہیں نہ ہو گا.... میں تو تمہیں سچا سمجھتی ہوں! "

"شکریہ...! " وہ مسکی صورت بنا کر بولا۔

"تھوڑی دیر بعد ٹوٹی واپس آگیا تھا۔ لیکن وہ مطمئن نہیں معلوم ہوتا تھا۔! "

"چوری پکڑی گئی تو کیا ہو گا....! " کچھ دیر بعد وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم نے تو نہیں کی چوری... تم توہاں موجود بھی نہیں تھے۔! " سونیا نے جھنجلا کر کہا۔

"سچھے کی کوشش کرو... پیا اس امر لیکن سے بھی خائن معلوم ہوتے ہیں۔! "

"کاش میں ہوتا تمہارا پیا...! " عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"یہ کیا بکواس ہے....! "

"ہاں پیا بکواس ہی ہوتا ہے۔ میرا ہو یا تمہارا۔ ہمیشہ مااضی میں زندہ رہنا چاہتا ہے۔! "

"اچھا بخت کرو یہ گفگو۔! " سونیا بول پڑی۔ "جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ قبل از مرگ داؤ بیلا کیوں۔! "

131  
"میں تو بعد مرگ داؤ بیلا کا بھی قاتل نہیں ہوں۔ بھتی پیدا ہونے ہیں تو میریں گے ضرور۔!" عمران نے کہا۔ "بات توبہ ہے کہ پیدا ہونے ہی سے انکار کر دیا جائے۔" "یہ کس قسم کی بکواس شروع کر دی ہے تم نے....!" سونیا عمران کو گھوڑتی ہوئی بولی۔ "ٹوٹی سے کہو کہ اب جا کر سو جائے۔!" عمران نے اس کے سوال کو نظر انداز کر کے کہا۔ "ہاں میں بھی کروں گا۔ کسی قسم کی بھی الجھن میں پڑنا نہیں چاہتا۔!" وہ چلا گیا تھا اور سونیا ہنسنے لگی تھی۔ "اب اجازت دو تو میں بھی تھوڑی دیر آرام کر لوں....!" عمران بولا۔ "اجازت ہے....!" اس نے شاہانہ انداز میں کہا تھا۔

اسی رات کو سونیا بے خبر سورہی تھی۔ لیکن کسی نے اتنے زور سے دروازہ کھنکھٹایا تھا کہ اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ آنکھیں ملتی ہوئی اٹھی اور دروازہ کھول دیا۔ لیکن پھر اسے پوری طرح بیدار ہو جانا پڑا تھا۔ نہ وہ ٹوٹی تھا اور نہ اس کا باپ ہوٹل سے تعلق رکھنے والا بھی کوئی فرد نہیں تھا۔ "چلو....!" اچھی نے ریویور کو جنم دے کر کہا۔ "ست.... تم.... کون ہو....!" "شب خوابی کا لبادہ پہنزو اور چلو میرے ساتھ....!" اچھی نے سخت لبجھ میں کہا۔ "گگ.... کہاں چلتا ہے....!" "ڈائیننگ ہال میں....!" "تم کون ہو....!" "وہیں معلوم ہو جائے گا۔ جلدی کرو.... ورنہ مجھے سختی کرنی پڑے گی۔!" سونیا نے چپ چاپ لبادہ پہنزا تھا اور اس کے ساتھ چل پڑی تھی اور پھر ڈائیننگ ہال میں پہنچ کر اسے معلوم ہوا تھا کہ ان کا امریکی گاہک بھی دوست نہیں تھا۔ اس کے ساتھ تین اور بھی دھمائل دیئے تھے اور چوچھائے ڈائیننگ ہال میں لا یا تھا۔ عمران ٹوٹی اور اس کا باپ بھی موجود تھے۔ اس کا باپ امریکی سے کہہ رہا تھا۔ "وکھو یہ زیادتی ہے مسٹر ریگی سر اسراز زیادتی ہے۔!" "تم لوگوں نے خود ہی ایسے حالات پیدا کئے ہیں۔ لڑکی.... تم بتاؤ کہ میرے کیمرے سے

کس نے ریل نکالی....!  
”کیسا کیسرہ.... اور کیسی ریل....؟ میں نہیں جانتی۔!“ سونیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔  
”ریل اسی وقت نکالی گئی تھی جب تم مجھے ڈائینگ ہال میں لطفے سارے تھے۔!“ اُس نے ٹوپی  
سے کہا۔

”تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے مسٹر ریگی....!“  
”یہ صورت ہی سے چور معلوم ہوتا ہے۔!“ ریگی نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”صرف لاڑکوں کے دل چڑاتا ہوں مسٹر ریگی....!“

”بکواس بند کرو... ریل میرے حوالے کرو... ورنہ یہاں تم سکھوں کی لاشیں پڑی ہوں گی۔!“  
”دیکھو مسٹر ریگی.... تم دوبارہ تصویریں لے سکتے ہو....!“ ٹوپی کا باپ بولا۔ ”مجھے کوئی  
اعتراف نہ ہو گا۔!“

”اب وہاں کچھ بھی نہ ہو گا۔!“ ریگی غریباً.... ”ایک بارلوشن لگنے کے بعد سب کچھ ضائع  
ہو جاتا ہے۔!“

”تمہیں فلم ڈیولپ کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔!“ ٹوپی کے باپ نے کہا ”اور ازام ہمیں دے  
رہے ہو۔ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے۔ یہ وہی ریل نہیں تھی۔!“

”سنو.... وہ پہلی کی لی ہوئی ریل تھی۔ میں نے اُس پر نمبر اور تاریخ درج کی تھی۔!  
کوئی کچھ نہ بولا۔ ٹوپی کے باپ نے بھی سر جھکایا۔!

امریکی اور اس کے چاروں سفید فام ساتھی انہیں خون خوار نظروں سے گھورے جا رہے  
تھے۔ ایک کے ہاتھ میں ریو اور بھی تھا۔ ریگی آہستہ آہستہ چلتا ہوا عمران کے قریب آکھڑا ہوا  
عمران ہونتوں کی طرح اُسے دیکھے جا رہا تھا۔

”تم.... تم تو بہت دلیر ہو۔ ٹوپی کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے تھے۔ جب کہ دوسروں۔  
انکار کر دیا تھا۔!“ اُس نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

”تھی نا یو توپی کی حرکت....!“ عمران خوش ہو کر بولا۔  
”لیکن تم مجھے فریب نہیں دے سکو گے۔ لاڈ تکالودہ ریل....!“  
”خراب ہو گئی ہے تو دوسرا مغلوادوں گا۔ اس کے لئے آخر اتنا ہاگامہ کیوں۔!“ عمران نے کہا

ریگی نے شامہ داں کے منہ پر گھونسہ مارنے ہی کے لئے ہاتھ اٹھایا لیکن خود اچھل کر اپنے  
ایک ساتھی پر جا پڑا۔

”خبردار....!“ ریو اور واٹے نے دھمکی دی۔

”بس رکھ لو اسے جیب میں ورنہ تمہیں بھی پچھتا پڑے گا۔!“

ریگی دوبارہ عمران پر جھپٹنے ہی والا تھا کہ اس کا ایک ساتھی بو لَا۔ ”اس سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔  
بس پر شہمہ ہو اسے یہاں سے لے چلو....!“

”مجھے تو اسی پر شہمہ ہے....!“ ریگی عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر دہڑا۔

”چلو....!“ ریو اور واٹے نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”تم خود آکر لے چلو....!“ عمران بو لَا۔

”چچی گوئی مار دوں گا۔!“ وہ غرتا ہوا آگے بڑھا۔

”ضرور.... ضرور.... میں بھی اب زندہ رہنے کے موذ میں نہیں ہوں۔ میری بکری پہلے  
ہی مر چکی ہے۔ اسی کا سوگ منانے کے لئے تو یہاں آیا تھا۔!“

جیسے ہی ریو اور والا قریب پہنچا عمران نے اس کے ریو اور واٹے ہاتھ پر ہاتھ ڈال دیا۔ بے  
آواز فائر ہوا اور ایک تصویری فریم کا شیشہ چور چور ہو کر فرش پر آ رہا۔ پھر ریو اور اس کے ہاتھ  
سے نکل کر ٹوپی کے قریب جا گرا تھا جسے سونیا نے چھپت کر اٹھایا۔ ٹوپی اور اس کا باپ تو سکتے کی  
کی حالت میں کھڑے ہوئے تھے۔

ریگی سونیا کی طرف چھپا لیکن ٹوپی نے ان کا راستہ روک لیا۔ پھر اچھی خاصی جنگ شروع ہو گئی  
تھی۔ ریگی کے چاروں ساتھی عمران پر ٹوٹ پڑے تھے اور ٹوپی سے ریگی الجھ پڑا تھا۔ البتہ اس کا باپ  
دیوار سے جالا گا تھا۔ سونیا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ ایسے حالات میں فائر کرنا  
انہیں خطرناک ثابت ہوتا۔ دفتار کی نے اس کے ریو اور واٹے ہاتھ پر آہستہ سے ہاتھ رکھ دیا  
اور وہ اچھل پڑی۔ یہ اس کا باپ تھا۔ اُس نے اس سے ریو اور لے کر جیب میں ڈال لیا۔

”تمہارا جنہی دوست خطرناک ثابت ہو رہا ہے۔ سونیا....!“ اُس نے کپکاپتی ہوئی آواز میں کہا۔  
اتی دیر میں عمران ریگی کے دو آدمیوں کو بیکار کر چکا تھا۔ وہ ایسے گردے تھے کہ پھر نہ اٹھ سکے۔

ریگی ٹوپی کو چھوڑ کر بیتے دو آدمیوں کی مدد کو پہنچ گیا۔ ٹوپی بھی ہانپتا ہوا دیوار سے جالا۔ اس کی

دہ اؤں گی!“

”اچھا تو سنو بد عقلو، اگر وہ ریل نہ ملی تو آدھا یورپ تباہ ہو سکتا ہے۔!“ رُبیٰ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”باقیہ آدھے کو میں تباہ کر دوں گا.... تم لوگ پرواہ نہ کرو!“ عمران بولا۔

”اچھا تو ریل تمہارے پاس ہے....!“

”میں نے یہ تو نہیں کہا...!“

”مسڑ رُبیٰ کا بیان وزن رکھتا ہے....!“ ٹونی کا باپ بولا۔

”یعنی آدھا یورپ تباہ ہو جائے گا!“ عمران نے احتفاظہ انداز میں سوال کیا۔

”یقیناً ایسا ہی ہو گا!“

”اچھا تو پورے یورپ کی بیانی میں کتنی ریلوں کی ضرورت پیش آئے گی!“

”میں نے غلط نہیں کہا تھا۔“ رُبیٰ غرایا۔ ”یہ انہی لوگوں میں سے معلوم ہوتا ہے!“

”کن لوگوں میں سے....؟“

”جنہوں نے اس شریف آدمی کو گھیر کر فائزگ کی تھی!“ اس نے ٹونی کے باپ کی طرف اشارہ کیا۔

”تم اپنے آدمیوں کی خبر کیوں نہیں لیتے!“ سوینا اسکے بیویوں ساتھیوں کی طرف دیکھ کر بولی۔

”اگر وہ زندہ ہیں تو خود ہی اٹھ بیٹھیں گے....!“ رُبیٰ نے لاپرواٹی سے کہا۔

”خود ہی نہیں اٹھ بیٹھیں گے بلکہ اسٹرپچر پر اٹھائے جائیں گے!“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ ”بہتر ہے کہ فون کر کے طبی امداد طلب کرو...!“

”اک صورت میں تم جیل میں ہو گے!“ رُبیٰ غرایا۔ ”لیکن اگر تم ریل میرے حوالے کر دو تو میں کوئی کارروائی نہیں کروں گا!“

”یکھو دوست! خصوصیت سے میں تمہاری کسی ریل کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ ایک مسافر ہوں۔ یہ دونوں پریشان تھے۔ میں نے سوچا ان کا ساتھ دینا چاہئے۔ بھلا ان کے نجی

حاملات سے بھے کیا سر دکار ہو سکتا ہے!“

”تکا تو میں بھی کہہ رہا تھا تم سے....!“ ٹونی کے باپ نے رُبیٰ سے کہا۔

تک سے خون بہر رہا تھا۔ سوینا پک کر اس کے قریب پہنچی اور رومال سے خون صاف کرنے لگی ”میں پھر کہتا ہوں کہ آدمیوں کی طرح بات کرو...!“ دفتار اس نے عمران کی آواز سنی۔

”ارے تم ایک آدمی کو قابو میں نہیں کر سکتے!“ رُبیٰ نے اپنے ساتھیوں کو غیرت دلائی اور وہ دونوں جان کی باڑی لگا کر عمران پر ٹوٹ پڑے۔ عمران نے ایک کو تو فوری طور پر جھنک دیا تھا اور دوسرا کو پشت پر لاد کر اچھا لاؤس کا سر دیوار سے ٹکرایا تھا اور وہ کسی مرد وہ چھپکی کی طرح فرش پر لمبا سایہ گیا تھا۔

پھر سوینا نے رُبیٰ کے ہاتھ میں بڑے پھل والا چاود کیا تھا۔ ایک طرف سے اس کے ایک ساتھی نے عمران پر حملہ کیا تھا اور دوسری طرف سے رُبیٰ نے چاود کا دار کرنا چاہا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے میں سوینا نے چھپت کر اس کا چاود والا ہاتھ دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ پھر ٹونی کو بھی غیرت آئی تھی اور وہ رُبیٰ سے چھٹ گیا تھا۔ اتنی دیر میں اس کے چوتھے ساتھی کا بھی وہی حشر ہوا جو بقیہ تیتوں کا ہو چکا تھا۔ اب صرف رُبیٰ ہی اپنے پیروں پر کھڑا نظر آریا تھا۔ لیکن ”ان دونوں کے بس کا تو نہیں تھا۔ عمران چند لمحے انہیں حیرت سے دیکھتا رہا۔ پھر آگے بڑھ کر بولا۔ ”تم دونوں ہرث جاؤ.... اس کی تو گردن کی ہڈی توڑوں گا!“

”نہیں اس کو زندہ رہنے دو....!“ ٹونی کا باپ جلدی سے بول پڑا۔

”ارے واہ جتاب! اپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے میں نے ان چاروں کو مار ڈالا ہے۔ اب اس طرح تو بدنام نہ کیجئے!“ عمران نے کہا اور علی بند لگا کر چاور رُبیٰ کے ہاتھ سے نکال دیا۔ رُبیٰ احمقوں کی طرح کھڑا نہیں گھورے جا رہا تھا!

”باتاو.... تم لوگوں نے یہ کیا ہنگامہ برباپ کر کھا ہے!“ سوینا آگے بڑھ کر چیختی۔

”میں تمہارے باپ کا دشن تو نہیں ہوں!“ رُبیٰ نے سپاٹ لبھ میں کہا۔ ”ابتہ تم لوگ ضرر اس سے دشمنی کر رہے ہو!“

”ہم دشمنی کر رہے ہیں....!“ ٹونی نے حیرت سے کہا۔ ”شائد ہم ہی نے انہیں گھیر کر گولیاں چلانی تھیں!“

”تم خاموش رہ ٹونی....!“ تم لوگ کچھ نہیں جانتے!“ اس کا باپ بولا۔

”مجھے بولنے کی اجازت ہے!“ سوینا نے تلخ لبھ میں کہا۔ ”لیکن شائد میں بھی یہی سوال

کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد کافی کا دور چلا تھا۔ گور شیو بالکل خاموش تھا لیکن اس کی آنکھوں سے خود ریگی کا اظہار ہو زباد تھا۔ سو نیا اسے گھورتی رہی تھی۔ لیکن کچھ بولی نہیں تھی۔

کافی نوشی کے اختتام پر عمران نے ان دونوں سے کہا۔

”اب تم جا کر آرام کرو... میں ذرا بیباً گور شیو کے ساتھ شترنج کھیلوں گا!“

”یہ ناممکن ہے.....!“ سو نیا بولی۔

”اگر تم خلوص نیت سے کوشش کرو تو کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔!“

”میرا خیال ہے کہ اسے بیبا کے ساتھ شترنج کھیلتے دو۔ بیبا کا بھی دل بیہل جائے گا۔!“

”اور کیا....! ٹوئی اس وقت تم سے بھی زیادہ عقل مند معلوم ہو رہا ہے۔!“

”لیکن اگر انہوں نے ہوش میں آکر شور چھاڑا شروع کر دیا تو۔!“

”انہیں بھی کھیل میں شریک کر لیں گے۔ تم اس کی پرواہ نہ کرو... بس جاؤ۔!“

”چلو اٹھو... مجھے بچ چیند آرہی ہے.....!“ ٹوئی اس کا بازو پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا۔

”گور شیو بالکل خاموش تھا۔ اس کے چہرے پر ہوا یا اڑ رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے عمران کے ساتھ تھا نہ رہنا چاہتا ہو۔ لیکن بالآخر وہ دونوں اٹھ ہی گئے تھے۔ سو نیا نے اپنے کرے کے دروازے کے قریب رک کر کہا۔ ”مجھے تو اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔!“

”عمران حیرت انگیز ہے.....!“ ٹوئی بولا۔

”اب دیکھو... بیبا سے کیا رہتی ہے.....!“

”اچھا شاپ بخیر...!“ ٹوئی بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور آگے گئے بڑھ گیا۔



”کک.... کیا واقعی شترنج....!“ گور شیو ہکلایا۔

”نہیں بیبا گور شیو.... اصل معاملہ.... تمہارے دونوں پچھے بہت پریشان ہیں۔!“

”انہیں پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ وہ سمجھتے نہیں.... تم نے میرے دوستوں کے ساتھ مناسب برنا تو نہیں کیا۔!“

”تمہارے دوست نہ ہوتے تو واقعی انہیں برف ہی میں دفن ہونا چاہتا۔!“

”تم آج ہی تین آدمیوں کو قتل کر چکے ہو....!“

”تو پھر چوڑھا کون ہو سکتا ہے۔ میں نے کسی کو بھی بیہل نہیں دیکھا.....!“

”تم اس نامعلوم آدمی کو کیوں نظر انداز کر رہے ہو جس نے پچھلی رات سو نیا کو ایک الٹاڑ دی تھی۔ ہو سکتا ہے وہ بیہل مقیم دوسرے مسافروں میں سے کوئی ہو اور کیا میں نے تمہیرے نہیں بتایا کہ مجھے گھیر نے والوں نے تمہارے ہی متعلق مجھ سے پوچھ چکھ کی تھی۔!“

”اس شخص کے بارے میں میرا اندازہ غلط نہیں ہو سکتا۔!“ رنگی نے عمران کی طرف ہزار اٹھا کر کہا۔

”تم کو اس کر رہے ہو مسٹر ریگی....!“ سو نیا بھر گئی۔

”گور شیو! اپنے بچوں کو تہذیب سکھاؤ....!“ ریگی بولا۔ تھیک اسی وقت عمران کا دادہ تھا۔ اٹھ کر اس کے بائیں شانے پر پڑا تھا وہ بائیں جانب جھلکا چلا گیا تھا۔ پھر وہ بھی اپنے پالڑ ساتھیوں ہی کی طرح بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔

”شباش....!“ سو نیا پہ سرت لجھ میں بولی۔ ”بھی مناسب تھا۔!“

”شکریہ....!“ عمران نے کہا۔

”اے یہ سب کیا ہو رہا ہے آخر....!“ گور شیو بوکھلا کر بولا۔ لیکن کسی نے بھی اس طرف توجہ نہ دی۔

”اب ان پانچوں کیلئے کوئی معقول انتظام ہو جانا چاہئے۔!“ عمران نے ٹوئی کی طرف دیکھ کر کہا۔

”برف میں دفن کر دیں....!“ ٹوئی نے کہا۔

”بھائی یہ ابھی زندہ ہیں اور شائد عرصہ تک زندہ رہیں۔ آخر تم کیوں مجھے چاہنی دیں۔ کے خواہش مند ہو۔!“

”کیا انتظام کیا جائے۔!“

”کسی خالی کرے میں ڈال کر قفل لگادو۔ اتنی دیر میں بیبا گور شیو سے دودو باتیں ہو جائیں۔“

”میں کچھ نہیں جانتا۔...!“ گور شیو کا نوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

”بیبا....!“ سو نیا نے آنکھیں نکالیں۔!

”ابھی نہیں.... پہلے ان کا انتظام ہونا چاہئے۔!“ عمران بول پڑا۔

ان تینوں نے مل کر بیہوش آدمیوں کو ایک خالی کرے میں پہنچایا تھا اور پھر کمرے کے

”افواہ ہے.... میں نہیں جانتا کہ وہ کیسے مرے تھے!“  
 ”ٹوپی کہہ رہا تھا کہ تمہارے پاس اصل روپ الور بھی تھا!“  
 ”غلط فہمی کا علاج تو افلاطون کے پاس بھی نہیں تھا!“  
 ”تم معاملات کو سمجھے بغیر دخل اندازی کر پہنچئے ہو....!“

”اسی لئے تو معاملات کو سمجھنا چاہتا ہوں.... اچھا یہی بتاؤ جب تمہیں علم تھا کہ تمہارے پکھ دشمن موجود ہیں تو تم اس طرح کیوں نکل کھڑے ہوئے تھے!“  
 ”اس خبر کی تصدیق کرنا چاہتے تھے اگر وہ حق تھا یہاں موجود ہیں تو تمہیں سنائے میں گھیرنے کی کوشش کریں گے!“

”بہت خوب.... یہ تو خود کشی کے متراوف ہوا!....!“  
 ”اوہو.... ہم غافل تو نہیں تھے۔ ہمارے ساتھی بھی ہماری نگرانی کر رہے تھے تم نے“  
 ”آدمی جو رہ گئی کے ساتھ دیکھے تھے وہ اس کے ساتھی ہی تو تھے!“  
 ”اور تمہیں لاوارث سمجھ کر نظر انداز کر گئے تھے!“

”نہیں وہ میرا رانگ کو بیٹھتے تھے۔ برف باری ہی اتنی شدید شروع ہو گئی تھی!“  
 ”اور فائرول کی آوازیں سن کر تو چھوڑ ہی بھاگے....!“  
 ”تم آخر ہو کوں اور کیا چاہتے ہو....!“ گور شیو جھنگلا کر بولا۔  
 ”تمہارا اور تمہارے بچوں کا ہمدرد.... کاش تم اس وقت ان کی شکلیں دیکھ سکتے جب“  
 ”تمہارے لئے پریشان تھے۔ ہاں یہ ذی مورا کیسا آدمی ہے....!“

”میں اسے میں سال سے جانتا ہوں....!“  
 ”میا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس نے سونیا تک تمہارے دشمنوں کی موجودگی کی اطلاع پہنچائی ہو۔“  
 ”لیکن مجھے حیرت ہے وہ اتنا ڈرپوک تو نہیں ہو سکتا....!“ گور شیو نے منتظر انہیں کہا۔ ”اس نے تمہیں اور ٹوپی کو تھا جانے دیا تھا اور صرف گاڑی جو والے کر دی تھی۔ نہیں یہ ڈا مورا کا انداز ہرگز نہیں ہو سکتا وہ بڑا دلیر ہے!“

”تو پھر وہ نقلی ذی مورا ہو گا!“ عمران آہستہ سے بولا۔  
 ”میں نہیں سمجھا....!“ گور شیو کے لبھ میں حیرت تھی۔

”دشمنوں نے تمہارے اصلی ذی مورا کو عابض کر دیا ہو گا!“  
 گور شیو کو اس نے پہلی بار ہستے دیکھا۔  
 ”لوگ...! شاکن! تم نے بہت گھٹیا قسم کے جاؤ سی ناول پڑھے ہیں!“  
 ”یا میں غلط کہہ رہا ہوں....!“ عمران نے غصیلے لبھ میں کہا۔  
 ”مجھے سوچنے دو.... ذی مورا نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے!“  
 ”ضرور سوچو....!“ عمران نے کہا اور جیب میں جیو گم کا پیکٹ نہ لئے گا۔  
 ”خوڑی دیر بعد گور شیو بولا۔ ”جنہیں تم نے بیہوش کر دیا ہے وہ میرے ہمدرد ہیں۔ تمہاری اس حرکت نے مجھے دکھ پہنچایا ہے!“  
 ”تمہارے ہمدرد تمہاری بیٹی کو ریو الور دکھا کر یہاں لائے تھے!“  
 ”عمران اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کے اچانک خاموش ہو جانے پر بھی اسے گھورتا رہا۔  
 ”اگر وہ ریل نہ ملی تو میں دولا کھڑا لار کے خسارے میں رہوں گا!“ گور شیو بالآخر بولا۔  
 ”میں نہیں سمجھا....!“  
 ”بچوں نے تم سے کسی آرٹسٹ کا ذکر کیا ہو گا جس نے ایک رات میرے کمرے میں گزدرا تھی!“  
 ”ہاں آں... شاید کیا تو تھا۔ اور اس کی لاش کچھ دونوں کے بعد برف میں دبی ہوئی ملی تھی!“  
 ”ہاں.... وہی.... اور اس کے بعد ہی مجھ پر حملہ ہوا تھا۔ حملہ آور نامعلوم افراد تھے۔ دراصل اس وقت بھی انہوں نے مجھے اٹھا لے جانے کی کوشش کی تھی!“  
 ”آخر کیوں....?“

”ہم نہیں جانتے کہ تم کون ہو.... ہو سکتا ہے ہمارے دشمنوں ہی کے کوئی ایجنت ہو!“  
 ”اور وہ تمیں لا شیں غالباً تمہارے دوستوں ہی کی تھیں....!“  
 ”تو تم ان نے قتل کا اعتراف کرتے ہو....!“  
 ”میں کسی بات کا اعتراف نہیں کر رہا....!“  
 ”لب کرو....!“ گور شیو ہاتھ انداز کر بولا۔ ”اب میں اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کر سکتا!“  
 ”میں کچھ پوچھنا بھی نہیں چاہتا۔ میرا ذہن تو اس نامعلوم آدمی میں الجھا ہوا ہے جس نے ہونیا کیا ہے تمہارے دشمنوں کی موجودگی کی اطلاع دی تھی!“

”میں کیا تاؤں.... وہ ٹوٹی کادوست تھا....!“

”بہ سے دوست تھا تمہارا....!“ رُگی ٹوٹی کی طرف مڑا۔

”چار سال پہلے ہم نے کئی بفتہ روم میں اکٹھے گزارے تھے۔!“ ٹوٹی نے جواب دیا۔

”اور اب وہ تمہارے دشمنوں کے ایجنت کارول ادا کر رہا ہے....!“

”تمہیں غلط نہیں ہوئی ہے مسٹر رُگی....!“ ٹوٹی نے کہا۔

”تو پھر کیوں بھاگ گیا....!“ رُگی حلق چھاڑ کر دہاڑ۔

”تم لوگوں سے خائف ہو کر بھاگ گیا ہو گا.... بیچارہ!“ سونیا بولی۔ ”تم نے اس پر چوری کا

ازام لگایا تھا۔ تمہاری ریل کہاں سے پیدا کرتا!“

”سمجھا....!“ رُگی دفعٹا مسکرا کر بولا اور سونیا جھینپ کر دوسرا طرف دیکھنے لگی۔ پھر رُگی

نے کسی قدر غصیل آواز میں کہا۔ ”گور شیو میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ بچوں کو بھی اعتماد

میں لے لو۔ لیکن تم نہیں مانے تھے۔“

”یہ بچے....!“ گور شیو دانت پیس کر بولا۔ ”اگر یہ بچوں کی طرح نہ رہے تو میں انہیں

نخیک کر دوں گا!“

سونیا اور ٹوٹی ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہے گئے۔

”کیا وہ اپنا سامان بھی لے گیا ہے....؟“ رُگی نے گور شیو سے پوچھا۔

”ہاں ایک ایک چیز.... کچھ بھی نہیں چھوڑ!“

”میں اس کے کمرے پر ایک نظر ڈالتا ضروری سمجھتا ہوں!“ رُگی کچھ سوچتا ہا پھر سونیا اور

ٹوٹی کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”تم دونوں اپنے کمروں میں جاسکتے ہو!“

سونیا کچھ کہنے والی تھی کہ ٹوٹی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میں بھی یہی سوچ رہا تھا آج کی رات خواہ

خواہ تباہ ہو گئی!“ اس نے سونیا کا بازو پکڑا تھا اور ڈائینگ ہال سے رہائش کمروں کی طرف روائے

ہو گیا تھا۔

”سنو....!“ سونیا چلتے چلتے رک کر بولی۔ ”کہیں وہ حق مجھ دشمنوں ہی میں سے نہ رہا ہو!“

”کہاں کے دوست اور کیسے دشمن....! سب کچھ بکواس ہے۔ پیاوا غیرہ پتے نہیں کس چکر

میں ہیں!“

”ہم خود بھی اسی کے بارے میں سوچتے رہے ہیں۔ بلکہ آج ہم دونوں کے کھل کر ہونے کی وجہ بھی بھی تھی۔ ہم اندازہ لگانا چاہتے تھے کہ ان کے ارادے کیا ہیں۔ ورنہ ایر موسم میں کون نکلا ہے اسکی انگ کے لئے!“

”شاہد اسی لئے سونیا کو اطلاع دی گئی تھی کہ تم لوگ اندازہ کرنے کیلئے نکلو اور گھیر لئے جاؤ!“

”اس نتیجہ پر پہنچا پڑے گا!“ گور شیو سر ہلا کر بولا۔

کمرے سے اچانک شور سنائی دیا تھا۔ شاہدان میں سے کوئی ہوش میں آکر دروازہ پیٹ رہا تھا۔

”پیاوا گور شیو....!“ عمران نے خوف زدہ لمحے میں کہا۔ ”اگر تم نے انہیں کھوں دیا تو وہ زندہ نہ چھوڑیں گے!“

”لیکن یہ صورت حال بھی برقرار نہیں رکھی جاسکتی۔ اگر دوسرے مسافر بھی جاگ پڑے میں دشواری میں پڑ جاؤں گا!“

”اچھا تو پہلے مجھے یہاں سے چپ چاپ نکل جانے دو....!“

”اچھا.... تو یہ لوریل... اور مجھے نکل جانے دو....!“ عمران نے کہا۔

”ہاں یہ ممکن ہے....!“ گور شیو نے کہا اور کسی قدر آگے جھک آیا۔ دوسرے ہی لمحے

جوڑو کا ہاتھ اس کی گردن پر پڑا تھا گور شیو آواز نکالے بغیر منہ کے مل فرش پر چلا آیا۔

اس کے بعد عمران اپنے کمرے کی طرف بجا گا تھا۔



پھر وہاں اتنا شور چاہتا کہ دوسرے مسافر بھی بیدار ہو گئے تھے۔ سونیا اور ٹوٹی کو بھی

انہیں نیند ہی کب آئی تھی۔ وہ تو عمران کی واپسی کے منتظر تھے۔

قیدیوں کا کمرہ کھولنا پڑا۔ پاپ اب بھی ڈائینگ ہال میں یہو ش پڑا تھا۔ بس پھر بات!

تھی۔ دردہ دوسرے گاہوں کو مطمئن کرنا دشوار ہو جاتا۔ گور شیو نے ہوش میں آنے پر انہیں

کہ کچھ لیٹرے گھس آئے تھے جنہوں نے اسے اور اس کے دوستوں کو بے بن کر کے

تعداویں نقدی لوت لی۔

رُگی غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔ دوسروں کے چلے جانے کے بعد گور شیو کو گھونسہ

بولا۔ ”تم نے دیکھا.... آخر بھاگ گیا۔!“

”میرا دماغ شل ہو گیا ہے۔ سوچتے سوچتے...!“ سونیا نے کہا اور چل پڑی۔  
”کچھ مت سوچو... چپ چاپ جا کر سو جاؤ...!“

وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں داخل ہوئی اور دروازہ بند کر لیا تھا۔ بڑی دیر تک دروازہ کے قریب ہی کھڑی رہی تھی۔ لینٹنے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔ بغیر رات بیٹھ کر گزار دینا چاہتی تھی۔ آخر عمر ان اس طرح کیوں چلا گیا۔ کم از کم اُسے اس پر تو اعتماد کرنا ہی چاہئے تھا۔ یہ تسلیم کر لینا دل نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس کے باپ کے دشمنوں میں سے ہو گا۔ کوئی کچھ بھی کہے لیکن وہ انہوں کی بنادوں کے اعتبار سے ایمان دار ہی لگتا تھا۔ پھر اس کا ذہن اس ریل کی طرف منت ہو گیا جس کیلئے اتنا ہنگامہ ہو گیا تھا۔ آخرہ کس قسم کی تصویریں ہو سکتی ہیں۔ اب انکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کا ذکر اپنے باپ سے کرے یا نہ کرے۔ پہا نہیں اس سلسلے میں ٹوٹی کا کیا خیال ہے۔ نہیں شاندار ہے بھی نہیں ملتا چاہتا تھا ورنہ اب تک اصل بات باپ کے گوش گزار کر چکا ہوتا۔ سوچتے سوچتے ذہن پر نیند کا غبار چھانے لگا تھا اور کسی پر بیٹھے بیٹھے ہی سوگی تھی۔ صبح کو شاندار کسی نے دروازے پر دستک دی تھی ورنہ وہ سوتی ہی رہ جاتی۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ ٹوٹی سامنے کھڑا تھا۔

”کیا آج گاہک ناشتے سے بھی محروم رہ جائیں گے؟“ اس نے کہا۔  
”میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ آج تم اپنی ٹکرائی میں کام کراؤ...!“  
”مجھے باور پی خانے کے کاموں کا سلیقہ نہیں ہے۔!  
”باتیں بنانے کا سلیقہ ہے۔“ وہ نہ اسامنہ بنا کر بولی۔ ”چلو.... آرہی ہوں!“ اس نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا تھا اور کچن میں پہنچ گئی تھی۔ ٹوٹی کے علاوہ اس کا باپ بھی کچن میں موجود تھا اور ٹوٹی سے کہہ رہا تھا۔ ”اگر وہ تمہارا دوست تھا تو اس طرح بھاگ کیوں گیا۔ اس کی دانست میں اگر ہم کسی قسم کے خطرے میں تھے تو اسے ہمارا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہئے تھا۔“  
”اگر اس پر اعتماد کیا ہوتا تو کبھی نہ جاتا...!“  
”میں اب اسے تیری پارٹی سمجھنے پر مجبور ہوں!“

”چلا گیا تو جانے دو.... نہ ہم بزدل ہیں اور نہ کمزور ہیں....!“ سونیا بول پڑی۔  
”ریل وہی نکال لے گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے اور اب اس کی زندگی کی ہمنات نہیں!“

جا سکتی۔ رُبی کے ساتھی اُسے ٹلاش کر کے مار ڈالیں گے۔!“ سونیا طنزیہ انداز میں بھی تھی۔  
”ہاں تم دیکھ لینا....!“

”لیکن تم ہمیں اصل معاملے کی ہوا بھی نہیں لگتے دو گے پیا...!“ ٹوٹی اسے گھوڑتا ہوا بولا۔ ”جب کہ رُبی بھی کہہ رہا تھا کہ بچوں کو ضرور اعتماد میں لینا چاہئے تھا۔!  
”اسی سے پوچھ لیتا.... میں کچھ نہیں جانتا....!“ وہ غصیلے لہجے میں بولا۔ کچھ لمحے خاموش رہ کر پھر غریبا۔ ”اب کسی نئے مسافر کو کرہ نہیں دیا جائے گا۔!  
”کیوں....؟ چار کمرے خالی ہیں....!“

”اب خالی نہیں رہیں گے.... میں رُبی کے سارے ساتھیوں کو یہیں بلوار رہا ہوں!“  
دونوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔ کچھ بولے نہیں۔  
گور شیو چلا گیا۔ رُبی کے چاروں ساتھی ڈائینگ ہال میں ناشتے کے منتظر بیٹھے تھے۔ انہیں ناشتہ پہنچوانے کے بعد سونیا اپنے کمرے میں چل آئی۔ دروازہ بند کرنے والی ہی تھی کہ رُبی سامنے آ کھڑا ہوا۔

”معانی چاہتا ہوں بے بی.... لیکن یہ بہت ضروری ہے....!  
”ضرور.... ضرور.... اندر آ جاؤ....!“ وہ چیچھے ٹھیک ہوئی بولی۔  
”ٹکریہ....! حالات نے ہمیں ایک دوسرے کی طرف سے مخلوک کر دیا ہے لیکن یقین کرو ہم سب آپیں میں اچھے دوست ہیں!“  
”بیٹھ جاؤ....!“

”ٹکریہ....!“ وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ”ابوں لیرے دولت کا معاملہ ہے!“  
”کچھ کوہی بھی تو...!“

”تمہیں وہ آرٹسٹ تو یاد ہی ہو گا جس نے ایک رات تمہارے پیا کے ساتھ گزاری تھی۔!  
ہاں مجھے یاد ہے اور تین چاروں بعد اس کی لاش بھی ملی تھی۔!  
”وہ تمہارے پیا کے لئے اجنبی نہیں تھا۔ کچھل جنگ میں وہ تمہارے پیا کے ساتھ افریقہ کے مجاز پر تھا۔ میں بھی وہیں تھا۔ تینوں گھرے دوست تھے۔ عدیس ایسا بامیں ہمیں اپاک ایک موڑ پے کی کھدائی کے دوران میں ایک بہت بڑا خزانہ ملا۔ سونے کی لاکھوں اشر فیاں۔ پھر ایک

”سبھنے کی کوشش کرو..... انہوں نے اس کو گھیر کر پکڑنے کی کوشش کی ہو گی۔ فرض کرو اس نے فائرگ شروع کر دی ہو اور تعاقب کرنے والوں کو بھی بندوقیں سیدھی کر لینے پر مجبور کر دیا ہو اور پھر وہ فائرگ کے دوران ہی میں ہلاک ہو گیا ہو!“

”ہاں یہ ہو سکتا ہے.....!“ سونیا کچھ دیر بعد بولی اور رگی سانس لے کر رہ گیا۔ سونیا نے کہا۔

”تواب ہم کیا کریں.....؟“

”دیکھو..... وہ ریل جو میرے کیمرے سے غائب ہو گئی ہے۔ بڑی اہمیت کی حامل تھی اور اس میں جو کچھ بھی خاک سے تمہارے باپ کا زیادہ تعلق ہے.....!“

”میں نہیں سمجھی.....!“

”بپس اہم دستاویزوں کی تصاویر تھیں.....!“

”تم نے یہ کیوں کہا تھا کہ اگر ریل نہ تھی تو آدھا یورپ تباہ ہو جائے گا!“

”وہ تو میں نے یونہی تمیں دہلانے کے لئے کہا تھا کہ شائد اسی طرح ریل واپس مل جائے درجنہ سارا چکر خزانے ہی کا ہے۔!“

”اور تم یقین کرو کہ ہم لوگ اُس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ وہ جو چوروں کی طرح بھاگ گیا اس سلسلے میں اس کی بھی صفات دبے سکتی ہوں۔!“

”لیکن وہ تو کہہ رہا تھا.....!“

”اول درجے کا احمد ہے.... خواہ خواہ بکواس کرتا رہتا ہے۔ جو چاہو اس سے کہلو لو.....!“

”تو پھر یہاں اور کوئی کالی بھیڑ موجود ہے اور بھی تو مسافر مقیم ہیں ان کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے۔!“

”اب تو نے عقائدی کی بات کی ہے.....!“

”لیکن یہ کوئی ایسا مشکل کام نہیں ہے، ہم ان کے سامان کی تلاشی لے سکتے ہیں۔ آج موسم کل سے بہتر ہے۔ یہ سب باہر چلے جائیں گے۔ ہم تیوں اگر چاہیں تو یہ کام بے آسانی کر سکتے ہیں۔!“

”میں تمہارا ساتھ مل دوں گی.....!“

”غیر یہ بے بی..... ٹوٹی کو بھی تم ہی آمادہ کرو..... موقع دیکھ کر میں تم دونوں سے آملوں گا!“

”چلا گیا..... اور سونیا حالات کے اس نئے رخ کے بارے میں غور کرنے لگی۔ نہ جانے

حملے کے دوران میں ہم ایک دوسرے سے پچھڑ گئے اور پھر تیوں نے اپنی اپنی جگہ دوسروں کو مردہ تصور کر لیا۔ دوسری دلچسپ بات یہ ہوئی کہ جہاں ہم نے خزانہ چھپایا تھا وہاں ہم میں سے ہر ایک کو خزانہ نہ مل سکا۔!

”ٹھہر و.....!“ سونیا ہاتھ اٹھا کر بولی۔

وہ خاموش ہو گیا۔

”تو تم امریکن نہیں ہو..... بھلایا کے ساتھ خاکہ پر کسی امریکن کا کیا کام۔ امریکن تو دشمن کیپ سے تعلق رکھتے تھے۔!“ سونیا بولی۔

”تمہارا خیال درست ہے..... میں جرمن ہوں اور اب امریکی شہری۔ جب جنگ ہو رہی تھی تو میں تازیوں کے ساتھ تھا۔ بہر حال وہ آرٹسٹ ہی اس خزانے کو وہاں سے نکال لانے میں کامیاب ہو گیا اور ہم اپنی جگہ پر اُسے مردہ تصور کئے بیٹھے تھے۔ لیکن وہ پچھلے سال اپاکن مجھے فرانس میں مل گیا۔ بہت خوش ہوا مجھے زندہ دیکھ کر گورشیو کی خیریت بھی پوچھی۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ گورشیو بھی زندہ ہے تو اس نے بتایا کہ خزانہ ابھی تک جوں کا توں محفوظ ہے جسے اس نے ڈولنا نہیں ہی کے کسی دشمن کا علاقہ میں چھپا رکھا تھا۔ میں ان دونوں بیار تھا۔ فوری طور پر اس کے ساتھ اٹلی نہیں آسکا تھا۔ وہ مجھ سے یہ کہہ کر رخصت ہو گیا کہ گورشیو سے ملنے جا رہا ہے۔ وہ وہی زمانہ تھا جب وہ تمہارے پیاسے ملا تھا۔!“

”سوال تو یہ ہے کہ کسی دوسری پارٹی کو خزانے کا علم کیوں نکر ہوا.....؟“ دفتار سونیا بولی۔

”اچھا سوال ہے..... ذہین لڑکی معلوم ہوتی ہو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ آرٹسٹ تمہاں خزانے کو وہاں سے دوسری جگہ منتقل نہیں کر سکتا تھا ظاہر ہے کہ اس نے کچھ لوگوں سے مددی ہو گی۔ یہ بتائے بغیر کہ ان صندوقوں میں کیا ہے۔ لیکن وہ بعد میں کسی بے کسی طرح اصلیت سے آگاہ ہو گئے۔ بہر حال جب وہ تمہارے پیاسے ملنے آیا تھا تو اسے احساں ہو گیا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔“

”پھر تعاقب کرنے والوں نے اُسے مار ڈالا۔!“ سونیا تلخ لبجھ میں بولی۔

”یہ معلوم کئے بغیر کہ اس نے خزانے کو کہاں چھپایا ہے.....!“

”تم بہت تیز ہو.....!“

”اک بچہ بھی یہی سوال کرے گا.....!“

کیوں رُنگی کا بیان اُسے بکواس تھی لگا تھا۔  
دوپہر کے کھانے کے لئے کچھ اجنبی شکلیں بھی ہال میں نظر آئی تھیں ان میں سے زیادہ  
سفید بھیزیوں کے شکاری تھے۔

گورشیو نے ایک بار پھر دونوں کو منتبہ کیا....! ”دیکھو.... کرہ کسی کو بھی نہ دینا۔ رجز  
الماری میں بند کر دو.... کوئی کرہ خالی نہیں ہے۔!

”ایسا ہی ہو گا....!“ سونیا مسکرا کر بولی۔ ”رُنگی نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے....!“

”اور تم اس سے حقیر ہو....!“

”کس بات سے....؟“

”یہی کہ ہمیں بہت مختال رہنا چاہئے۔!“

”ہاں اس کے بیان کے مطابق اربوں لیرے کا معاملہ ہے۔ بہر حال ہم نے تمہاری مختلف  
تونیں کی تھی۔ صرف حالات سے آگاہ ہونا چاہا تھا۔!“

”اور تم دونوں اس بیوقوف سے آدمی پر اعتماد کر بیٹھے۔ وہ ریل کوڈیو لپ کر لینے کے بعد  
بھی اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔!“

”تمہارے خیال سے اس ریل میں کیا ہو گا۔!“

”اڑے تم اتنی معمولی سی بات نہیں سمجھ سکتیں۔!“ گورشیو اسے گھورتا ہوا بولا۔ ”اڑے اس  
میں اس نقش کی مختلف تصویریں تھیں جس کی مدد سے ہم خزانے تک پہنچ سکتے ہیں۔!“

”سب جھوٹ ہے....!“ سونیا ٹوٹی کی طرف دیکھ کر بولی۔ ”رُنگی نے کہا تھا کہ اس ریل میں  
کچھ اہم دستاویزات کی تصاویر تھیں....!“

گورشیو کچھ نہ بولا۔ اب وہ دونوں اُسے گھورے جا رہے تھے۔ اس نے کچھ دیر بعد کھا کر  
کہا۔ ”رُنگی نے مجھے یہی بتایا تھا۔!“

”اور وہ نقش تمہاری پشت پر بنائے گئے تھے۔!“ ٹوٹی بولا۔

”آہستہ بولو....!“ گورشیو خوف زدہ آواز میں بولا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”کسی محلوں کے ذریعے انہیں کمرے کے حاس لینس کے لئے ابھارا گیا تھا اور کچھ دیر بعد  
وہ بالکل ضائع ہو گئے تھے۔!“

گورشیو تھوک نگل کر بولا۔ ”ہاں یہی بات تھی۔ اس رات اس آرٹسٹ نے کسی خاص تم کے  
محلوں کے ذریعے وہ نقشے میرے پشت پر بنائے تھے جنہیں دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔ پر اُس نے مجھے  
کہا تھا کہ میں رُنگی کو یہ پیغام پہنچا دوں کہ نقشے میکنیک نمبر بارہ کے ذریعے محفوظ کئے جاسکیں گے۔  
”یہ میکنیک نمبر بارہ کیا ہے۔!“

”بُن...!“ گورشیو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں اپنی  
زبانیں بالکل بند رکھو اور اس مردود کو ملاش کرنے کی کوشش کرو۔!“  
”تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر انہیں دونوں ہاتھوں سے دھکیلتا ہوا بولا۔ ”چلو میرے  
کرے میں چلو....!“

اُن دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا اور گورشیو کے کمرے کی جانب چل پڑے  
تھے۔ کمرے میں پہنچ کر اُن نے دروازہ بند کیا تھا اور ٹوٹی کی طرف مڑ کر اُسے گھونسہ دکھاتا ہوا  
بولا تھا۔ ”تم.... تم نے دیکھا تھا اسے میری پشت سے تصویر اتارتے دیکھا تھا.... تم نے....!“  
”ہاں میں نے دیکھا تھا....!“

”تم کیوں جھانکا کرتے ہو میرے کمرے میں....!“

”اُس لئے کہ تم بہت سادہ لوح ہو پیا۔ جو بھی چاہتا ہے تمہیں آلہ کار بنا لیتا ہے۔ اگر ہم  
تمہارے سلسلے میں جا گئے تو رہیں تو تم غرق ہو جاؤ۔!“

”بکواس بند کرو....!“ یہ تو میری بات غور سے سنو۔... تم نے اس سے اس انوکھے وقوع  
کا ذکر ضرور کیا ہو گا۔!“

”ہر گز نہیں....!“

”میں یقین نہیں کر سکتا۔!“ گورشیو پیر پیچ کر بولا۔ ”اگر ریل نہ میں تو تم دونوں کی کھالیں اتار  
وں گا۔!“

”یہ زیادتی ہے پیا۔!“ سونیا رہا فی ہو کر بولی۔ ”تم خواہ گواہ ہم پر ایسی ذمہ داری نہ ڈالو۔!“

”جو کچھ کہنا ہے کہہ چکا۔! جاؤ اسے ملاش کرو۔!“  
ٹوٹی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا اُس نے سونیا کو چلنے کا اشارہ کیا تھا اور خود تیزی سے  
دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

”مژپلاؤ کانے کی ترکیب پوچھیں گے!“  
 ٹوئی کچھ نہ بولا اور وہ بدستور دوڑتے رہے۔ پانچوں آدمی آہستہ ان کے گرد اپنا گھیرا  
 لے کرتے جا رہے تھے۔  
 ”عمران کا ریو اور تھا تو تمہارے پاس...!“ سونیا کچھ دری بعد بولی۔  
 ”نہیں تو.... اس نے واپس لے لیا تھا....!“  
 ”بُت تو.... اچھا برا شکاری چاقو....!“  
 ”وہ تھیلے میں ہے....!“  
 ”میرے پاس بھی ہے.... جتنی دیر لڑکیں گے ضرور لڑیں گے اور پھر یہ ضروری نہیں کہ  
 ان کا ارادہ تشدید کرنے کا ہو۔ ممکن ہے صرف پوچھ گچھ کریں رہی سے متعلق....!“  
 ”پھر وہ سب ان کے بہت قریب آگئے اور انہیں رکنے کا حکم دیا۔  
 ”رُک ہی جاؤ....!“ سونیا بولی تھی۔  
 ”پانچوں بھی آر کے اور دفعتاً ان میں سے ایک نے خوفناک ٹھکل والے شکاری سے پوچھا۔  
 ”تم کون ہو....؟“  
 ”پہلے تم بتاؤ کہ تم کون ہو....!“ شکاری نے سرد لیجھ میں کہا۔  
 ”تم ہمارے ساتھ کیوں ہو....!“ دوسرا بولان۔  
 ”تمہیں غلط فہمی ہوتی ہے۔ میں ان دونوں کے ساتھ ہوں!“ شکاری نے کہا اور ٹوئی اور  
 سونا ہجرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔  
 ”کیوں گور شیو جو نیز میں تمہارے ساتھ ہوں نا....!“ دفعتاً خوف ناک ٹھکل والے شکاری  
 نے ٹوئی سے پوچھا۔  
 ”ہاں کیوں نہیں....!“ سونیا جلدی سے بولی۔  
 ”لیکن جہاں سے ہم چلے تھے وہاں تو تم اسکے ساتھ نہیں تھے!“ چاروں میں سے ایک بولا۔  
 ”ہاں.... وہاں میں نہیں تھا۔ راستے میں ملاقات ہوئی تھی اور جب میں نے یہ محسوس کیا  
 کہ تم لوگ انہیں گھیر رہے ہو تو پھر مجھے دیکھنا ہی پڑا۔  
 ”تم کیا دیکھو گے....!“

اب سونیا اسے اپنے کمرے میں لائی اور آہستہ سے بولی۔ ”میں نے کہا تھا کہ بات جھپٹانے رہ  
 سکے گی۔ پھر تم اول درجے کے احمد ہو۔ تمہیں کیا ضرورت تھی اس بات کا ذکر کرنے کی کرم  
 نے پیا کی پشت سے تصویریں لینے کا منظر دیکھا تھا!“  
 ”سب ٹھیک ہے.... میں دیکھ لوں گا....!“  
 ”میادِ یکھ لو گے....!“  
 ”پچھے بھی نہیں.... چلو اسے تلاش کریں.... یہ تو یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ پیا کو  
 رُگی یا اس کے ساتھیوں سے کوئی خطرہ نہیں....!“  
 دوپہر کا کھانا انہوں نے ایک تفریح گاہ میں کھایا تھا اور وہیں سے کھلاڑیوں کی ساتھ ”اسکی لگن“  
 کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔ سونیا اور ٹوئی کے درمیان زیادہ سے زیادہ دس گز کا فاصلہ رہا، ہو گا اور  
 وہ زور زور سے باتمیں کرتے ہوئے دوڑے جا رہے تھے۔  
 ”لکھتے نہیں بعد کھلی فضا میر آئی ہے۔“ سونیا کہہ رہی تھی۔  
 ”چلتی رہو.... آج دور تک خبر لیں گے!“  
 ان کے چاروں طرف لوگ دوڑ رہے تھے بستی بہت پیچھے رہ گئی تھی۔ دفعتاً ٹوئی اس کے  
 برابر پیچ کر بولा۔ ”تم نے پچھے محسوس کیا!“  
 ”کیا....؟“ وہ چوپک پڑا۔  
 ”وزاراں پانچوں کو دیکھو... کیا یہ اسی طرح نہیں چل رہے ہیں ہم کو زندگی میں لے رہے ہیں!“  
 سونیا نے ادھر ادھر نظر دوڑاتی اور بولی۔ ”ضروری تو نہیں ہے!“  
 ”میرا خیال ہے کہ ہم گھیرے جا رہے ہیں۔ میں ان میں سے ایک آدمی کو پہچان رہا ہوں۔“  
 دیکھو وہ خوفناک ٹھکل والا شکاری۔ دوپہر کو وہ ہمارے ڈائینگ ہال میں کھانا کھانے آیا تھا مجھے اچھی  
 طرح یاد ہے....!  
 ”ہاں تھا تو شائد....!“ سونیا بڑا بڑا۔  
 ”اور یہ بہت بُرا ہوا.... یہ رہی کے خالقین ہی معلوم ہوتے ہیں!“  
 ”دیکھا جائے گا....!“ سونیا اکتا کر بولی۔  
 ”آخر وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں....!“

”وہی خوف ناک شکاری....!“  
وہ ان سے بہت دور جا چکا تھا.... پھر ایک نشیب میں انہوں نے اُسے چھلانگ لگاتے دیکھا تھا۔  
”واہ.... کیا اتنا کل تھا....!“ ”ٹونی کہہ اٹھا۔“  
”ہاں اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکیں گے۔!“  
”یہ رُجی کا بچ پڑتے نہیں کہاں سے نازل ہو گیا۔!“  
”یہ خزانے والی بات میرے حلقت سے تو اترتی نہیں....!“  
”پڑتے نہیں کیا چکر ہے.... لیکن میری چھٹی حس بیکی کہتی ہے کہ پایا خطرے میں ہیں۔!“  
”خود نہیں اس کا احساس نہیں ہے۔!“  
”ہو بھی تواب کیا کر سکتے ہو.... کسی معاملے میں نہی طرح الجھ گئے ہیں۔!“  
”اس ریل سے متعلق بھی دونوں کے بیانات میں تضاد موجود ہے۔ رُجی نے کچھ کہا تھا اور پیا  
”وسری ہی کہاں سناتے رہے تھے۔!“  
”صرف ہمیں مطمئن کرنے کے لئے....!“  
پھر انہوں نے بھی اسی نشیب میں چھلانگیں لگائیں جس میں کچھ دیر قبل اجنبی شکاری  
چھلانگ لگا کر ان کی نظروں سے او جھل ہو گیا تھا۔  
”نیچے پہنچ اور ٹونی سو نیا کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھتا چلا گیا۔  
”ٹونی.... ٹونی....!“ سو نیا چینخے لگی۔  
”ہتھی سے مڑا اور اس کی جانب بڑھتا چلا آیا۔ سو نیا کر گئی تھی۔  
”وہ دیکھو.... اس میلے کے پیچے۔!“ اس نے بائیں جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔  
ایک دوسری بوٹ دکھائی دے رہا تھا۔  
”لل.... لاش....!“ ٹونی ہکلایا۔  
”پڑتے نہیں.... ہو سکتا ہے کوئی زخم ہو.... ہمیں دیکھنا چاہئے۔!  
”اور اگر وہ لوگ آگئے تو....?“  
”انہیں آتا ہوتا تواب تک آجھی پچھے ہوتے.... چلو دیکھیں۔!“  
”ٹونی قدرے پچھاہت کے ساتھ میلے کی طرف بڑھا تھا اور انہیں پورا آدمی نظر آگیا جو

”بیکی کہ تم لوگ ان بیچاروں کو کوئی ٹھیکر ہے ہو۔ بڑی مشکلوں سے تو یہ آج چھٹی منا کے ہیں۔“  
”ہم انہیں ٹھیکر ہے ہیں.... اور تم ان کے حماقی ہو....!“  
”ہاں.... میں تم لوگوں کے بیکی ذہن تھیں کہ انہا چاہتا تھا کہ یہ نیچے تھا نہیں ہیں۔!“  
سو نیا نے ایک بار پھر اس اجنبی ہمدرد کو غور سے دیکھا۔ پھر وہی بدوض ناک کے نیچے ٹھیک  
ہوئی موجھیں اتنی گھنی تھیں کہ دہانہ چھپ کر رہا گیا تھا۔ ناک موچھوں اور ٹھوڑی کے علاوہ اور  
کچھ نظر نہیں آیا تھا۔  
”اچھی بات ہے۔ تو کرو حماقت!“ ان میں سے ایک نے کہا اور اپنی اسکے سر پر دے  
مارنے کی کوشش کی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسکے ساتھ سے نکل کر دور جا پڑی اور  
پھر اجنبی کی اسکے سر پر آئی تھی اور اس کے بعد وہ چاروں ہی اس پر ٹوٹ پڑے  
تھے۔ دفتار سو نیا نے ٹونی کو لالکارا۔ ”تم کیا کھڑے منہ دیکھ رہے ہو.... اس کی مدد کرو۔!“  
”نہیں....!“ انہوں نے اجنبی کی غراہست سنی۔ ”تم دونوں اس کھیل سے الگ ہی رہو۔  
انہوں نے ایک قبائلی لوبو فونٹا کی غیرت کو لالکارا ہے۔ وہی ان سے نپٹ لے گا۔!  
اب عالم یہ تھا کہ اس پر تما ترا اسکیں بر سر رہی تھیں جنہیں وہ اپنی اسکوں پر روک رہا تھا  
اور کبھی کبھی اس کی ایک آدھ اسکے ان کے سروں پر بھی پڑ جاتی تھی۔ ٹونی سو نیا کے قریب پہنچ  
کر بولتا۔ ”عقل مندی کا کیسی تقاضہ ہے کہ ہم دونوں نکل چلیں۔!  
”نہیں.... یہ مناسب نہیں.... وہ ہمارا حلیف ہے۔!  
”ہو گا لیکن ہم اُسے نہیں جانتے۔!  
”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا.... وہ تو ہمیں جانتا ہے۔!  
”دیکھو.... یہ تو قونی سے باز آ جاؤ۔... خیر میں تو چلا۔“ ٹونی نے مخالف سمت میں دوڑ چکا  
تھی مجبورأ سو نیا کو اس کی تقلید کرنی پڑی۔ تھا تو نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ دونوں تیز رفتاری سے  
تھت کی طرف جا رہے تھے اچاک کوئی بڑی تیزی سے اُن کے درمیان سے نکل کر برق رفتاری  
سے آگے بڑھتا چلا گیا۔  
”وہی تھا....!“ ٹونی کی زبان سے بے اختیار نکلا۔  
”مگر.... کون....؟“ سو نیا ہکلائی۔

”وہ... وہ.... تمہارے تھیلے سے ریل نکال لے گیا!“  
 ”مجھے معلوم ہے.... پہلے بھی بیوشاں نہیں تھا!“  
 ”یعنی... یعنی کہ....!“  
 ”میں بھی چاہتا تھا کہ ریل ریگی تک پہنچ جائے ورنہ تم لوگ دشواریوں میں پڑو گے۔ لیکن وہ خزانے والی بات کیا تھی!“  
 ”اف.... فوہ.... سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اتنی تیزی سے یہ سب کیا ہو رہا ہے!“  
 ”خزانے والی بات اچھی لڑکی....!“  
 سونیا نے ریگی کا بیان دہراتے ہوئے اپنے باپ کے بیان کا اضافہ بھی گوش گزار کر دیا۔  
 ”تمہارا باپ خطرے میں ہے اچھی لڑکی.... اور بھائی کا دامغ بھی خراب ہو گیا ہے!“  
 ”لیکن.... آخر تم نے ریل کیوں واپس کر دی!“  
 ”جانے دو.... مجھے اس کی پرواہ نہیں.... میں تم لوگوں کا خبر اندازیں ہوں!“  
 ”لوپھر اٹھ چلو.... تھوڑی دیر بعد انہی را پھیل جائے گا!“  
 ”ٹوپنی کی بھی سزا ہے کہ تم بھی واپس نہ جاؤ!“  
 ”اوہو.... یہ کیسے ممکن ہے....!“  
 ”اسی طرح جیسے اس کا تمہیں چھوڑ جانا ممکن ہے!“  
 ”پیا کو معلوم ہو گا تو وہ ادھر دوڑ آئیں گے!“  
 ”آئے دو.... اتنی دیر میں ہم کہیں اور ہوں گے اور یہاں ایسے نشانات چھوڑ جائیں گے جیسے تمہیں جو بھیڑیوں نے چیر پھاڑ کھلایا ہوا!“  
 ”تم کیسی باتیں کر رہے ہو....!“  
 ”ٹھیک کہہ رہا ہوں.... تمہارا باب ان لوگوں کے ساتھ رہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ کم از کم اس نسل کا ایک فرد تو زندہ بچ جائے!“  
 ”کیوں دھلا رہے ہو مجھے.... میں واپس جاؤں گی!“  
 ”مرے ساتھ چلو....!“  
 ”آخر کیوں....؟“

برف پر اونڈھا پڑا تھا۔  
 ”سائن تو لے رہا ہے شاکنڈ....!“ سونیا بولی۔ ”اے سیدھا کرو....!“  
 ٹوپنی نے طوغہ کر کہا اسے سیدھا کیا تھا۔  
 ”ارے یہ تو عمران ہے....!“ دونوں نے بے یک وقت کہا۔  
 ”کیا ہوا ہے.... ارے.... ارے.... تم یہ کیا کرنے لگے!“  
 ”پہلے میں اس کی جامہ ملائی لوں گا....!“ ٹوپنی نے پر سکون لجھے میں کہا۔  
 ”تمہارا دامغ تو نہیں چل گیا!“  
 ”فی الحال بھی سمجھ لو.... جس ریل کے لئے ہماری درباری ہوئی ہے پہلے وہ ہمارے قبیلے میں آئی چاہئے!“  
 اور پھر وہ حق مجھے اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ریل اسکے تھیلے سے برآمد ہو گئی تھی۔  
 ”وہ مارا....!“  
 ”کیا مطلب....?“  
 ”ریل مل گئی اور شاکنڈ بھی اسے ڈیوب پ بھی نہیں کیا گیا!“  
 ”اچھا تو پھر....?“  
 ”چلو چپ چاپ نکل چلتے ہیں....!“ ٹوپنی ریل کو اپنے تھیلے میں ڈالتا ہوا بولتا۔  
 ”میں تو اس کو یہاں اس حال میں نہیں چھوڑ سکتی!“  
 ”تم پاگل ہو گئی ہو!“  
 ”چلو یہی سمجھ لو.... میں تو اسے ہوش آئے بغیر یہاں سے ہل بھی نہیں سکتی!“  
 ”جنم میں جاؤ....!“ کہہ کر ٹوپنی نے تھاںی دوڑ کادی۔  
 ”تم سے خدا سمجھے گا.... تم پر خزانے کا بھوت سوار ہو گیا ہے!“  
 ”تمہیں سفید بھیڑیے چھاڑ کھائیں گے!“ ٹوپنی کی آواز دور سے آئی۔  
 ”میں سفید بھیڑیوں کو چھاڑ کھاؤں گا!“ بیوشاں عمران کے ہونٹ ہلے تھے۔  
 ”ارے....!“ سونیا چل پڑی۔  
 ”ہاں.... آں!....!“ وہ اٹھ بیٹھا۔ ”میں زندہ ہوں!“

”میں تمہیں نہ آدمی لگتا ہوں۔!“

”اس سے کیا بحث کہ تم نہ رے آدمی ہو یا نہیں۔ مجھے بہر حال واپس جانا ہے۔!“

”اچھا تو جاؤ....!“

”تم نہیں چلو گے میرے ساتھ....؟“

”مجھے جان دینی ہے کیا.... ایک طرف رگی ہے اور دوسری طرف اس کے دشمن، اپنا

سینڈوچ نہیں بنانا چاہتا۔!“

پھر سونیا کو وہ شکاری یاد آگیا۔... جس نے کچھ دیر پہلے ان کی حمایت کی تھی۔ اس کا ذکر نہیں  
ہی عمران نے ریڑی میڈ میک اپ نکلا اور ناک پر جاتا ہوا بولا۔ ”یہ لوٹکاری بھی حاضر ہے۔!“

”اُدھ..... تم آخر ہو کیا چیز....؟“

”انتے جاسوں ناول پڑھے ہیں.... میں نے....!“

”یقین نہیں آتا کہ تم وہی ہو..... جو نظر آتے ہو....!“

”اچھا.... یہاں سے کھلک چلو.... تھوڑی دیر بعد تمہیں یہاں ایک نیا درامہ دکھاؤں گا۔!“

”کہاں چلو گے....؟“

”اس تو وے کے پیچھے۔!“ عمران نے بائیں جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”ایسی آرام وہ قیام گا  
تلائش کی ہے کہ تم خوش ہو جاؤ گی۔!“

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم کرنا کیا چاہتے ہو۔!“

”عمران نے اس کا بازو پکوڑ کر اسے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”جو کچھ بھی کر رہا ہوں اس  
میں تم لوگوں کا فائدہ ہی ہے نقصان نہیں۔!“

کچھ دیر بعد وہ ایک غار میں داخل ہو رہے تھے۔ سونیا بولی۔ ”کیا یہ ضروری ہے کہ دوسرے  
کو اس غار کا علم نہ ہو۔!“

”بھیڑیوں سے خالی کر لیا ہے یہ دیکھو....!“ وہ تارچ روشن کرتا ہوا بولा۔ دو مردہ بھیڑیوں  
پر روشنی پڑی تھی۔

”میں کہتی ہوں تم نے اسے ریل کیوں لے جانے دی۔!“

”جب رگی اسے ڈیوپ کرنے بیٹھے گا تو مزہ آجائے گا۔!“

”میں نہیں سمجھی۔!“

”بعد میں سمجھا دوں گا.... تم یہیں ظہرو۔... میں ان دونوں بھیڑیوں کو دیں پھیک آؤں  
جہاں تم نے مجھے پڑا دیکھا تھا۔!“

”اس سے کیا ہو گا....؟“

”یا تم سمجھتی ہو کہ ٹوٹی والیں نہیں آئے گا.... تمہارے رک جانے کی بنا پر وہ سمجھی  
زے آئیں گے۔!“

”پتے نہیں.... کیا ہے تمہارے دل میں۔!“ وہ طویل سانس لے کر بولی۔

وہ دونوں بھیڑیوں کو گھینٹا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ سونیا انہیں میں دم بخود کھڑی رہی۔  
بھبھی بوجاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ جس سے اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس  
نے غار کے دہانے پر آہٹ سنی۔

”کون ہے....؟“ اس نے جی کڑا کر کے پوچھا۔

”میرے علاوہ اور کون ہو گا۔!“ عمران کی آواز آئی۔ ”ظہرو۔... میں روشنی کئے دیتا ہوں  
اور بدبو کا بھی انتظام کروں گا میرے پاس خوبصوردار ہوئیں والی جڑی بولیاں بھی ہیں۔!“

”جو کچھ کرتا ہے جلدی کرو۔... میرا دم گھٹ رہا ہے۔!“

سب سے پہلے عمران نے ایک موم تی روشنی کی تھی پھر خوبیں سلانے لگتا۔ دم سی  
روشنی میں سونیا کو وہاں خاصا سامان نظر آیا۔ ایک آئیں اسناد کیتیں، کچھ برتن اور محفوظ کی ہوئی  
غذائی کچھ ڈبے ایک طرف ایک بستر بھی پڑا ہوا تھا۔

”کیا یہاں تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے....؟“ سونیا نے پوچھا۔

”نہیں تو.... یہ سارا سامان میرا ہی ہے۔!“

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ آخر تم یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہو۔....!“

”خانہ بدوشی کا لطف ہی اٹھانے کے لئے تو یہاں آیا ہوں تمہارے ہوٹل میں یو نہیں کرہے لے  
لیا تھا۔ آخر سامان تو بھتی ہی سے لانا پڑتا۔ لہذا پہنچنے ہوٹل میں قیام کو ایک طرح کا ردا سمجھ لو۔

”میں یہاں کئی دنوں سے ہوں۔ آج اتفاقاً کچھ بھیڑیے بھی یہاں گھس آئے تھے۔!“

”تم ضرور کوئی غیر ملکی جاسوس ہو۔!“

”خاتون نہیں لیکن اب بنا بھی پڑے گا۔ رُجی اور اس کے ساتھیوں کے تیور مجھے ابھی نہیں معلوم ہوتے!“

”یعنی وہ بھی بلا خرد شنی ہی پر اتر آئیں گے!“

”ہاں.... میرا بھی خیال ہے۔ ذرا وہ ریل تو صائع ہونے دو!“

”آخر وہ کس طرح صائع ہو گی!“

”جیسے ہی سلوشن میں ڈال جائے گی۔ بھک سے جل اٹھے گی۔ ایسی ہی کارروائی کر دی گئی ہے اس کے ساتھ....!“

”اس کا مقصد....؟“

”رجی اور اس کے ساتھیوں کے لئے چیلنج... انہوں نے میری توہین کی ہے!“

”تو تم نے ریل کو دیکھے بغیر صائع کیوں کر دینا چاہا ہے!“

”میں تو اس کے پوزیشن بھی نکال چکا ہوں!“

”مجھے بھی دکھاؤ....!“ وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

”روشنی ناکافی ہے!“

”تم نے یہ پرنٹ کب اور کہاں بنائے!“

”ٹونی کے ڈارک روم میں.... جب تم لوگ مجھے تلاش کرتے پھر رہے تھے میں ٹونی کے ڈارک روم میں کام کر رہا تھا!“

”اگر اس وقت کوئی اور ہر بھی گھوم جاتا تو....؟“

”اپنی سزا کو ہمپتتا....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اچھا تم یہ بتاؤ.... ان اطراف کے بارے میں تمہاری معلومات کیسی ہیں!“

”شاکر ٹونی سے زیادہ معلومات رکھتی ہوں۔ بچپن سے اب تک انہیں برف پوش پہاڑوں میں دوڑتی پھری ہوں!“

”ٹھیک ہے.... شاکر مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہو....!“

”آغزرات کیا ہے....؟“

”تم نے شاکر کسی شیکنیک نمبر بارہ کا ذکر کیا تھا۔ فٹوگرافی کے سلسلے میں!“

”یہ شیکنیک جرمن جاسوسوں نے کچھلی جنگ میں اختیار کی تھی۔ کسی قسم کے محلوں سے انسانی جسموں پر لکھا کرتے تھے اور وہ لکھائی غالبہ ہو جاتی تھی۔ پھر دوسرے کسی محلوں کے ذریعے اسے دوبادہ اجاگر کر کے خاص قسم کے کیمرے سے تصویریں لی جاتی ہیں۔ محلوں نمبر ایک کی لکھائی سالہا سال تک انسانی جسم پر موجود ہتھی ہے۔ اس وقت تک ضائع نہیں ہوتی تھی جبکہ محلوں نمبر دو کے ذریعے تصویریں نہیں اتنا لی جاتیں۔!“

”تمہاری معلومات بہت و سیع ہیں!“

”میں نے اس سے متعلق جھاپک ڈاگسٹ میں ایک مضمون پڑھا تھا!“

”مجھے تواب تم سے بھی خوف معلوم ہونے لگا ہے۔!“

”ذرا میری طرف دیکھ کر کہنا....!“

”جس کھتی ہوں....!“ وہ زبردستی بھی تھی۔

”اچھا.... اب آؤ چلیں.... شاکر وہ لوگ پہنچنے ہی والے ہوں گے۔!“

”گک.... کون....؟....!“

”تمہاری تلاش میں آنے والے۔!“

”اوہاں....!“ وہ چونک پڑی تھی۔

”اور تمہیں وہاں نہ پا کر ان کا رد عمل دیکھنا ہے.... اور تمہیں یہ دکھانا ہے کہ وہ لوگ کس حد تک تم لوگوں کے دوست ہیں۔!“

”خداجانے تم کیا کہہ رہے ہو۔ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا۔ کبھی اول درجے کے بیٹے تو ف معلوم ہوتے ہو اور کبھی بے حد عکنند.... اگر مجھے لکھتا آتا ہو تو تم پر ایک کتاب لکھتی اور اس کا نام رکھتی ”معصوم درندہ۔“

”ایک ہی سانس میں کتنی باتیں کر جاتی ہو۔ چلو میرے ساتھ.... میں اس وقت خود کو ٹرلاک ہو محسوس کر رہا ہوں۔ میرا مودہ چوپٹ نہ کرو۔“

”اب کہاں چلوں....؟“ وہ کراہی۔

”ایک جگہ چھپ کر دیکھیں گے تمہیں تلاش کرنے والوں کو....!“

وہ باہر نکلے اور مختلف تدوں کی آڑ لیتے ہوئے ایسی جگہ آپنچے جہاں سے وہ جگہ صاف نہ آ رہی تھی۔ سونیا نے دونوں مردہ بھیڑیے بھی دیکھے۔

”جب تک یہاں کھڑے رہیں گے۔“ اس نے زخم کرو کر پوچھا۔

”میرے اندازے کے مطابق وہ لوگ اب پہنچنے ہی والے ہوں گے۔؟“

”سنو... بدھو ضروری نہیں کہ تمہارا ہر اندازہ درست ہی نکلے۔ ریگی کو میری بالکل پر پر نہ ہو گی سب سے پہلے وہ اس فلم کو ڈیوپ کرنے کے چکر میں پڑ جائے گا۔؟“

”ہرگز نہیں... میری عقل کہتی ہے ٹونی... نے یہاں سے جا کر کہا ہو گا کہ میں ایک بھر بیہوش پڑا ہوں اور سونیا میری گرفتاری کر رہی ہے۔ خود اس نے یہی مناسب سمجھا کہ سب سے پہلے ان لوگوں تک پہنچا دے۔!“

سونیا نے اسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا تھا اور بولی تھی۔ ”مجھے حیرت ہے کہ تم اتنے تھوڑے سے وقت میں اس کی فطرت سے پوری طرح واقع ہو گئے ہو۔!“

”دیکھا کیسی رہی...؟“ عمران بچکانہ انداز میں نہیں پڑا۔

”ایسی مخصوصیت سے باتیں کر جاتے ہو جیسے ریکارڈنگ گیا ہو۔!“

”اور کیا... لیکن دنیا میری قدر بھی نہ کر سکے گی مخلل ہی ایسی ہے۔!“

”مخلل تو بہت پیاری ہے تمہاری...!“ وہ اس کے گال میں چکنی لے کر بولی۔

”تو چکھوٹ کی نہیں ہوتی۔!“ عمران نے سکنی لے کر کہا۔

سونیا نہیں پڑی تھی۔

”بھیڑ کی کھال میں بھیڑیے ہو تم...!“

”پچھلے سال ایک بھیڑ میرے پیچھے پڑی تھی۔ جدھر جاؤ پیچھے پیچھے چلی آ رہی ہے۔ مگر میں نے قمابوں میں اٹھنا پیٹھنا شروع کر دیا۔ پھر تو ایسی غائب ہوئی ہے کہ آج تک نہیں دکھا دی اور تم مجھے بھیڑ کہہ رہی ہو۔!“

”اوہ... وہ دیکھو... وہ آرہے ہیں...!“

سات آدمیوں کی پارٹی دیکھتے ہی دیکھتے مردہ بھیڑیوں کے قریب پہنچ گئی تھی۔ وہ ان کو آوازیں پہ آسانی سن سکتے تھے۔!

”بھی وہ جگہ ہے.... مجھے اچھی طرح یاد ہے۔!“ ٹونی کی آواز آئی۔  
ٹھیک اسی وقت اس کے باپ نے اپنی ”اسکی انگ اسٹک“ اس کی پشت پر رسید کی تھی اور وہ اونچے منہ برف پر گر پڑا۔

سونیا کو ٹونی آگئی۔ لیکن اس نے خیال رکھا تھا کہ آواز بلند نہ ہونے پائے۔ دوسرا طرف اس کا باپ پیچھے رہا تھا۔ ”حرام زادے تو نے اسے تھا چھوڑا ہی کیوں تھا۔!“ اس نے دوسرا بار اسٹک اٹھائی تھی لیکن ریگی بڑی پھرتی سے ان کے درمیان میں آتا ہوا بولا۔ ”اس نے بے حد عقل مندی کا کام کیا تھا۔ بس اندازے کی عطا لی ہو گئی تھی کہ وہ کتنی دیر بیہوش رہ سکے گا۔!“

”تم اپنی بکواس بند کرو...!“ اس کا باپ دھڑا۔ ”اگر سونیا نہ ملی تو میں اسے جان سے مار دوں گا اور ہاں مجھے اب تمہارے معاملات سے کوئی سر و کار نہیں.... سب کچھ جائے جہنم میں...!“ ”غصہ تھوک دو میرے دوست اور ٹھنڈے دماغ سے اسے تلاش کرنے کی کوشش کرو۔!“ ٹونی اٹھ گیا تھا لیکن باپ کی اسٹک کی پیچھے سے دور جا کھڑا ہوا تھا۔ شرمندگی نے اس کی زبان بند کر دی تھی۔

”اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔!“ سونیا مضر بانہ انداز میں بولی۔ ”پیاری بیوچ اسے بہت ماریں گے۔ لہو لہاں کر دیں گے۔!“

”اچھا ہے ٹھوڑی بہت سزا تو ملی ہی چاہئے اسے۔ آخر خزانے میں حصہ بھی تو بنائے گانا۔!“ ”بڑے بڑے درد ہو تم... میں تو جارہی ہوں۔!“

”ٹھہر دو...!“ عمران.... اس کا بازو پکڑ کر بولا۔ ”یوں نہیں.... جانا ہی ہے تو بیہوش ہو کر جاؤ۔ تاکہ انہیں میرا پتہ نہ بتا سکو۔!“

”تو تم مجھے بیہوش کرو گے۔!“ ”ہرگز نہیں.... تم خود ہی بیہوش بن جانا اور ہوش میں آنے کے بعد انہیں بتانا کہ میں نے تمہاری کٹپیش پر ایک زور دار گونسہ رسید کر دیا اس کے بعد کے حالات کا تمہیں علم نہیں۔!“

”اہ یہ ٹھیک ہے.... لیکن تم جاؤ گے کہاں....؟“

”میری فکر نہ کرو کسی وقت بھی تم لوگوں سے زیادہ دور نہ رہوں گا۔!“

”بھی بات ہے.... تو میں ہوئی بیہوش....!“

”مک.....کیوں.....؟“ ٹوٹی ہکلایا۔  
 ”تم سے ضروری باتیں کرنی پیں مسٹر رنگی جانتے ہیں کہ ڈارک روم کہاں ہے۔!“  
 ”ہاں ٹھیک ہے..... تمہاری ضرورت نہیں۔!“ رنگی کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔  
 ”میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔!“ سونیا نے گور شیوکی طرف دیکھ کر کہا۔  
 ”ہاں تم اپنے کمرے میں جاؤ۔!“  
 سونیا نے ٹوٹی کو بھی ساتھ ہی چلنے کا اشارہ کیا تھا اور کمرے میں پہنچ کر اسے خون خوار نظرؤں سے گورونا شروع کر دیا تھا۔  
 ”تم اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو۔!“ ٹوٹی نے ہمراہی ہوئی آواز میں پوچھا۔  
 ”تم سے جو حماقت سرزد ہوئی تھی۔ اب اس کا نتیجہ بھکتنے کے لئے تیار ہو۔!“  
 ”میں ان کا اعتماد حاصل کرنا چاہتا تھا۔!“  
 ”ٹھیک ہے.... اب تم دیکھو گے.... چلو یا کے کمرے میں چلو۔... اب وہ بہت زیادہ نظرے میں ہیں۔!“  
 ”وہ ڈائینگ ہال میں ہیں۔!“  
 ”ابھی جو کچھ بھی ہو گا وہیں ہو گا۔!“  
 ”کیا ہو گا۔?“  
 ”رنگی ڈارک روم میں ہے۔!“  
 ”ہاں.... تو پھر۔?“  
 ”جب وہاں سے برآمد ہو گا تو۔!“  
 ”وہ جملہ پورا نہیں کر سکی تھی.... کوئی دروازے کو دھکا دے کر اندر گھس آیا تھا۔  
 ”یہ کیا یہودی گی ہے۔!“ ٹوٹی اچھل پڑا اس طرح آنے والارنگی کے ساتھیوں میں سے تھا۔  
 ”چلو۔... باس نے تم دونوں کو طلب کیا ہے۔!“  
 ”وہ تمہارا باس ہو گا ہمارا نہیں ہے۔ تم فوراً کمرے سے نکل جاؤ اور اجازت لیکر دوبارہ اندر آو۔!“  
 ”چلو۔!“ وہ اپنے بغلی ہو لشکر کو تھکی دے کر غرایا۔  
 ”کہاں چلیں۔?“ سونیا جھنجھلا کر بولی۔

”یہاں نہیں۔.... دوسرا جگہ آؤ میرے ساتھ۔.... اسی جگہ ہونی چاہئے کہ تمہیں زیادہ دیر تک برف پر پڑانہ رہنا پڑے۔.... جلد ہی ان کی نظر تم پڑ جائے۔!“  
 ”ذر اذرا سی بات کا خیال رکھتے ہو۔!“ اس نے پھر اس کے گال میں چکلی لی۔  
 ”اب میں جیچ پڑوں گا۔.... ہاں۔!“  
 ایک مناسب جگہ پر وہ بیہو ش ہو گئی تھی اور عمران کسی طرف کھک گیا تھا۔  
 ”ارے.... اوھر۔.... دیکھو۔!“ دفتار اس نے کسی کی آواز سنی اور پھر سب اس کے قریب آپنچھے تھے۔  
 ”دیکھو۔.... کہیں چوت تو نہیں آئی۔!“ یہ اس کے باپ کی آواز آئی اور پھر وہ اسے اٹھانے ہی والے تھے کہ اس نے کراہ کر کروٹ لی۔  
 ”سوئی۔.... سوئی۔!“ باپ منتظر بانہ انداز میں اس پر جھک پڑا۔  
 ”آوازیں نہ دو۔.... خاموشی سے ہوش میں آنے دو۔!“ رنگی بولا۔  
 پھر کچھ دیر بعد وہ انٹھ پیٹھی اور حیران جیران آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگی تھی۔  
 رنگی نے فوراً ہی عمران سے متعلق پوچھ چکہ شروع کر دی۔ گور شیواسے قہر آؤ د نظرؤں سے گور کر رہ گیا۔ کچھ بولا نہیں۔  
 ”ہوش میں آتے ہی اس نے اپنی چیزوں کا جائزہ لیا تھا۔!“ سونیا بولی۔ ”اور مجھ سے کہا تھا کہ اس کی کوئی چیز غائب ہو گئی ہے۔ مجبوراً مجھے ٹوٹی کا نام لینا پڑا کہ وہ بھی یہاں موجود تھا۔ اس نے انٹھ کر میری بائیں کنٹی پر ایک ہاتھ رسید کر دیا پھر میں نہیں جانتی کہ اس کے بعد کیا ہوا تھا۔!  
 ”تمہیں ٹوٹی کا نام نہیں لینا چاہئے تھا۔!“ رنگی نے غصیل آواز میں کہا اور گور شیواس بول پڑا۔  
 ”اے! تم اس سے اس لجھے میں گھنگونہ کرو۔!“  
 ”خاموش رہو۔!“ رنگی غرایا۔ اس کے تیور بہت خراب تھے۔ لیکن پھر اس نے بات نہیں بڑھائی تھی۔ واپسی خاموشی ہی سے ہوئی تھی۔  
 ”ہوش پہنچ کر رنگی نے ٹوٹی سے کہا تھا۔ ”مجھے اپنے ڈارک روم میں لے چلو۔!“  
 ”چلو۔!“  
 ”تم یہیں شہرو۔!“ سونیا جلدی سے بول پڑی۔

”اپنے پاپا کے کمرے میں...!“

”چلو....!“ سونیا نے ٹوپی کی طرف دیکھ کر کہا۔

باپ کے کمرے میں رگی اپنے ساتھیوں سمیت موجود تھا اور باپ کے چہرے پر شدید ترین لامبھن کے آثار تھے۔ اس نے ان دونوں کو محض بانہ انداز میں دیکھا لیکن پکھ بولا نہیں۔ رگی ٹوپی کو گھوڑے جارہا تھا۔

”یہ تم لوگ میرے ساتھ کس قسم کا کھیل کھیل رہے ہو....!“ اس نے بالآخر کہا۔

”کیا کھیل....؟“ ٹوپی کے لجھ میں حیرت تھی۔

”وریل کیسی تھی....؟“

”کیا مطلب؟ کیا وہ بھی جعلی تھی۔!“

”نہیں....! تھی تو وہی ریل مجھے یقین ہے۔ لیکن جس طرح ضائع ہو گئی۔ اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔!“

”میں نہیں سمجھا.... تم کیا کہنا چاہتے ہو....!“

”جیسے ہی سلیوشن میں ڈالا بھک سے شعلہ بن کر ضائع ہو گئی۔!“

”ناممکن....!“ دفتار گور شیو پیر ٹھیک کر دیا۔ اس طرح تم مجھے الگ کر دینا چاہتے ہو۔!“

”ہوش کے ناخن لوگوں شیو....!“

”میں ٹھیک کہہ رہا ہوں.... ریل پر قبضہ کر لینے کے بعد تمہاری نیت میں فتور آگیا ہے۔!“

رگی اسے خون خوار نظروں سے گھور کر رہ گیا اس کے چاروں ساتھیوں کے تیور بھی اچھے نہیں تھے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ ”اس طرح تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ تم نے بھی اس اجنبی کی مدد سے ریل پر قبضہ کر لیا ہے اور ہمیں کاث دینا چاہتے ہو۔ ضائع ہونے والی ریل“ نہیں تھی جو میرے کمرے سے چڑائی گئی تھی۔!

گور شیو تھوک نگل کر رہ گیا۔ لا جواب ہو گیا تھا۔ سونیا پسپائی کا انداز محسوس کر کے ترے بولی۔ ”تم سب جاؤ جہنم میں۔ نگل جاؤ ہمارے ہوٹل سے۔ ہم نہیں جانتے کہ تم کون ہو اور اگر تم نے جھگڑا کرنے کی کوشش کی تو پولیس تم سے نپٹ لے گی۔!“

”ٹھیک ہے....!“ رگی نے اسمنہ بنا کر بولا۔ ”ہم چلے جائیں گے لیکن تم لوگ اسی وقت

کیک محفوظ ہو جب تک ہم یہاں ہیں۔ یہ مت بھولو کہ پکھ دشمن باہر بھی تاک میں ہیں۔ تم

تینوں تو چوتھیوں کی طرح مسل کر رکھ دیئے جاؤ گے۔!“

سونیا کے ذہن کو جھکایا سا لگا تھا۔ بات تو ٹھیک ہی تھی۔ وہ چلے جاتے تو وہ سر پر سوار ہو جاتے

جنہوں نے اس کے باپ کو لگھرا تھا۔

”حالات خراب کرنے سے کیا فائدہ مسٹر رگی...!“ دفتار وہ سنجا لائے کر نرم لجھ میں

بولی۔ ”اگر ہم اسی طرح ایک دوسرے پر شہادت کرتے رہے تو دونوں ہی مار لئے جائیں گے۔!“

”بہتر تھیں کیا کھل کیتھی کی بات کی ہے۔!“ رگی مسکرا لیا۔

”مجھے تسلیم ہے کہ ہم دھوکا بھی کھا سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس وقت وہ ہمیں اسی لئے اس

حال میں ملا ہو کہ ہم پھر ایک غلط ریل حاصل کر کے بیوی قوف بن جائیں۔!“

”واقعی تم ان دونوں سے زیادہ عقلمند ہو۔ لہذا باب یہ بھی بتا دو کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے۔!“

”یہ بکواس ہے....!“

”اچھا تو تم لوگ شروع کر دو اپنا کام....!“ رگی نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا۔ وہ چاروں

اُنکے باپ اور بھائی پر ٹوٹ پڑے۔ انہیں پچاڑا اور ان کے سینوں پر سوار ہو کر چاہو کھونے لگے۔

”دونوں کی گرد نیں کاث دی جائیں گی...!“ رگی سونیا کو گھورتا ہوا غریا۔

”نن.... نہیں....!“ وہ روپا نہیں ہو کر چھپی۔

”ٹھہر وو....!“ دفتار باسیں جانب سے غراہٹ سنائی دی۔ وہ سب بوکھلا کر اُدھر متوجہ ہو گئے۔

ایک الماری کا دروازہ کھلا تھا اور ایک خوفناک ٹکل والا آدمی اُس میں سے برآمد ہو کر ان کے

سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریو اور کارخ رگی کی کھوپڑی کی طرف تھا۔

”ان دونوں کو چھوڑ کر ہٹ جاؤ اور اپنے چاہو فرش پر ڈال دو....!“ اس نے خون خوار لجھے

میں کہا۔

سونیا نے اسے پہچان لیا تھا۔ یہ وہی شکاری تھا جس نے ”اُنکی اُنگ“ کے دوران میں نامعلوم

اُدمیوں کے خلاف ان کی مدد کی تھی۔

رگی کے ساتھیوں نے بے چوں وچوں اسکے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے چاہو فرش پر ڈال دیئے۔

”اب تم ان سکھوں کے ہاتھ پشت پر باندھ دو....!“ شکاری نے ٹوپی سے کہا۔

”نہیں....!“  
سونیا نے اُسے خوف ناک شکل والے شکاری کی کہانی سناتے ہوئے کہا۔ ”وہ کوئی بھی ہو...  
ہمارا ہمدرد ہے!“

”آج کل ہمارے ہمدردوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ عمران ہی جیسا ہمدرد ہو گا!“  
سونیا کچھ نہ بولی۔ اُسے یقین تھا کہ کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔ اُسے حرمت تھی کہ عمران ہو ٹھی  
میں کب اور کس طرح داخل ہوا۔ شائد کسی نے بھی اُسے نہیں دیکھا تھا۔ دیکھتا تو خاصا ہنگامہ براپا  
ہو جاتا کیونکہ رجی اور اس کے ساتھی دوسرے مسافروں سے بہت زیادہ پوچھ گھکھ کر چکے تھے اور  
جنہوں نے عمران کو دیکھا بھی نہیں تھا انہیں بھی اس کا حلیہ از بر ہو گیا تھا۔  
تحوڑی دیر بعد کسی نے دروازے پر دستک دی۔

”آجاؤ....!“ سونیا نے اوپری آواز میں کہا اور دوسرے ہی لمحے میں ٹوپی دروازہ کھوٹ کر انہیں داخل ہوا۔ اُس کے چہرے سے خوشی بھوٹی پڑ رہی تھی۔

”ارے.... وہ عمران ہی ہے۔ ان کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا ہے!“ اس نے کہا۔  
”کیا مطلب....؟“ سونیا بوكلا کر کھڑی ہو گئی۔  
”اب وہ بھی ہم میں شامل ہو گیا ہے۔ مسٹر رجی کو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس کے  
ساتھی بھی خوش ہیں اور عمران کے بھیں بدلتے کی ملاقات کے مترف ہو گئے ہیں!“  
”یہ عمران آخر ہے کیا بلہ....!“ گورشیو جھنجلا کر بولا۔

”اب اُس نے اپنے بارے میں پچی بات بتا دی.... وہ اُسی کا داکا رہے!“  
”لیکن ہم سے کیا سر دکار....!“

”وہ بھی خزانے میں حصہ بنانا پا رہا ہے....!“  
”یہ ناممکن ہے....!“ گورشیو پیر ٹھیک کر بولا۔

”تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے.... رجی اسے تسلیم کر چکا ہے!“  
”میں یہ ہرگز نہیں ہونے دوں گا!“ گورشیو اٹھتا ہوا بولا۔ ”وہ کہاں ہے....؟“

”تمہارے ہی کمرے میں....!“  
”میں عمران کو پولیس کے حوالے کر دوں گا....!“

”نہیں.... نہیں....!“ گورشیو جلدی سے بولا۔ ”میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو میرے  
دوستوں کے ساتھ نہ ابرتاڈ مت کرو....!“  
”گورشیو تم بکواس کر رہے ہو....!“ رجی بولا۔ ”اگر تم اسے نہیں جانتے تو پھر اس کرے  
میں اس کا کیا کام....!“  
”میں ہر جگہ پیغام سکتا ہوں....!“ شکاری نے سرد لبجھ میں کہا۔ ”ملک الموت نام ہے ٹوپی  
میں نے تم سے کہا تھا کہ پانچوں کے ہاتھ پشت پر باندھ دو....!“  
”نہیں ٹوپی.... یہ ناممکن ہے....!“ گورشیو پھر بولا۔  
”لوکی....!“ شکاری نے سونیا سے کہا۔ ”بوڑھے کو بیہاں سے لے جاؤ ورنہ پہلے اسے ہی  
گولی مار دوں گا!“

”پیاپا.... باہر چلو....!“ سونیا اُسے دروازے کی طرف دھکیلتی ہوئی بولی۔  
”وو.... ویکھو....!“  
”چلو ورنہ میں اپنے کپڑے چیر پھاڑ کر باہر نکل جاؤں گی!“  
وہ گورشیو کو کمرے سے نکال لائی۔  
”یہ تم کیا کر رہی ہو پتا نہیں وہ کون ہے....!“ گورشیو مردہ ہی آداز میں بولا۔  
”دوست ہی ہے.... تم فکر نہ کرو.... چلو میرے کمرے میں....!“  
”خداوند کس مصیبت میں پڑ گیا ہوں....!“

”خزانے آسانی سے نہیں مل جاتے۔ میں نے ان کے بارے میں کئی تاول پڑھے ہیں!“  
وہ اُسے اپنے کمرے میں لائی تھی اور آرام کر سی پر بھائی ہوئی بولی تھی۔ ”تم اب بالکل بے  
فر ہو جاؤ.... سب ٹھیک ہو جائے گا!“  
”ٹوپی.... ان میں تھا رہ گیا ہے.... مجھے جانے دو....!“  
”الماری سے برآمد ہونے والا سب کو سنبھال لے گا!“  
”آخر وہ ہے کون....؟“  
”میں نہیں جانتی.... لیکن کچھ دیر پہلے بھی وہ ہماری جانیں بچا چکا ہے کیا ٹوپی نے تمہیں  
اس سے متعلق کچھ نہیں بتایا!“

”تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے پاپا...!“ سونیا کسی قدر درست لمحے میں بولی۔  
”بکواس مت کرو لڑکی ورنہ زبان کھینچ لوں گا۔!“ گورشیو دہلا۔ ٹونی نے آنکھ مار کر سونیا کو  
خاموش رہنے کا اشادہ کیا تھا۔

گورشیو دندنا تا ہوا کرے سے نکل گیا۔

”لیکن یہ ہوا کیسے...!“ سونیا نے آہستہ سے پوچھا۔

”مجھے جرمن نہیں آتی... ان کے درمیان جرمن میں گفتگو ہوئی تھی اور رنگی بے حد  
خش نظر آنے لگا تھا!“

”خداجانے کیا ہو رہا ہے... میرا تو سرچکرانے لگا ہے!“

”مجھے ذر ہے کہ کہیں پیاپھر گڑبڑنے کر دیں....!“

”تم بہت پیتاب ہو خزانے کے لئے...!“

”کون نہیں ہوتا مفت کی دولت کے لئے...!“

”یہ تمہیں مفت کی دولت لگ رہی ہے۔ اتنی پریشانیاں اٹھانے کے باوجود بھی...!“

”مفت ہی کی سمجھو... کل نیک میں اس کے وجود سے بھی آگاہ نہیں تھا!“

”جہاں آنے والی ہے ہم پر...!“

وختا گورشیو پھر کمرے میں داخل ہوا۔

”وہاں تو نہیں ہیں...!“ اُس نے ناخوش گوار لمحے میں کہا۔

”تو پھر ڈائینینگ ہال میں ہوں گے...!“

”ہوٹل ہی میں نہیں ہیں...!“

ٹونی دم بخود رہ گیا۔ سونیا حیرت سے اُسے دیکھے جاہی تھی۔ گورشیو بڑانے لگا۔ ”شائد“  
مجھے نظر انداز کر دینا چاہتے ہیں۔!

”خدا کرے ایسا ہی ہو...!“ سونیا تڑپے بولی۔

”جسیج تھپڑ باردلوں گا...!“

ٹونی ان کے درمیان آتا ہوا بولا۔ ”فضول ہے... بات بڑھانے سے کیا فائدہ...!“

”سوال تو یہ ہے کہ وہ گئے کہاں...!“

”جہنم میں...!“ سونیا غرائبی۔ ” عمران انہیں جہنم رسید کر دے گا۔!  
دنخا کسی نے دروازہ کو دھکا دیا اور وہ چوک پڑے۔ عمران سامنے کھڑا نظر آیا۔  
”اب اگر تم تیوں زندہ رہنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ نکل چلو...!  
”تم پاگل ہو گئے ہو...!“ گورشیو دہلا۔

”تم تو چلو میرے ساتھ...!“ عمران نے سونیا سے کہا۔ ”انہیں مرنے دو...!  
”ہاں میں چلوں گی...!“ سونیا آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

”یہ کیا کر رہی ہو...!  
”مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ اپنی مرضی کی مالک ہوں۔!  
”اس کی اگنگ کا سامان ساتھ لے چلو...!  
”سونیا...!“ باپ دہلا۔ ٹونی اسے روکو...!

”میں بھی ان کے ساتھ جا رہا ہوں...!“ ٹونی بولتا۔

”جاو... جاو... سب جاؤ جہنم میں...!“ وہ دہلاتا ہوا آگے بڑھاہی تھا کہ عمران کا ہاتھ  
اُس کی دواہنی کپٹی پر پڑا اور وہ لڑکھڑا تا ہوا ڈھیر ہو گیا۔

”ارے... ارے...!“ دونوں کی زبانوں سے بیک وقت نکلا تھا۔

”بل خاموش...!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولان۔ ”چلو نکلو عقی دروازے سے ہوٹل کو کوئی  
ٹھانے لے جائے گا۔ تیوں کے لئے اُسکی اگنگ“ کا سامان...!“

پھر اُس نے جھک کر بیویوں گورشیو کو اٹھایا تھا اور کاندھے پر ڈال لیا تھا۔ ہوٹل کا عقی صہ  
دیاں تھا۔ اسٹور سے ”اسکی اگنگ“ کا اور دوسرا ضروری سامان نکال کر ایک سلیچ پر بار کر دیا گیا۔  
بھروس گورشیو کو بھی سلیچ ہی پر ڈال دیا گیا۔ پھر اُن تیوں نے ”اسکی اگنگ“ اُنکیں سنبھالی تھیں  
اور خود ہی سلیچ میں جت گئے تھے۔ عمران اس قفلے کو سیدھا اُسی غار کی طرف لے گیا تھا۔ لیکن  
”م سادھے سلیچ پر پڑاہی رہا تھا۔

غار میں داخل ہوتے وقت اس کے ہونٹ سختی سے بچنے ہوئے تھے۔ عمران نے اندر پہنچ کر  
کلی موم بتیاں روشن کر دیں۔ پھر گورشیو کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور بڑے ادب  
سے بولا۔ ”یا گورشیو...!“ میں اپنی جسارت پر معافی کا خواستگار ہوں تھیں یہ بے حد ضروری تھا

کے اشتہار شائع ہو گا جس کا مضمون یہ ہو گا کہ اگر یہاں کا کوئی باشندہ میلنیک نمبر بارہ کے متعلق کچھ جانتا ہو تو مجھ سے ملے۔ فائدے میں رہے گا۔ لہس تم مشترک کے پتے پر پہنچ کر اُس سے مل لیا، اتنی فائدے میں رہو گے۔“

”اور جب تم مشترک کے پتے پر پہنچ تو رُبگی سے ملاقات ہوئی۔!“

”یہی بات ہے....!“

”خوش قسمت ہو کہ اس وقت یہاں بیٹھے ہو اور اسی لئے اب تک زندہ ہو کہ ریل میں نے پُر کر دی تھی۔!“

”اب میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں....!“ گور شیو بھرا لی ہوئی آواز میں بولا۔

”پہلے ہی سمجھ جاتے اگر سونیا کو اصل و اتعات کا علم ہوتا۔ میری ہی طرح وہ بھی جاسوسی ہا لوں کی رسایا ہے....!“

”جُج تاؤ.... تم کون ہو لڑکے....!“

”آسٹریا کا ایک اٹیچ آرٹسٹ اور جاسوسی ہا لوں کا شائق۔ میک اپ کا ماہر بھی سمجھ لوا۔ اب ہم دیکھیں گے کہ ان نقوشوں کی اصلیت کیا ہے۔!“

”کس طرح دیکھو گے.... ریل تو خالی ہو گئی۔!“

”پوزیشن کے انمار جنست میرے پاس موجود ہیں۔ برشنا کر میں نے ریل بالکل صاف کر دی تھی اور اس پر ایک ایسا مادہ لگادیا تھا کہ سلیوشن میں پڑتے ہی بھک سے جل اٹھے۔!“

”کمال کے آدی ہو بھئی.... لیکن صورت سے بالکل احمد لگتے ہو....!“

”مقدار ہے....!“ عمران سانس لے کر بولا۔ ”اسی لئے ابھی تک شادوی نہیں ہو سکی۔!“

”دل چھوٹا مت کرو....!“ سونیا نہیں پڑی۔

”کون پوچھے گا مجھے....!“

”وہ خاموشی سے دوسری طرف دیکھنے لگی تھی اور ٹوٹی پر معنی انداز میں مسکرا یا تھا۔

”لیکن اب کیا ہو گا....!“ گور شیو بولا۔

”نقشہ مرتب کر کے تمہارے سامنے رکھ دوں گا۔ دراصل تصویریں ٹکڑوں میں لی گئی ہیں۔ نقشہ ایک ہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم ہی ان ٹکڑوں کو اس طرح ترتیب دے سکو گے کہ نقشہ

اور ابھی میرے دلائل تمہیں ملٹھن کر دیں گے۔!“  
”خاموش رہو.... میں کچھ نہیں سننا چاہتا تم نے میرے پھوٹوں کو بھی مجھ سے برگشتہ کر لیا ہے۔ خبیث آدمی....!“

”میں گالیاں بھی برداشت کر لوں گا لیکن میرے دلائل....!“

اس پر ”دلائل“ کو بھی ایک گندی ہی گالی دی گئی تھی اور ٹوٹی منہ پھیر کر بے آواز ہنسنا تھا۔ سونیا نے اُسے گھور کر دیکھا لیکن کچھ بولی نہیں۔

”اگر کل میں نہ ہوتا تو تم کل ہی ختم کر دیئے گئے ہوتے۔!“ عمران نے ہاتھ ہلا کر کھلہ سب خاموش رہے۔ عمران بولا۔ ”آخر وہ تمہیں دشمنوں کے حوالے کر کے خود بھاگ کیوں گیا تھا۔ آخر اس نے اعتراف کر ہی لیا تاکہ دونوں سیاح بھی اسی کے ساتھ تھے۔ یا گور شیو فلم ڈیپل کر لینے کے بعد تو وہ تمہیں کسی طرح بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ وہ تمہیں اسی لئے چھوڑ بھاگا تھا کہ تم دوسروں کے ہاتھوں ٹھکانے لگادیئے جاؤ۔!“

”گک.... کیوں....؟“

”اس نے کہ وہ تمہاری پشت سے نقشے حاصل کر چکا تھا اور مجھے سو فیصد یقین ہے کہ تم نے اب سینا کے محاذ پر وہ خزانہ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔!“

”یہ درست ہے....!“

”تم نے صرف اس کی کہانی سنی تھی۔ وہ بھی ابی سینا میں نہیں بلکہ اٹلی واپس آکر رُہو گی۔!“ گور شیو کچھ نہ بولا۔

”بس اب مجھے کہانی سنادو.... ویسے اس پر یقین ہے کہ وہ آرٹسٹ دوست تمہارے سامنے محاذ ہی پر رہا ہو گا۔!“

”ہاں ہاں.... تم ٹھیک کہہ رہے ہو....!“ گور شیو کی دلچسپی بڑھنے لگی تھی۔

”اب مجھے بتاؤ کہ خزانے والی کہانی تم نے کب سنی تھی۔!“

”اُسی رات کو جب آرٹسٹ نے میری پشت پر نقشے بنائے تھے۔!“

”عمران نے مسکرا کر ٹوٹی اور سونیا کی طرف دیکھا ددم بخود کھڑے تھے۔ گور شیو کہتا رہا۔“  
”اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ کسی موقع پر کوئی نیٹاڑی ایمپریڈ کے کسی بڑے اخبار میں کسی کی طرز

مکمل ہو جائے۔!

”لاؤ نکالو....!“ وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔

”جلدی نہیں ہے....! ابھی آرام کرو....! میں ذرا کافی کے لئے پانی ابال لوں....!“

”مجھے بتاؤ....! میں کروں گی یہ کام....! اسٹوڈ کہاں ہے....?“

”وہاں اورھر....! اس گوشے میں سب کچھ موجود ہے....!“ عمران نے ایک طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”تم بھی بیٹھ جاؤ....! کھڑے کیوں ہو....!“ گورشیو نے عمران سے کہا۔ ”اور مجھے بتاؤ کہ“ پانچوں کہاں گئے؟“

”وہیں ایک کمرے میں بیہوں پڑے ہوں گے۔!“ میں نے رہبی کو یقین دلا دیا تھا کہ میں آسٹریا کا باشندہ ہوں اور اصل ریل ٹونی کے قبضے میں ہے۔ اس نے ریل مجھ سے حاصل کر کے اس کی جگہ پاہنچنیں کیا چیز تم تک بہنچادی جو اس طرح ضائیں ہو گئی۔!

”ہوش آنے پر وہ ہوٹل کو جاہ کر دیں گے۔!“ گورشیو کلپاٹی ہوئی آواز میں بولا۔

”نکلنے کرو....! میں ابھی واہیں جاؤں گا۔...! اور اُنکے قریب رہ کر ہوٹل کی حفاظت کروں گا۔“ ”اوہو.... تو کیا ہم یہاں تھمارہ جائیں گے۔!“ ٹونی بولا۔

”زیادہ دیر کے لئے نہیں.... ان پر بہر حال نظر رکھنی ہے۔ نہ صرف ان پر بلکہ ان کے مخالفین پر بھی۔ اب تو ہم سیست میں پارٹیاں ہو گئی ہیں۔!“

کافی پی کر عمران چلا گیا تھا اور گورشیو نے سویا سے کہا تھا۔ ”کیا یہ جگہ محفوظ ہے۔!“

”قطعی محفوظ ہے.... باہر سے غار کا دہانہ دکھائی نہیں دیتا۔ ہم سلیج بھی اندر لے آئے ہیں اور باہر سے وہ سارے نشانات مٹا دیئے ہیں جن کے ذریعے ہم تک رسائی ہو سکتی۔!“

”بہت چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن آخر ہمارے لئے اتنا کچھ کیوں کر رہا ہے۔!“

”ہمارے لئے نہیں خزانے کے لئے....!“ ٹونی بولا۔

”پڑے نہیں حقیقت کوں ہے....!“

”نہ یہ اس پارٹی کا معلوم ہوتا ہے جس کے تین آدمی مار کر برف میں دفن کر دیئے تھے اور نہ رہبی ہی کی پارٹی کا ہو سکتا ہے۔!“ ٹونی نے کہا۔

”جب وہ تمہارے ساتھ پیاکی کی تلاش میں گیا تھا تو اسے خزانے دغیرہ کا علم نہیں تھا۔!“ سویا  
نہ اسماہہ بنا کر بولی۔



تمن چار گھنٹے بعد اس کی واپسی ہوئی تھی اور وہ بہت خوش نظر آرہا تھا۔ کھانے پینے کا کچھ  
سماں بھی ساتھ لایا تھا۔

”کیوں کیا رہی....?“ گورشیو نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”بڑی بد حواسی کے عالم میں ہوٹل سے بھاگے ہیں۔ خوف زدہ نظر آتے تھے۔ ہوش آنے  
پر ہم لوگوں کے بارے میں پوچھ چکھ کی تھی اور پھر سماں سیست کر فرار ہو گئے تھے۔!“

”اب کہاں ہیں....?“

”دلاشا تو میں....! رہبی اور اس کے ساتھی تعداد میں تو وعدہ ہیں اور مخالفین گیارہ عدد....!“  
”کویا بھیں عدد دشمنوں سے سابقہ ہے۔!“ سویا طویل سانس لے کر بولی۔

”نیس ہزار بھی ہوں تو کیا فرق پڑتا ہے....!“ عمران نے لاپرواں سے کہا۔

”میں اس نقشے کیلئے بے چین ہوں میرے دوست....!“ گورشیو مضطربانہ انداز میں بولا۔  
”یہ لو....!“ عمران نے کوٹ کی اندر ورنی جیپ سے ایک لفافہ نکال کر اس کی طرف  
”حالات ہوئے کہا۔“ ایک موم مٹی اٹھا لو اور اس گوشے کی طرف چلے جاؤ....!

”اچھا.... اچھا....!“

سویا عمران کے قریب آکھڑی ہوئی تھی۔ بظاہر اس کے وجود کو تو عمران نے اس طرح  
فرماوٹ کر دیا تھا جیسے کبھی کی جان پیچان ہی تھے۔!  
”مُم کہاں ہو آخر....?“

”مُم.... میں....!“ عمران چوک کر بولا۔ ”مجھے خود بھی نہیں معلوم....!“

”میں خزانہ نہیں چاہئے۔! اس قبے کو میں ختم کر دو....!“

”اب تو مشکل ہے کہاںی بہت آگے بڑھ چکی ہے....!“

”میں پیاکی کو مجبور کروں گی۔!“

”کہاں ختم کے بغیر تمہارے پیاکی کی زندگی کی صفات نہیں دی جائے گی۔!“

”میں کہتی ہوں پیا بھی خزانے سے دستبردار ہو جائیں گے۔“

”اگرچھ کوئی خزانہ ہوا تو...!“

”پھر کیا ہو سکتا ہے...؟“

”خدا جانے... میں غیب داں نہیں ہوں۔ لیکن عقل یہی کہتی ہے کہ وہ خزانے سے بڑا کوئی چکر ہے...!“

”دفعاً سونیا چوک کر بولی۔“ ارے وہ تو ان تصاویر کو جلانے دے رہے ہیں وہ دلکھو...!“

”چھ گورشیوں ان تصاویر کو ایک ایک کر کے مومنتی کی لو سے لگا رہا تھا۔ عمران نے لاپرواں سے شانوں کو جبنت دی لیکن سونیا ہیری سے اپنے باپ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ ٹوپی بھی بھر تھا لیکن عمران نے اپنی جگہ سے جبنت سکنے کی۔“

”یہ کیا کر رہے ہو پیلا...!“ وہ گورشیوں کا شانہ ہلا کر بولی۔

”وہی جو ایسے حالات میں کرتا چاہتے۔!“

”ارے ان تصویروں ہی کی وجہ سے تو یہ در بدری ہوئی ہے۔!“

”تم نہیں سمجھ سکتیں... میں نے بہت اچھا کیا ہے۔ کیوں عمران تمہاری کیارائے میں نے نقشے ہی کو ضائع کر دیا...!“

”لیکن تم اس دوران میں سادہ کاغذ پر کچھ لکھتے بھی تو رہے ہو۔!“ عمران بولا۔

”آنکھیں کھلی رکھتے ہو...!“ اس نے مسکرا کر کہا۔ چند لمحے خاموش رہ کر کچھ سوچتا بولا۔ اس نقشے کے سلسلے میں کچھ یادداشتیں تحریر کی ہیں اور اس پورا نقشہ میرے ذہن محفوظ ہو گیا ہے۔ اب میں وہاں تک پہ آسانی پہنچ سکتا ہوں۔!

”اور اگر کچھ بھول گئے تو...؟“ ٹوپی نے غصیلے انداز میں سوال کیا۔

”نہیں بھول سکتی۔!“

”تم واقعی احمد معلوم ہوتے ہو۔!“ ٹوپی نے عمران کو گھونسہ دکھا کر کہا۔

”تم نے اتنی محنت سے حاصل کیا ہوا نقشہ اپنی آنکھوں کے سامنے ضائع کر دیا۔!“

”وکھو ٹوپی بیٹھی...!“ عمران آہستہ سے بولا۔ ”مجھے خزانے یا نقشے سے کوئی دلچسپی نہیں تو صرف تم لوگوں کی جانیں پہنچانا چاہتا تھا۔!“

”کیوں نہ ہم ابھی روشنہ ہو جائیں...!“ گورشیوں امتحنا ہوا بولا۔

”نہیں... اس وقت نہیں اب رات ہونیوالی ہے... کھانا کھاؤ کافی پینچ اور آرام سے سو جاؤ۔!“

”ٹوپی عمران کے فریب پہنچ کر بولا۔“ میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں پیٹ ڈالوں۔ تم نے آخر دوہ

ٹوپی مجھے کیوں نہیں دیا تھا۔ ہو سکتا ہے پیٹ ارادہ ملتی کر دیں۔!“

”رادہ ملتی کر دینے سے بھی جان نہیں پہنچ گی...!“

”یہ مطلب...؟“

”دونوں پارٹیاں ہمیں تلاش کرتی پھر رہی ہوں گی۔ ان سے نکرانے بغیر جان نہیں پہنچ گی۔!“

”تب تو تم نے واقعی پہنچ ہی والا کام کیا ہے۔ وہ میں عدو ہیں۔!“

”بس اب تم میرا دماغ خراب نہ کرو۔!“

”اے عمران...!“ ”دفعاً سونیا نے آواز دی۔“ ”تم اوہر آکر کھانا تیار کرنے میں میری مدد کرو۔!“

”ٹھیک ہے... تم میرے حق میں کلگیر اتار دینا... اچھا...!“

”نہیں... ایسی کوئی بات نہیں۔ صرف مجھے ہی تم سے کوئی شکاست نہیں۔!“

”ٹکرہے خدا کا... اس برستان میں ایک ہی ہمدرد تو ملا۔!“

”اس کی ہمدردی تو تمہیں جہنم رسید ہی کرو بے گی۔!“ ٹوپی آہستہ سے بولا۔ عمران اسے

”کہا چوڑ کر سونیا کی طرف بڑھ گیا تھا۔

”بیٹھ جاؤ...!“ وہ آہستہ سے بولی۔ ”کیا یہ حماقت نہیں تھی۔ تمہیں نہیں کہہ رہی منہ نہ

ہے۔“ ٹوپی کی بات کر رہی ہوں۔ محض یادداشت کے سہارے کام نہیں چلا کرتا۔!

”تم سے بھی بھی کہوں گا کہ مجھے نقشے یا خزانے سے کوئی دلچسپی نہیں... قصہ تمہارے باپ

نے جان پھانے سے شروع ہوا تھا۔!“

”لیکن تمہارا یہ خیال بھی وزن رکھتا ہے کہ اب ہم بھی محفوظ نہیں ہیں۔!“

”بلا... جب تک وہ دونوں پارٹیاں یہاں موجود ہیں ہم محفوظ نہیں ہیں۔!“

”وہ پارٹیاں؟ بھلاں کا کوئی کیا گاڑ لے گا؟“

”بات دراصل یہ ہے کہ اس نقشے پر پہنچ کر میرا ذہن ٹھنپ ہو گیا ہے۔!“

”تو تم مستقل طور پر خطرے میں ہیں۔!“

”فی الحال تو ایسا نہیں ہے۔ کم از کم رُگنی اور اس کے ساتھیوں کو یقین ہو گیا ہے کہ گور شیو نے میرے توسط سے نقشہ ہٹھیا لیا ہے لہذا وہ دور زد کر ہماری گفرانی کریں گے۔“

”لیکن دوسرا پارٹی...!“

”ہاں اس سے ٹکراؤ کا امکان ہے اس لئے مجھے باہر جانے دو...!“

”باہر جا کر کیا کرو گے...؟“

”گفرانی.... دوسرا پارٹی کے پاس سراغِ رسائی کتے بھی ہیں۔!“

”بات سے بات نکلی چل آرہی ہے۔ ہم بڑی دشواریوں میں پڑ گئے ہیں۔!“

”عمران انٹھ کر غار کے دہانے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ سونیا محسوس کر رہی تھی کہ اس کا بہبود خوش نظر آنے لگا ہے عمران کے بعد وہ اس کے پاس آبیٹھا۔

”اب میں تم سے ناراض نہیں ہوں....!“ اُس نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ پہلے بھی نہیں تھے۔ غصے کا اظہارِ محض اداکاری تھا۔!“

”یہی بات ہے.... بھلا پہلے کب تم نے مجھے ایسے مودی میں دیکھا تھا۔!“

”بکھری نہیں....!“

”لیکن ٹوپی اول درجے کا حق ہے....!“

”یہ بھی کوئی نئی بات نہیں....!“ سونیا خواہ گواہ ہنس پڑی۔

”وہ کہاں گیا ہے....؟“

”کہہ رہا تھا کہ دوسرا پارٹی کے پاس سراغِ رسائی کتے بھی ہیں۔!“

”یہ بہت نرمی خبر ہے۔ دیسے کچھ بھی ہو کل ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ وہ چالا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ شکاری کتوں کا بھی کچھ نہ کچھ انتظام ضرور کر لے گا۔!“ دفتار وہ پڑا۔ ”فائز کی آواز۔“ آہستہ سے کہتا ہوا انٹھ گیا۔ اب وہ بھی غار کے دہانے کی طرف جاتا سونیا نے بھی کام چھوڑ دیا۔ ٹوپی نے جھر جھری سی لمی تھی۔ شائد اس نے بھی سن لی تھینا آوار۔ پھر انہیں عمران دکھائی دیا جو غار کے اندر داخل ہو رہا تھا۔

”اوہ.... کچھ نہیں....!“ وہ ہنس کر بولا۔ ”ایک بھیزیا تھا.... بھاگ گیا لیکن فائز کی دوسروں کو متوجہ کر سکتی ہے لہذا ہوشیار رہتا۔ دیسے میں ان کی توجہ اس غار سے ہٹائے۔“

”رُشن کرتا رہوں گا۔“

”عمران را نکل اور کارتوسوں کی چینی اٹھا کر باہر نکل گیا۔ ساتھ ہی ہدایت کر تا گیا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی غار سے باہر نکلے۔

”اس کا داماغ ہی خراب ہو گیا ہے۔!“ سونیا جھنجھلانے ہوئے انداز میں بڑ بڑائی۔

”تم دیکھ لینا ہمیں ڈبوئے گا....!“ ٹوپی نے کہا۔

”کو اس بند کرو....!“ گور شیو گرجا۔ وہ ایک بے حد تجربہ کارپاہی معلوم ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کسی حمازن پر خود بھی لڑا ہو۔!

”لڑکوں کے حمازن پر....!“ ٹوپی کہہ کر تھارت سے ہٹا تھا۔

”اس سے کوئی خاموش رہے ورنہ میں اس کا زبردستی منہ بند کر دوں گا۔!“ گور شیو نے سونیا کے لئے۔

”خوب.... خوب....!“ ٹوپی نے قہقہہ لگایا لیکن ٹھیک اسی وقت باہر سے کئی فائر ہوں کی فائر ہوں کی تھیں۔

”تم نے دیکھا.... وہ غلط تو نہیں کہہ رہا تھا....!“ گور شیو نے کہا اور تیزی سے موم بیان بچانے لگا۔

”یہ کیا کر رہے ہو....؟“ سونیا بوکھلا کر بولی۔

”سینی مناسب ہے....!“

”یہ بھی ایک بے حد تجربہ کارپاہی ہیں....!“ ٹوپی کے لبھ میں طز تھا۔

”سونیا کو اس کا لبھ کھل گیا تھا لیکن دونوں پاپ بیٹی خاموش ہی رہے۔

باہر سے تھوڑے تھوڑے و قلنے سے فائز کی آوازیں برابر چلی آرہی تھیں۔ تینوں غار کے نام کے قریب ہی خاموش کھڑے تھے۔

اچاک عقب سے سرچ لائٹ کا دائرہ ان پر پڑا اور ساتھ ہی کسی عورت کی گرج دار آواز پھنسنے والی دی۔ اپنی جگہ سے جنیں بھی نہ کرتا۔ اسین گن کا رخ تمہاری ہی طرف ہے چھلن ہو کر رہ جاؤ گے۔!

انہوں نے مشینی طور پر اپنے ہاتھ اٹھا دیے۔

”خاموش رہو لڑکی ورنہ زبان گدی سے کھینچ لی جائے گی۔!“ کسی مرد نے کہا۔  
بہر حال ان کے ہاتھ پیر باندھ دیئے گئے تھے۔ پھر انہیں ایک گوشے میں ڈال کر ان کے  
ہلان کی ٹلاشی شروع کر دی گئی تھی۔  
”آخر یہ لوگ آئے کہہ رہے....؟“ سونیا نے سر گوشی کی۔

”بہت زیادہ تجربہ کار سپاہی اس کا جواب نہ دے سکیں گے۔!“ ٹوٹی بولا۔ ”مجھ سے پوچھو....  
پر اصل بھیڑیوں کا بحث ہے اس لئے ہو سکتا ہے دوسری طرف اس کا کوئی اور دہانہ بھی ہو  
جس کا علم دوسرے بے حد تجربہ کار سپاہی کو نہ ہو سکا۔!  
”ٹوٹی خاموش رہو.... ورنہ تمہارا.... گلا گھونٹ دوں گا....!“ گور شیو غصے سے بولا۔

”انتے تجربہ کار بھی نہیں ہو کہ بند ہے ہوئے ہاتھوں سے میرا گلا گھونٹ سکو....!  
”خدا کیلئے ٹوٹی خاموش رہو.... ہم اپنے ڈائیگنگ روم میں نہیں ہیں.... رہائی کی تدبیر سوچو....!  
”اس کے علاوہ اور کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی کہ پگی بات کہہ دی جائے۔!  
”زبان بذرکھو ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔!“ گور شیو خون خوار لبھجے میں غریا۔  
پھر خاموشی چھاگئی۔ فارسوں کی آوازیں بھی اب نہیں آرہی تھیں۔

انہوں نے ساری موم بیٹیاں روشن کر دی۔ تھیں اور نہایت اطمینان سے ایک ایک چیز اٹ  
پلٹ رہے تھے۔

عورت سیست پانچ افراد تھے.... چھٹا غار کے دہانے پر جما ہوا تھا۔ ہو سکتا ہے کوئی ساتواں  
ال راستے کی طرف بھی رہا ہو جس کا علم انہیں نہیں تھا۔  
سونیا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا ہو گا۔ عمران پتہ نہیں کتنی دور نکل گیا ہو اور کب  
تک اس کی واپسی ہو اور یہ لوگ معلوم نہیں ان کے ساتھ کیا بر تاذ کریں۔ گور شیو نے سب کچھ  
تو کہہ دیا تھا لیکن وہ مطمئن نہیں دکھائی دیئے تھے۔

ٹھوڑی دیر بعد عورت کی آواز سنائی دی۔ ”اب انہیں اٹھا کر باہر لے چلو۔ جب تک بوڑھا  
نشاندہی نہ کرے اس کے دونوں بچوں پر تشدد کی انتہا کر دیں گے۔!  
”خباردار....!“ غار کے دہانے کی طرف سے آواز آئی۔ ”اپنا سلمہ زمین پر ڈال دو ورنہ سب  
کے سب چھٹی ہو جاؤ گے تمہارا اوہر کا محافظ کام آچکا ہے۔!“ آواز انہیں سے آئی تھی وہ

”ان کے ہاتھ پیر باندھ دو....!“ عورت نے کسی کو حکم دیا تھا۔ فارسوں کی آوازیں اب بھی  
آرہی تھیں۔ لیکن غار سے ان کا فاصلہ زیادہ ہوتا جا رہا تھا۔  
”تت.... تم کون ہو....؟“ گور شیو ہکایا۔

”اتی جلدی بھول گئے ذلیل آدمی.... تمہارا وہ ساتھی کہاں ہے۔!  
”کل گیا ہے.... میں نہیں جانتا کہ اب وہ کہاں ہو گا۔ یہ بھی نہیں جانتا کہ کہاں سے آبا  
تھا۔ اس دن اپاٹک ہوٹل میں ایک سیاح کی حیثیت سے داخل ہوا تھا اور میرے بیٹے کے ساتھ  
مجھے ڈھونڈنے نکل کھڑا ہوا تھا۔ بس اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتا۔!  
”رگی اور اس کے ساتھی کہاں گئے....!  
”اب میں کیا بتاؤں محترمہ....! اس دن تم جو کچھ مجھ سے پوچھ رہی تھیں اس کے بارے  
میں آج بتا سکوں گا کیونکہ سارے معاملات میری سمجھ میں آگئے ہیں۔!  
”تم غار کے اس دہانے پر ظہرہ....!“ عورت نے کسی سے کہا اور بھاری قد مول کی آواز  
غار میں گوئختے لگی۔

”تت.... تم لوگ کہہ رہے آگئے....؟“ سونیا نے سوال کیا۔  
لیکن اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے عورت نے گور شیو سے کہا کہ وہ جو کچھ کہنا چاہتا  
ہے جلدی سے کہہ ڈالے۔ گور شیو اسے وہی کچھ بتانے لگا جو اس سے پہلے عمران کو بتانا رہا تھا اس  
کے خاموش ہوتے ہی عورت بولی۔ ”توہر میں اس اجنبی کے پاس ہے۔!  
”میں کچھ نہیں جانتا محترمہ.... میرے علم کے مطابق تریل تور گی ہی کے ہاتھوں ضائع ہو گئی۔  
”میں اسے تعلیم نہیں کر سکتی۔!“ عورت دہڑی۔ ”تم ہوٹل سے یہاں کیوں بھاگے آئے ہو۔  
”رگی اور اس کے ساتھی ہم پر تشدد کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ان کا بھی بھی خیال ہے کہ  
اجنبی میرا کوئی خاص آدمی ہے حالانکہ اس دن سے پہلے میں نے کبھی اسکی ٹھکل بھی نہیں دیکھی۔“

”تمہارا بواۓ فریڈ ہے....؟“ عورت نے سونیا سے پوچھا۔  
”میا تام نے نہیں کہ وہ ایک گاہک کی حیثیت سے ہمارے ہوٹل میں داخل ہوا تھا۔!  
”سن لیا ہے لیکن اس پر یقین کرنے کو تیار نہیں....!  
”مت کرو یقین...!“

چوک کر اور ہر ہی دیکھنے لگے تھے اشین گن والے کے ہاتھ میں جبکہ ہوئی تھی کہ ایک فائزہ اور وہ اچھل کر دور جا پڑا۔ گولی شاندہ ہاتھ پر لگی تھی اشین گن زمین پر گردی تھی۔

”اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ...!“

سو نیانے ان کے ہاتھ اٹھتے دیکھے۔ عورت دانت پیس رہی تھی۔

”تم کون ہو خبیث .... روشنی میں آؤ...!“ اس نے دہانے کے اندر ہرے میں آنکھیں پھاڑتے ہوئے لکارا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران روشنی میں آگیا۔ خوفناک شکاری دوار میک اپ میں تھا۔

”ت..... تم کون ہو...؟“ عورت ہکلائی۔

”بھیڑا.... جس کے بھٹ پر تم لوگوں نے قبضہ کر رکھا ہے.....!“

”یہ تینوں چور ہیں یہاں بھاگ کر چھپے تھے!“ عورت نے کہا۔ ”اب ہم انہیں لے کر واپس جا رہے ہیں۔ تمہارا بھٹ تمہیں مبارک رہے۔ شکاری! کیا تم نے میرے اس آدمی کو مار ڈالا ہے جو باہر تھا!“

”مر گیا ہو تو اس کا مقدر.... میں نے صرف ایک گونہ اس کی پیشانی پر رسید کیا تھا!“

”ہماری مدد کرو.... اجھے شکاری.... یہ تینوں چور ہیں انہیں ہمارے ٹھکانے نکل پہنچ کی کوشش کرو.... تمہیں معقول معاوضہ دوں گی!“

”معاویہ میں وہ سکی کی پانچ بو تلیں لوں گا!“

”منظور ہے....!“ عورت بولی۔

عمران نے ریو اور جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ ”تمہارا یہ آدمی بھی شاندہ یہوش ہو گیا ہے جس نے اشین گن سنجھاں رکھی تھی۔ نہبڑو پہلے اس کا ذخیرہ کر ڈریں گے کر دوں!“



وہ اپنی سچ اور سامان سمیت غار سے روانہ ہو گئے تھے۔ تینوں کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے اور انہیں سچ ہی پر ڈال کر لے جایا جا رہا تھا۔

سو نیانے ٹوٹی سے کہا۔ ”خدا کے لئے تم اپنی زبان بند ہیں رکھنا!“

”اسی مردود کی بدولت ہم اس حال کو پہنچے ہیں۔ اب دیکھو ہمارا کیا حشر ہوتا ہے!“

”اس کی موجودگی میں ہم محفوظ رہیں گے پانہ نہیں اب کس چکر میں ہے کوئی اسکم ضرور ہے در نہ اس نے تو غاری میں اُن پر قابو پالیا تھا....!“

”سو نیاٹھیک کہہ رہی ہے ٹوٹی....!“ گور شیو بولا۔

”میں تو کہتا ہوں.... کہ انہی لوگوں کو سب کچھ بتا کر پیچھا چھڑاو...!“

”یہ لوگ بھی اب اس وقت تک پیچھا نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ وہاں پہنچنے جائیں۔ ہمیں ساتھ ہی رکھیں گے۔ پھر اگر عمران بھی ساتھ ہوا تو ہم پوری طرح مطمئن اور محفوظ رہیں گے۔ وہ صرف ہماری دیکھ بھال کرے گا مجھے یقین ہے!“

ٹوٹی کچھ نہ بولا۔ سو نیا آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی۔ ”پیاکا خیال درست ہے.... وہ ابھی تک ہمارے کام ہی آیا ہے!“

مسافت طویل نہیں تھی جلد ہی وہ ایک بڑے غار میں داخل ہوئے تھے۔ جس کے اندر پیڑوں میکس کی تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

غار کے اندر پہنچ کر عورت نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”اب اس خبیث کو پانچ بو تلیں وہ سکی کی دو.... ایڈگر تم یہ کام کرو گے!“

ایک تویی ہیکل آدمی مکاتانے ہوئے آگے بڑھا۔

”نہبڑو....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”نہبڑو اعتماد کیا تھا در نہ تم لوگ یہاں تک ہرگز نہ پہنچ سکتے!“

عورت نہ کر بولی۔ ”ایڈگر انہی پانچ آدمیوں میں سے ہے جن کے نرغے سے تم ان دونوں بھائی بین کو نکال لے گئے تھے لہذا وہ تمہیں کسی طرح بھی معاف نہیں کرے گا۔ کیوں ایڈگر تھیں تھا....!“

”ہاں مادام.... ایڈگر غربا اور عمران پر جھپٹ پڑ۔

عمران غافل نہیں تھا۔ جھکائی دے کر اس کے بائیں پہلو پر نکر ماری وہ نہ صرف اچھل کر دی رگیا تھا بلکہ عمران کا ریڈی میڈ میک اپ بھی ساتھ ہی لیتا گیا تھا۔

”ارے یہ تو وہی ہے.... نکل کر جانے نہ پائے....!“ عورت چینی۔ لیکن عمران اتنی دیر میں انہی کی اشین گن پر قبضہ کر چکا تھا۔

خنا۔“ٹونی نے گورشیو سے کہا۔  
”بنا دیتا تو وہ لوگ اتنی آسانی سے پھنس جاتے۔ ان کے پاس میں یہ گاڑی دیکھ چکا تھا اور  
اے کسی نہ کسی طرح حاصل کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے دہانے کے قریب ایک موم عقی جلا کر رکھ  
دی تھی۔“

”اور ہمیں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔“ سونیا نے شکوہ کیا۔

”ہرگز نہیں۔۔۔ میں نے صرف ایک فائر کر کے دونوں پارٹیوں کو لڑا دیا تھا اور خود گار کے  
قریب ہی رہا تھا۔۔۔ دوسری پارٹی کے شانک دو آدمی اور کام آگئے کیونکہ نار میں صرف نو عدد  
دکھائی دیتے تھے۔“

”اڑ کے تم ایک داش مند سپاہی ہو۔۔۔!“ گورشیو بولا۔

”بس کرو۔۔۔ پلیا۔۔۔ درن میں گاڑی سے چھلانگ لگادوں گا۔“ ٹونی بولا اور سونیا نہیں پڑی۔  
”نہ رہی ہو۔۔۔ شرم نہیں آتی۔۔۔!“

”سونیا تم خاموش رہو۔۔۔!“ گورشیو بھراہی ہوئی آواز میں بولا۔

”ہاں اور کیا۔۔۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ٹونی کو خزانے کے خواب دیکھنے والے یہ سیف  
و نسٹ میں ایک شاندار اپا کھولے گا۔“

”میرا نام مت لو۔۔۔ سمجھے۔۔۔!“

”اور اگر میں تمہارے حق میں اپنے حصے سے دستبردار ہو جاؤں تو۔۔۔!“

”یہ تمہیں اپنے سر پر بھالے گا۔۔۔!“ سونیا نہیں کر بولی۔

”حالانکہ وہاں تک پہنچ جانے کے بعد تم ہم تیوں کو مار ڈالنے کی کوشش کرو گے۔“  
”یہ ہونی ہے۔۔۔؟“ سونیا نہیں پڑی۔

”ایسی طرح رونا بھی پڑے گا تم کو۔۔۔ دیکھ لینا۔۔۔!“

”تم سے نہیں کہوں گی کہ میرے آنسو خشک کر دو۔۔۔!“

”عمران تم نہ امت مانا۔۔۔ ٹونی دل کا نہ انہیں ہے۔۔۔ صرف کمزور اعصاب رکھتا ہے۔!  
گورشیو نے کہا۔

”میں سمجھتا ہوں۔۔۔!“ عمران نے کہا۔

”وہ سکی کی پانچ بولیں۔۔۔ یا میں تمہارے قیدیوں کو داپس لے جاؤں گا۔!“  
”کیا یہ قوفی کی باتیں کر رہے ہو۔۔۔!“ دفعتہ سونیا چھپی۔ ”ختم کر دی یہ کھیل۔۔۔!“  
عمران نے عورت سے کہا۔ ”ان تیوں کو کھول دو۔۔۔ اور اگر کسی نے اپنی جگہ سے جبکہ  
بھی کی تو چھلنی کر کے رکھ دوں گا۔!“

”تھت۔۔۔ تمہاری بولیں۔۔۔!“ عورت ہلکائی۔

”اب تو سب کچھ میرا ہے۔۔۔ تم فکرناہ کرو۔۔۔ چلو ان کے ہاتھ پیر کھولو۔ عورتوں پر تو  
مجھے ذرہ برابر بھی رحم نہیں آتا کیوں کہ خود آسمان سے پٹکا تھا۔!“



وہ انہیں بے بس کر کے گار بھی میں چھوڑ آئے تھے اور اب ان کی برف پر چلنے والی گاڑی  
عمران اور اس کے ساتھیوں کے قبضے میں تھی۔ گاڑی میں ایک ایسا پارٹ بھی لگا ہوا تھا جو اپنے  
چیچے چھوڑے ہوئے نشانات کو مٹاتا بھی جا رہا تھا۔

”اب ہم اپنے اصل سفر پر روانہ ہو چکے ہیں۔!“ گورشیو نے عمران کے شانے پر ہاتھ مار کر  
کہا۔ ٹونی گاڑی ڈرائیور رہا تھا اور سونیا اونگھرہ ہی تھی۔

”اب اگر تم اپنا سچ جغرافیہ مجھے بتا دو تو بے حد ممنون ہوں گا۔!“ گورشیو نے عمران سے کہا۔

”وقت آنے دلپا گورشیو۔۔۔ سب کچھ تمہیں معلوم ہو جائے گا۔!“

”جب تم مجھے لیا گو رشیو کہتے ہو۔۔۔ تو تمہارے لمحے میں بے حد پیار ہوتا ہے دل کھنچتا ہے  
تمہاری طرف۔۔۔!“

”تواب تم اسے ہی اپنا بینا بنا لو۔۔۔ اور مجھے کسی کھٹ میں دھکا دے دو۔۔۔!“ ٹونی غریا۔

”حرکتیں تو ایسی ہی ہیں تمہاری۔۔۔!“

”اوہ خوفناک احتق۔۔۔ تم کہاں سے نازل ہو گئے ہو ہم پر۔۔۔!“ ٹونی نے عمران کو مخاطب کیا۔

”ٹونی تم نے پھر فضول باشیں شروع کر دیں۔!“ سونیا چونک کر بولی۔

گورشیو نے ٹونی سے کہا۔ ”ایسی جھوپڑے کی طرف چلے چلو جہاں اس دن انہوں نے مجھے  
گھیرا تھا۔ وہاں سے شمال مغرب کی طرف گاڑی موز کر بس چلتے ہی رہتا ہے۔!

”اس سے یہ تو پوچھو کہ اُس نے ہمیں گار کے دوسرے دہانے کے متعلق کیوں نہیں بتایا۔“

”بھیڑا ہو گا!“ گورشیو نے کہا۔ ”ٹونی را کتل مجھے دینا...!“  
پھر تو انہیں چاروں طرف تحرک سائے نظر آنے لگے تھے اور ایک گنجی آواز سنائی دی تھی۔  
”گاڑی سے ات آؤ... ورنہ مارے جاؤ گے!“  
”دیکھا تم نے...!“ ٹونی دانت پیس کر بولا۔  
سائے گاڑی کے گرد گھیرا لگ کرتے جا رہے تھے۔  
”پچاؤ کی صورت نہیں.... بس ات آؤ گاڑی سے...!“ پھر کہا گیا۔  
”وہ غافل نہ ہو گا!“ گورشیو آہستہ سے بولا۔ ”جو کہا جا رہا ہے وہی کرو...!“ تیتوں گاڑی  
ے اتر کر ایک طرف کھڑے ہو گئے تھے اور ٹونی آہستہ گالیاں بک رہا تھا۔  
”خاموش رہو...!“ سو نیا اس کا بازو بھیڑ کر بولی۔ ”انہیں یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ  
عمران ہمارے ساتھ تھا۔“  
دفعتاً ان پر سرچ لائٹ کا دائرہ پڑا تھا اور ریگی کی آواز آئی تھی۔ ”اوہ...! یہ تو گورشیو ہے  
لیکن گاڑی ان لوگوں کی معلوم ہوتی ہے۔!  
پھر وہ سب ان کے قریب آگئے تھے اور ریگی نے گورشیو سے پوچھا تھا کہ ”میاں اُس نے  
نانوں سے بھی ساز بazar کر لی ہے۔!  
”نہیں....!“ گورشیو بولا۔ ”ہم ان کی گاڑی لے جھاگے ہیں۔ عمران کو ان سے الجھا ہوا  
چھوڑ آئے ہیں۔!  
ریگی نے اپنے آدمیوں میں سے کسی کو ہدایت کی تھی کہ وہ گاڑی کو جھوپڑے کی طرف لے  
جائے اور گورشیو سے بولا تھا۔ ”تم لوگ بھی اوہر ہی چلو میں اب بھی تمہارا اتنا ہی دوست ہوں  
جتنا پہلے تھا!“  
”تیتوں چپ چاپ جھوپڑے کی طرف چل پڑے تھے۔ وہاں پہنچ کر انہیں گرما گرم کافی  
پلاٹ لگی اور ٹونی ان کے اس بر تاؤ پر لیکھت پکھل گیا۔ پھر تو کسی کی بھی پروادہ کئے بغیر اُس نے  
انگیں کو الگ لے جا کر عمران کی پوری کہانی سادی لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ عمران پکھ دیر پہلے بھی  
انہا کے ساتھ تھا۔ سو نیا انہیں شہبے کی نظر سے دیکھتی رہی تھی۔ لیکن کچھ بولی نہیں تھی۔ کچھ  
دیکھ دہ ان کے پاس پلٹ آئے۔

”نہ صرف سمجھتے ہو بلکہ دوسروں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانا بھی خوب جانتے ہو۔!“ ٹونی  
نے کہا اس بار کوئی کچھ نہیں بولا تھا۔  
گاڑی معمولی رفتار سے چل رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد سو نیا بولی۔ ”ایندھن ختم ہو گیا تو کیا  
کریں گے!“  
”بہت ایندھن ہے.... میں پیک کر چکا ہوں....!“ پورے دلماں نیس کا پچکر لگایا جاسکتا ہے۔  
”ذرا دھیان رکھنا ہم غلط تو نہیں جا رہے....!“ گورشیو بولا۔ ابھی تک چوبی جھوپڑا نہیں  
دکھائی دیا۔  
”وہ رہا... بائیں جانب.... میں دیکھ رہا ہوں....!“ عمران بولا۔  
”بس اسکی داہنی طرف سے نکل چلنا.... سیدھے مڑے بغیر نوے ڈگری کے زاویے پر۔!  
”ٹھہر جاؤ ٹونی....!“ عمران بولا۔ ”گاڑی روک دو.... مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے  
ہماری راہ روکی جا رہی ہے۔!  
”کیوں بکواس کرتے ہو.... کون ہے یہاں....؟“  
”جو کچھ کہا جا رہا ہے کرو ٹونی مجھے اس کی صلاحیتوں پر اعتماد ہے۔!“ گورشیو نے غصیلے لمحے  
میں کہا۔  
”اچھی بات ہے....!“ ٹونی طویل سانس لے کر بولا۔ ”لیکن اس کا لبھا اچھا نہیں تھا۔ عمران  
گاڑی سے کوڈ گیا۔.... وہ سب جس طرح بیٹھے ہوئے تھے اُسی طرح بیٹھے رہے۔ گورشیو نے  
عمران سے کچھ پوچھنے کے لئے ہونٹ بلائے تھے لیکن وہ اُسے نہیں دکھائی دیا تھا۔  
”شاکد بہت ہی بے بی کی موت ہمارا مقدر ہو چکی ہے۔!“ ٹونی بڑی بڑی۔  
”وہ تمہاری ہی دریافت ہے... میری نہیں.... وہ تمہارے ہی توسط سے جھٹک پہنچا تھا!“  
”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ان سب باتوں سے کیا فائدہ.... اگر ہم چاہیں تو یہیں  
سے اپس بھی جا سکتے ہیں۔!“ سو نیا نے کہا۔  
”اگر ریگی کو دشمن نہ بنایا ہوتا تو ضرور جا سکتے تھے۔!  
”اچھا بس اب خاموش رہو...!“  
”اوہ.... وہ دیکھو.... وہ اوہر کیا چیز حرکت کر رہی ہے۔!“ سو نیا ایک جانب ہاتھ اٹھا کر بولی۔

”بہت خوب....!“ دوسرے کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔ ”اب غصہ تھوک دو اور ایک اچھے دوست کی طرح میری مدد کرو۔ میری کیوں۔ اپنی بھی اپنے بچوں کی.... ان کا مستقبل شاندار ہو گا اگر خزانہ ہمارے ہاتھ آگیا!“

سونیا نے دیکھا کہ بات بگڑ گئی ہے تو خود بھی رگی کی ہاں میں ہاں ملانے پر آمادہ ہو گئی۔ گورشیو نے اُسے حیرت سے دیکھا تھا۔ لیکن شائد دخل اندازی نہیں کرتا جاتا اس لئے دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔

پھر یہ طے پیا کہ رات جھوپڑے ہی میں گذاری جائے اور صبح ہوتے ہی وہ منزل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں۔

ٹوپی گورشیو اور سونیا ایک ہی جگہ سوئے تھے۔ پتہ نہیں کس وقت سونیا کو ایسا محسوس ہوا چیز کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہو۔ پھر کسی قسم کی جدوجہد کئے بغیر وہ فرش سے اٹھنی چلی گئی تھی۔ ایک ہاتھ مضمونی سے اس کے منہ پر جما ہوا تھا اور خود شائد کسی کے کاندھے پر تھی۔ ”ہاضمی میں لے چلو....!“ کسی نے آہتہ سے کہا تھا اور وہ جس نے اسے کاندھے پر اٹھا کر تھا تیزی سے چلنے لگا تھا۔ سونیا کا دم گھستنے لگا لیکن وہ جب شن نہیں کر سکتی تھی۔ بالآخر اسے گازی کی ایک سیٹ پر ٹھنڈا دیا گیا تھا۔

”یہ کیا ہی ہو گی ہے....!“ وہ جھنملا کر بولی۔

”آہتہ....!“ کسی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”اگر تمہاری آواز بلند ہوئی تو خیز تمہارے دل میں پوست ہو جائے گا۔!“ پھر اس نے اپنے ساتھی سے کچھ کہا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے میں سونیا نے خود اسی کی کراہ سنی اور پھر کوئی وزنی چیز گری تھی.... سیٹ سے اٹھ کر اس نے دیکھا باہر سفید برف پر دو تاریک سائے ایک دوسرے سے گھٹھے ہوئے تھے اور ایک سایہ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے دوسرے اسایہ بھی اسی کے برابر جا پڑا اور بے حس و حرکت ہو گیا تیرے سائے نے گازی کی طرف چھلاگ لگائی اور ڈرائیوگ سیٹ پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ”یہ میں ہوں سونیا! چیزمارنے کی ضرورت نہیں....!“

”عمران.... خدا یا شکر ہے تیرا....!“

”گورشیو....!“ رگی مسکرا کر بولا۔ ”مجھے خوشی ہے کہ تمہارا بینا بہت ذہین معاملہ فہم اور عقل مند ہے۔!“

”ہو سکتا ہے....!“ گورشیو پیراری سے بولا۔ ”میں نے تو کبھی ایسا محسوس نہیں کیا۔“ میں نے بھی ٹوپی کو گھور کر دیکھا تھا لیکن وہ اُن کی طرف متوجہ ہی نہیں تھا۔ ”لاؤ نکالو.... گورشیو وہ یاد داشتیں جو تم نے نوٹ کی تھیں۔ ہماری دوستی پھر اسی جگہ سے شروع ہو جائے گی جہاں ختم ہوئی تھی۔!“

گورشیو کے چہرے پر کسی قسم کا جذباتی تغیر نہیں دکھائی دیا تھا۔ البتہ سونیا دانت پیشی رکھتی تھی۔ گورشیو نے چپ چاپ کاغذ جیب سے نکالا اور رگی کے حوالے کر دیا۔ رگی دیر ملک اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”یاد داشت تحریر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری زبانی را ہمنالی کی بھی ضرورت پیش آئے گی۔!“

”مجھے تواب معاف ہی کرو....! میں اپنے بچوں سمیت والیں جانا چاہتا ہوں۔!“ ”یہ کیسے ممکن ہے دوست....! منزل کے قریب پہنچ کر پلٹ جاؤ گے۔ نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی خوشی ہی اور ہوتی ہے۔!“

”مجھے کچھ بھی نہیں چاہئے مسٹر رگی۔!“

”مجھے تو چاہئے....!“ فنتاٹوپی بول پڑا۔

”تو پھر تم جاؤ جہنم میں....!“ گورشیو غریباً۔ ”اس کی آنکھوں سے نفرت کا زہر جھلک رہا تھا۔“ ”سوال تو یہ ہے کہ تم ہماری مرضی کے بغیر والیں کیسے جاؤ گے۔!“ رگی نے نہ کہا۔ ”اور پھر میرے بھولے دوست تم نے کیوں کریں گے۔ اُس بد معاشر نے ایک ہی پٹ نکالا ہو گا۔ ہو سکتا ہے ایک سیٹ اب بھی اس کے پاس محفوظ ہو....!“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔!“ گورشیو نے پر سکون لجھ میں کہا۔ ”اس کے فریت بھی انہیں ترتیب نہیں دے سکیں گے۔!“

”تو کیا اس نے ترتیب نہیں دیکھی تھی۔!“

”ہر گز نہیں میں اناڑی نہیں ہوں۔ اس سے دور بیٹھ کر میں نے نکزوں کو ترتیب دیا تھا۔“ ”یاد داشت نوٹ کر کے انہیں نذر آتش کر دیا تھا۔!“

پھر گاڑی اسٹارٹ ہوئی تھی اور تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔ سونیا دم بخود پری رعنی۔  
اب اُس پر غشی سی طاری ہونے لگی تھی۔ عمران اُسے آوازیں دے رہا تھا لیکن یہ آوازیں بہت  
دور کی معلوم ہوئی تھیں پھر سب کچھ سنائیں میں ڈوب گیا۔



آنکھ کھلی تو سورج طلوع ہو رہا تھا اور گاڑی بھی رکی ہوئی تھی۔ خود اس پر تین عدو موڑے  
موٹے کمبل پڑے ہوئے تھے اور عمران اس پر جھکا ہوا تھا۔  
”اوہ.... تم.... ہو معموم درندے....!“ وہ مسکرائی۔  
”اب اتنی بے دردی کا مظاہرہ بھی مت کرو....!“ عمران بولا۔ ”میں تو ایک بالکل بے ضرر  
بیو قوف آدمی ہوں۔!“

”لیکن تم مجھے کہاں لے آئے ہو بیو قوف آدمی....!“  
”یہ تو تم ہی بتاؤ گی....!“

”آخر کتنا فاصلہ ملے کیا ہے۔!“

”بس چلتے ہی رہے ہیں ابھی ابھی گاڑی روکی ہے۔ ان دونوں احتموں نے جیرت انگیز طور پر  
میری مشکل آسان کر دی۔ لیکن شائد خود ہمیشہ کے لئے دنیا سے رخصت ہو گے۔“  
”تو کیا تم نے انہیں مار ڈالا۔....!“ سونیا بوجھلا کر اٹھ بیٹھی۔

”کیا کرتا.... گاڑی بہر حال نکال لانی تھی اور پھر مجھے بھی غصہ آگیا تھا۔ اگر تمہارے ساتھ  
اس قسم کا بر تاؤ نہ کرتے تو خیر کوئی بات نہیں تھی۔“

سونیا نے وہ سب کچھ کہہ سنائی جو ان تینوں پر گزری تھی۔ اپنے باپ اور بھائی کے لئے اس کا  
اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔

”فکر نہ کرو.... وہ انہیں کوئی نقصان پہنچائے بغیر اُدھر آنے کی کوشش کریں گے۔ بلا  
گورشیوں کی مدد کے بغیر کچھ مجھ وہ یاداشتیں قطعی بیکار ہیں۔!“

”لیکن ہم کہاں جائیں گے۔!“

”میں رنگی کے اس خیال سے بالکل متفق ہوں کہ تصویروں کے دو سیٹ تیار کئے گئے تھے  
ایک پیاگو گورشیو نے ضائع کر دیا اور ایک میرے پاس محفوظ ہے۔!“

سونیا گاڑی سے اتر کر چاروں طرف نظر دوڑانے لگی تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا ”میری  
کچھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا۔!“

”ذہر و.... میں وہ تصویریں نکالتا ہوں.... تم نے کہا تھا کہ تم دور دراز تک کے علاقوں  
بی پھر تر رہی ہو۔ شائد اس نقشے کو ترتیب دے سکو۔ بے فکری سے کام کرو۔ ان کے پاس کتوں  
بلیٹھ ہے یہاں تک آسانی سے نہ پہنچ سکیں گے۔!“

”پھر گاڑی میں آبیٹھی اور عمران نے تصاویر جیب سے نکال کر اس کے سامنے ڈال دیں۔  
”تمہڑی دیر تک ان کا جائزہ لیتی رہی تھی۔ پھر انہیں ترتیب دینے لگی تھی۔ ساتھ ۴۵  
ہاتھ بھوک کی شکافت بھی کئے جا رہی تھی اور عمران گاڑی کے پچھلے حصے میں کوئی بیف کے  
بیڈرچ تیار کر رہا تھا۔

کچھ دیر بعد سونیا نے اوپری آواز میں اعلان کیا کہ وہ نقشے کو ترتیب دے لینے میں کامیاب  
ہو گئی ہے۔

”اس خوشی میں یہ لوناٹھہ حاضر ہے۔!“ عمران نے ناشتے کی ٹڑے اس کے سامنے رکھتے  
ہوئے کہا۔

”تم بھی تو آؤ۔....!“

”میری فکر نہ کرو.... اونٹ ریگستان کا جہاڑ ہے اور میں بر فستان کا اونٹ ہوں۔ کئی دنوں  
تک کچھ کھائے پیئے بغیر زندہ رہ سکتا ہوں۔ بس چو گمگم کا اٹاٹک ہو ناچاہے۔!“

ناشتے کے بعد سونیا ہی کی ہدایت کے مطابق گاڑی ایک طرف چل پڑی تھی۔  
”آخڑہم کہاں لے جائیں گے اُس خزانے کو....!“ سونیا بولی۔

”رنگی کے ساتھیوں میں برابر برابر تقسیم کر دیں گے تم یونی والدار ہو اور میں اپنے ملک کا  
لاؤ ہوں۔!“

”آپ نہیں کون ہو اور کہاں سے آئے ہو تمہاری کسی بات پر یقین نہیں آتا۔!“  
”اُن فوہ.... یہاں پہنچ کر مجھ پر بے اعتمادی کا اٹھاڑا۔....!“

”میں نہیں کہہ رہی کہ تم دھوکے باز ہو.... اوہ.... ذرا ذہر و.... شائد ہم ”سی اپاٹ“  
پہنچ گئے ہیں۔ وہ دیکھو سامنے والی چنان کی بناؤ۔....!“

”ہیل ہٹلر.... جرمی ہمیشہ آباد رہے۔ اتحادیوں سے جنگ میں ہمارا پلا بھاری ہے۔ یہاں جرمی کی نصرت کا ضامن ایک بھی ایک اسلحہ پوشیدہ ہے یہاں سے بائیں جانب دس قدم چل کر پتھر کی چھوٹی سی سل ہٹاؤ۔۔۔ لیکن ٹھہر و پلے ایک بے حد ضروری بات سن لو۔ یہ اسلحہ اُس وقت کے لئے ہے جب جرمی کی ساری امیدیں ٹوٹ جائیں۔ سرخ ٹھنڈ باتے ہی ایک جگہ سے دو عدد دوسرے راکٹ فائر ہوں گے۔ ایک لندن پر گرے گا اور دوسرا پیرس پر۔۔۔ اور دونوں ہی دو صد میل کے دائے میں میں تباہی چادریں گے اور جرمی یہ جنگ جیت لے گا۔ دو صد میل کے دائے میں ایک تنفس بھی زندہ نہ بچے گا۔ لندن اور پیرس قبرستان بن جائیں گے۔ اگر جرمی اس کے بغیر یعنی فتح حاصل کر لے تو بہتر ہی ہو گا کہ ان دونوں را کٹوں ہی کو تباہ کر دیا جائے۔ ہر ایٹھن دبانے سے اُنکے اجزا منتر ہو کر بیکار ہو جائیں گے۔ لیکن ہوشیار! ایسا کرنے سے بھی کم از کم دس میل کے دائے میں زلزلہ سا بپا ہو جائے گا لیکن اجزاء کا انتشار صرف دو عدد دھماکے پیدا کرے گا۔ جو تباہ کن نہ ہوں گے۔ ہیل ہٹلر....!“

عمران بڑا بڑا۔ ”نازی درندوں میں بھی تھوڑی بہت انسانیت تھی لیکن انسانیت کے دعویٰ روں نے ہمیروں شیما کو تباہ کر دیا۔ کیا خیال ہے دباوں ہر ایٹھن....؟“

”یقیناً.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ کوئی بین الاقوامی غنڈہ اس پر قبضہ کر کے فرانس اور برطانیہ کو بیل کرنا شروع کر دے۔!“

انہوں نے جلد ہی سونچ بورڈ ملاش کر لیا تھا اور عمران نے ہرے ٹھنڈ پر انگلی رکھ دی تھی۔ زیر زمین گڑا گڑا ہبٹ سنائی دی اور پھر سچ مجھ زلزلہ سا آگیا۔ کئی سینکڑ تک زمین ہتھی رہی تھی۔ یا کسی خوف زدہ شخصی کی پیچی کی طرح عمران سے لپٹی ہوئی کاپیتی رہی۔

”بس بس.... کھلیل ختم ہو گیا۔۔۔ اب دلواؤ میرے حصے کی رقم...۔۔۔ ورنہ میں تمہیں ہی لکھنا ہوں گا۔!“ عمران بولا۔

”اب مجھے دوںوں یاد آرہے ہیں پتہ نہیں ان کا کیا حشر ہوا ہو۔ تم تو اپنی راہ لو گے۔!“

”تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔۔۔ یہاں سے شاکر بائیں جانب مرتا ہے....!“ عمران نے کہا۔

کاڑی موزتا ہوا بولا۔ ”تمہاری یادداشت پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔!“

کچھ دور چلنے کے بعد سونیا نے اُسے پھر تو کھا تھا اور کاڑی کا رخ موزا گیا تھا۔ تمن ٹھنڈے چلتے رہنے کے بعد بلا خراس نے بالکل رک جانے کے لئے کھا تھا۔

”نقش کے مطابق اب آگے جانے کی مجبازش نہیں ہے۔!“ اس نے کہا۔

”تو پھر یہی ہماری منزل بھی ہو سکتی ہے۔!“

وہ کاڑی سے اتر آئے اور چاروں طرف نظر دوڑانے لگے۔ اوپری اوپری چانوں سے گمراہا برف زار شاکر ہمیشہ ہی سورج کی شعاعوں سے محروم رہتا ہو گا۔

”آہا.... وہ دیکھو.... کراس کی خلکل کی چیان۔۔۔!“ دھنیا نیا پہ مسٹر لجھ میں ٹھنڈے

”نقش کا آخری نشان....!“

پھر دھیزی سے اسی صلیب نما چیان کی طرف بڑھتے چلے گئے تھے۔

”اب ہمیں اپنی عقل سے کام لیتا ہے.... نقش تو خاموش ہو چکا ہے۔!“ عمران بولا۔ پنا کے قریب پہنچ کر دونوں رکے تھے اور عمران نے اُسے ایک جگہ ایک بڑا سا پتھر دکھاتے ہو کھا تھا۔

”ہو سکتا ہے اس پتھر کو ہٹاتے ہی ہمیں کسی غار کا دہانہ نظر آجائے۔“

”کو شش کرو....!“ سونیا طویل سانس لیکر بولی۔ ”میں تو اب بڑی تھکن محسوس کر رہی ہوں۔ کافی جہد و جہد کے بعد پتھر اپنی جگہ سے کھسک کر ڈھلان میں پھسلتا چلا گیا تھا۔ عمران کا بازا غلط نہ کھلا وہ کسی غار کا دہانہ ہی تھا۔

”تو تم خزانے میک آپنچے....!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکراتی لیکن ”کہہ بولا۔ بے حد سخیہ نظر آنے لگا تھا۔

غار تیادہ کشادہ نہ ثابت ہوا۔ دو ٹارچوں کی روشنی نے اُسے پوری طرح روشن کر دیا تھا۔

جانب ایک چھوٹی سی میز نظر آئی جس پر لکڑی کی ایک تھجتی پڑی ہوئی تھی۔

”اوہو.... اس پر شاکر جرمن زبان میں کچھ تحریر ہے....!“ سونیا اُسے اٹھا کر دیکھتا۔

بولی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ عمران کے ہاتھ میں تھی اور تحریر کا اطالوی ترجمہ سونیا کے گذار کر رہا تھا۔

دونوں غار سے نکل کر گاڑی تک آئے تھے اور سونیا اسے واپسی کے سفر کیلئے تیار کرنے کے  
”میرا خیال ہے کہ تینیں ان کا انتظار کریں۔!“ عمران بولا۔ ”ہو سکتا ہے دو تینیں کھنچنے بدیعی،  
یہاں پہنچ جائیں.... میں ادھر چھپ جاؤں گا.... تم گاڑی ہی میں پہنچی رہتا... اسی طرح بڑی  
تم تیوں کی حفاظت کر سکوں گا!“

”جیسی تھہاری مرضی.... میری تو پچھے بھی بجھے میں نہیں آتا...!“

”یہ تختی بھی اپنے ہی پاس رکھو.... ریگی کے حوالے کر دینا۔ اس کے بعد اگر اس نے ز  
لوگوں پر ہاتھ اٹھایا تو ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا!“

پھر اپنی اسکیم کے مطابق وہ ایک بڑے پتھر کے پیچھے چھپ گیا تھا۔

اس کا اندازہ غلط نہ لکلا..... دو سچے گاڑیاں دہاں پہنچی تھیں۔ جن پر سے کمی آدمی رانچی  
لئے ہوئے کوئے تھے اور برف پر چلنے والی گاڑی کو گھیر لیا تھا۔ سونیا نے دیکھا کہ اس کے باپ  
اور بھائی قیدیوں کی طرح سچے پر بندھے بیٹھے ہیں۔

سونیا نے لکڑی کی تختی ریگی کی طرف بڑھا دی جو قریب ہی کھڑا اسے خون خوار نظر لے  
سے گھوڑے جا رہا تھا۔

”ست.... تو وہ.... زلزلہ....!“ وہ بالآخر ہکلایا۔

”ہاں.... مشر ریگی.... کسی کی خواہش کے مطابق دونوں را کٹ تباہ کر دیئے گے!“  
”ہمارا بھی یہی مشن تھا۔ اچھی لڑکی!...!“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”دو لاکھ!“  
تمہارے ہیں۔ مغربی جرمی اب ساری دنیا میں امن چاہتا ہے اور غیر ترقی یافتہ ممالک کی زندگی  
خواہاں۔ دوسری پارٹی ایک جنگی راز سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر وہ ان راکٹوں پر قبضہ کر لیتا تو نا  
مشن کا بیاب نہ ہوتا۔ او ہو...!... تمہارا وہ جیلا بوابے فرینڈ کہاں ہے جس نے میرے آدمیوں  
ہلاک کر دیا!“

”وہ دونوں تمہاری طرح نیک دل نہیں تھے مشر ریگی.... مجھے سوتے سے گاڑی ملنا  
لاتے تھے اور.... اسی لئے وہ مارے گئے!“

”اگر یہ بات تھی تب تو ان کا انجام میرے لئے خوشی کا باعث ہے.... میں تمہارے بارے  
فرینڈ کو معاف کرتا ہوں.... اسے بلاو.... اسی کے ساتھ میں وہ جگہ دیکھنا چاہتا ہوں گا۔“

سوچ بورڈ تھا!“

”سوچ بورڈ اب بھی موجود ہے.... وہ تباہ نہیں ہوا!“ سونیا نے کہا اور عمران کو آواز پر  
دینے لگی۔

واپسی کے سفر میں ریگی ان چاروں کے ساتھ گاڑی ہی میں بیٹھا تھا۔ عمران کے استفسار پر  
اس نے بتایا کہ وہ ان راکٹوں کے بارے میں جانتا تھا اور انہیں جاہنی کرنے کی غرض سے وہاں  
آیا تھا اور ان کی تباہی کے بعد حسب وعدہ گور شیو کو دو لاکھ ڈالر ادا کرو دیتا جو اسے سویٹر لینڈ کے  
ایک بینک سے مل جاتے!“

”دوسری پارٹی کا کیا ہو گا....!“ گور شیو نے پوچھا۔

”اٹلی کی حکومت اس سے نپتے گی۔ ڈی ایکسپریس پہنچتی ہی اس کیلئے کارروائی شروع کر دوں گا!“  
”بہر حال پچاس ہزار ڈالر کمائے اس مخترے نے بھی....!“ ٹوٹی عمران کے شانے پر ہاتھ  
مادر کر بولا۔

”تم ایک شہزادے کی توہین کر رہے ہو....!“ عمران اکٹھ کر بولا۔ ”ہم لوگ اس طرح نہیں  
کھلایا کرتے.... کیا سمجھتے ہو.... خود میرے تین ملین ڈالر سویٹر لینڈ کے بیکوں میں پڑے  
ہوئے جھک مار رہے ہیں!“

”تو تم یہیں کوئی بنس کیوں نہیں کر لیتے.... اپنے ملک واپس جا کر کیا کرو گے!“ گور شیو بولا۔  
”میری ماں منتظر ہو گی!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور سونیا اسے بہت غور سے  
دیکھنے لگی۔

واپسی کا سفر بے حد دشوار ہو گیا تھا کیونکہ اس معمولی سے زلزلے نے بھی جگہ جگہ برداشت  
ٹھنڈاں ڈال دی تھیں۔

(Xتم شد)

## پیش رس

لکھوں تو مصیبت اور نہ لکھوں تو جاؤں کہاں؟  
 ایسے خطوط بھی آجاتے ہیں کہ پیش رس زور دار نہیں تھا۔ ایک  
 صاحب نے تو تجویز پیش کی ہے کہ پیش رس میں تازہ غزل بھی  
 شامل کر دیا کروں۔ ان کے مشورے پر عمل کروں تو آس پاس کے  
 بچے بھی خوف کھانے لگیں۔ یعنی کیا حال ہو گا میرا اگر ہرنئے ناول  
 کے ساتھ تازہ غزل کے لئے بھی تگ دو شروع کروں۔ پھر  
 فرمائش آئے گی کہ عمران کی غزل اور طرح کی ہونی چاہئے اور  
 فریدی کی اور طرح کی۔ شائد آپ سمجھتے ہیں کہ اس طرح علیحدہ  
 سے دیوان چھپوانے کی زحمت سے فتح جاؤں گا اور آپ لوگ خود ہی  
 دیوان مرتب کر لیں گے۔

بیگم ایکس ٹو سے ملنے! مجھے تیقین ہے کہ کتاب آتے آتے  
 آپ نے خود ہی نہ جانے کتنی کہانیاں اس عنوان کے تحت گھر لی  
 ہوں گی اور ادھار کھائے بیٹھے ہوں گے کہ اگر میری مزاج ان سے  
 مطابقت نہ رکھتی ہو تو کرڈا لیں میری پرسی۔ سو یہ عاجز کہانی کے  
 ساتھ حاضر ہے۔ خدا کرے کہانی آپ کی توقعات پر پوری اترے۔  
 حضرت.... اگر ہر کہانی کا اپنا انداز الگ نہ ہو تو مصنف الثا  
 لک جاتا ہے۔ یہ نہ کہئے کہ ”درندوں کی بستی“ جیسا سلسلہ پھر لکھ  
 دیجئے۔ یہ کہئے کہ اس سے بہتر لکھئے۔ سو بھائی اسی کوشش میں کہ  
 کہانی کا مزاج اور انداز دوسری سے مختلف ہو کبھی کبھی آپ کو

## عمران سیریز نمبر 81

# بیگم ایکس ٹو

(مکمل ناول)

شکایت کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ لیکن آپ ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس میں نیا پن نہیں ہوتا۔  
جاسوسی دنیا کے خاص نمبر ”زہریلا سیارہ“ کی پسندیدگی کا بہت بہت شکر یہ۔

چند صفات کی آخری لائیں اڑ گئیں ہیں۔ قصور کاغذ کے بیوپاری کا ہے جس نے ایک انجی چھوٹا کاغذ بھی مطلوبہ مقدار میں شامل کر دیا تھا۔ کبھی کبھی آئٹے میں بھوسی مکڑے بھی تو کھایتے ہیں آپ۔ لہذا اس ”زیادتی“ کو بھی برداشت کر لیجئے جس کے لئے میں قصور وار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ کاغذ بے حد مہنگا ہے۔ اور ”سب چلتا ہے“ کے تحت ہم بے جیسوں کے سرناقص کاغذ بھی منڈھ دیا جاتا ہے۔ حاجی صاحبان کو خدا مزید حج نصیب کرائے۔ آئین اور ہم گنگاروں کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ ثم آمین۔

ملتان سے ایک صاحب نے بذریعہ رجڑڑ پوسٹ جواب طلب کیا ہے کہ کتابیں لیٹ کیوں ہو رہی ہیں۔ بھائی خدا کا شکر ہے کہ اب ہر ماہ ایک کتاب پیش کر رہا ہوں۔ دیر سویر پر لیں اور کاغذ کے حصول کے چکر میں ہو جاتی ہے اور میں آپ کے اس مشورے پر ہرگز عمل نہیں کر سکتا کہ عمران اور فریدی کو ایک بار پھر کجا کیا جائے۔

## ابن الصفیع

سر سلطان کا پرانا مرض ”بے خوابی“ ان دونوں پھر عود کر آیا تھا.... اور وہ اپنی دیکی اقامت گاہ میں مقیم تھے۔ ایسے موقع پر وہ تبدیلی آب و ہوا کے بہانے سیدھے بیٹھنے پلے آتے تھے۔ شہر سے کوئی ملازم بھی ساتھ نہیں لاتے تھے۔ دبکی کو تھی کے ملازم ہی ان کی خدمت گزاری کے فرائض انجام دیتے تھے۔ یہاں کے پر سکون ماحول میں انہیں پوری نیزد نصیب نہیں ہوتی تھی۔ چوبیں گھنٹوں میں بخشکل تمام ذریثہ دو گھنٹے کی غنوڈگی طاری ہوتی تھی۔ غنوڈگی یوں کہ غنوڈگی کا احساس برقرار رہتا تھا۔

اس وقت رات کے دو بجے تھے اور نیزد آن کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ کچھ دری خواب گاہ میں پڑھتے رہے تھے۔ پھر باہر نکل کر پورچ میں آکھڑے ہوئے تھے۔ پائیں باغ تاریکی میں ڈبا ہوا تھا اور دور سے گیدڑوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ سردی آج زیادہ نہیں تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے جسم کے گرد ایک ہلکی سی شال پیٹ رکھی تھی۔

بے خوابی کا مرض نیا نہیں تھا، تین چار ماہ بعد ایک آدھ بھنگتے کا دورہ ضرور پڑتا تھا۔ وہ ایک آرام کر سی پر شرم دراز ہو گئے.... پائیں باغ کے گرد چہار دیواری تو تھی لیکن پھاٹک نہیں لگایا گیا تھا۔ داخلے کے راستے کی دونوں جانب دو خوبصورت ستون تھے جن پر مشتمل چیچاں کی بیٹیں چھانی ہوئی تھیں۔ مشرقی گوشے میں پرندوں کے لئے اوچے اوچے بیتلے بنائے گئے تھے۔ جن میں دلیں دلیں کے خوبصورت پرندے چھپھایا کرتے تھے۔

سر سلطان نے اندھیرے میں آنکھیں گاڑ دیں.... فضا پر وہی مانوس سا سنانہ مسلط تھا۔ جس میں جھینگروں کی مسلسل جھائیں جھائیں بھی شامل تھی۔ کبھی کبھی دور سے گیدڑوں کی آوازیں آتیں۔

دھنٹا نہیں بہت دور کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹ کی چمک دکھائی دی تھی۔ شائد کوئی گاڑی سڑک سے گاؤں کی جانب مڑی تھی۔ وہ چونک پڑے کیا کوئی ان کے پاس آ رہا ہے۔ انہوں نے چوکیدار کو آواز دی۔

”جی صاحب....!“ پائیں باغ کے کسی گوشے سے اُس نے جواب دیا تھا۔

”ویکھو... اگر شہر سے کوئی یہاں آئے تو اسے دیوانخانے میں لے آنا.... میں ویں ہوں!“

”بہت بہتر صاحب....!“

”وہ اٹھ کر خواب گاہ میں آئے اور یہاں کالیپ اٹھا کر دیوانخانے کی طرف چل پڑے۔“

تحوڑی دیر بعد انہوں نے کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنی تھی۔ شائد وہ گاڑی پورچ میں آر کی تھی۔

پھر چوکیدار دیوانخانے میں داخل ہو کر بولا۔ ”کوئی عمران صاحب ہیں!“

”اوہو....!“ سر سلطان مضطربانہ انداز میں بولے۔ ”بلاو.... بلاو....!“

پھر وہ اٹھ کر ٹیلنے لگے تھے۔ تحوڑی دیر بعد عمران اپنا بریف کیس اٹھائے ہوئے دیوان خانے میں داخل ہوں۔

”تم کب آئے....؟“ انہوں نے گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔

”آج ہی آیا ہوں....!“

”کیا رہا....؟“

”نیچے....!“

”مطلوب یہ کہ.... وہ پراسرار آدمی....!“

ایڈ لاوا کھلاتا تھا۔ اٹلی کی باطنی حکومت کا والی اور بہترے میں الاقوای گھپلوں کا باعث۔ بالآخر مارا گیا.... رپورٹ ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ کسی وقت اطیمان سے دیکھنے کا۔ من تو فی الحال آپ سے یہ پوچھنے آیا ہوں کہ آپ نے میری عدم موجودگی میں میری شادی کیوں کر دی۔!

”آتے ہی بکواس شروع کر دی.... بیٹھو.... بیٹھ جاؤ....!“

اب تو سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا پڑے گا اور ناک پر رکھی ہوئی انگلی دیکھنی اور ”نوج“ سننی

پڑے گی۔“

”کیسی بکواس ہے....!“

”پندرہ دن سے کوئی بیگم ایکس ٹو سلیمان کو فون پر بور کر رہی ہیں۔!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!“ سر سلطان کر سی سے اٹھ کر بولے۔

”بینچے جائیے.... وہ مجھ پوچھتی تھیں اور آج تو میں نے ہی ان کی کال نہ صرف رسیبو کی

تھی بلکہ آپ کو سنانے کے لئے ریکارڈ بھی کر لی تھی۔!“

”کسی طرح بھی مکن نہیں.... میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں جانتا کہ تم....!“

”ٹھیک ہے.... لیکن آخر بیچارے عمران نے کیا قصور کیا ہے....!“ اس نے کہتے ہوئے

بریف کیس سے ایک چھوٹا سا سیپ ریکارڈ رنگالا۔

سر سلطان کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ دھنٹا نہیں نے کہا۔ ”اوہو.... ایک بار

سمیں نے بتایا تھا کہ ایک عورت بھی اس راز سے واقف ہے۔!

”روشی....!“

”ہاں.... ہاں....!“

”لیکن وہ اس کی جرأت نہیں کر سکتی۔ خیراب سننے تو سمجھ۔ بالکل ایسے ہی انداز میں محترمہ

نے احکامات صادر فرمائے ہیں جیسے یہ حق پر تھیسیر ایکس ٹو کارڈی ہونے کا شرف رکھتا ہو۔!“

عمران نے شیپ ریکارڈ چلا دیا.... ایک نسوانی آواز آئی۔ ”ہیلو.... عمران.... عمران....

موجود ہے یا نہیں....؟“

”جی.... میں بول رہا ہوں جتاب عالیہ....!“ عمران کی آواز آئی۔

”تم کہاں مر گئے تھے۔!“ عورت کی آواز آئی۔

”جی ذرا باتھ روم ملک گیا تھا.... کسی نے دودھ میں پھکری پلا دی ہے۔!“

”بکواس مت کرو.... میں پوچھ رہی ہوں پندرہ دن سے کہاں غائب تھے۔!“

”جی وہ کدو کاشت کر رکھی ہے۔ فصل کاٹنے گیا تھا۔ پھر بزرگ منڈی میں ملک جانا پڑا۔...“

آپ کون ہیں بیگم صاحب....!“

”بیگم ایکس ٹو....!“

پہنچ کر ایکس ٹوکون ہے یا پنا طیبہ بگزدا بیٹھے!“  
 ”تھاں اخذ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لو... پتا نہیں کیا چکر ہے۔ تمہارے کسی ماتحت  
 ہے تو فون پر گفتگو نہیں کی!“  
 ”جی نہیں... ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا...!“  
 ”مہل ایکس ٹوکے فون پر آتی رہی ہے!“  
 ”جی نہیں... میرے غنی فون پر...!“  
 ”تو اس کا مطلب ہوا کہ جو کوئی بھی ہے فی الحال تمہاری ہی ذات تک محدود ہے۔ ایکس نو  
 کے خصوصی فون کا نمبر بھی اُسے معلوم نہیں!“  
 ”جی ہاں... یہی کہا جاسکتا ہے....!“  
 ”ذرا ایک بار پھر شیپ سناؤ... جانے کیوں مجھے آواز جانی پہچانی سی لگ رہی ہے!“  
 عمران نے دوبارہ نیپ چلا دیا۔ سر سلطان غور سے سنتے رہے تھے۔ پھر سر ہلا کر بولے تھے۔  
 ”یاد نہیں پڑتا کہ یہ آواز کہاں سنی تھی۔ بہر حال اب تم کیا کرو گے!“  
 ”مرغیاں اور ڈھائی سیر آلکھیں نہ کہیں نہ تو جائیں گے!“  
 ”تم نے اس سلسلہ میں روشنی سے ضرور پوچھ گچھ کی ہو گی!“  
 ”وہ شہر ہی میں موجود نہیں ہے.... دو ماہ کے لئے جو منی گئی ہے!“  
 ”کیوں....؟“  
 ”جس فرم میں کام کرتی ہے اس کی طرف سے بھیگی گئی ہے!“  
 ”تو پھر یہ سامان کہاں جائے گا!“  
 ”کہیں نہ کہیں تو جانا ہی چاہئے۔ ورنہ اُس عورت کا سر انگو کیوں نکر ملے گا!“  
 ”کسی کو زحمت میں نہ ڈال دینا....!“  
 ”دیکھا جائے گا۔ شہر کی بہتری عورتوں کا دشمن ہوں....!“  
 ”اب دیکھو.... مجھے نیند کب آتی ہے....!“  
 ”مجھے بے حد فسوس ہے جتاب.... لیکن آپ کے علم میں لائے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھانا  
 چاہتا تھا!“

”اُرے باپ رے....!“  
 ”کیا مطلب....?“  
 ”اس نام کا ایک بڑا ظالم ہم ہوا کرتا تھا چھلی جنگ عظیم میں....!“  
 ”تمہاری بکواس سننے کے لئے فون نہیں کیا گیا....!“  
 ”تو پھر میرے لاٹن کوئی خدمت....!“  
 ”صاحب کو طیب یا ہو گیا ہے....!“  
 ”احمد اللہ....!“  
 ”لیا کہا....!“  
 ”جی کچھ نہیں....! چھٹی پر جاتے ہی نہ تھے کسی طرح۔ محروم کا بہت بہت شکر یہ!“  
 ”بکواس بند کرو.... کام سنو....!“  
 ”جی.... فرمائیے....!“  
 ”کل صبح تین مرغیاں.... ڈھائی سیر آکو.... اور بکرے کی ایک ران بیٹگے پر پہنچا دینا!“  
 ”لیا پھر بھی ابھی مقیم ہیں....!“  
 ”لیا مطلب....?“  
 ”صاحب سے تو آدمی مرغی بھی نہیں چلتی!“  
 ”شٹ اپ....!“ کہہ کر شائد سلسلہ مقطع کر دیا گیا تھا۔ عمران نے نیپ ریکارڈر کا سونج  
 آف کر دیا۔  
 ”لیا یہ وہی عورت نہیں ہو سکتی آواز مجھے جانی پہچانی سی لگ رہی ہے!“ سر سلطان نے  
 بھراں ہوئی آواز میں کہا۔  
 ”جی نہیں.... یہ روشنی کی آواز نہیں ہے۔!“  
 ”سنو.... جس طرح مجھے علم ہے کہ ایک عورت تمہیں بھیشت ایکس ٹو جانتی ہے اسی طرح  
 کسی اور کو بھی ہو سکتا ہے۔!  
 ”اور جب میں تین مرغیاں اور ڈھائی سیر آکو لے کر اس عورت کے پاس پہنچوں تو تعاقب  
 کرنے والے معلوم کر لیں کہ وہ عورت کون ہے اور پھر اس عورت کی شامت آجائے گی۔ یا تو

”تم نے اچھا کیا..... یہ شیپ ریکارڈر میرے ہی پاس چھوڑ جاؤ... آخر مجھے کیوں نہیں یا آتا کہ میں نے یہ آواز کہاں سنی تھی۔“

”ای شیپ میں شیل ماٹا نیکر اور کنگن نیگم کی کچھ غزلیں بھی دستیاب ہیں۔“  
”محفوظ رہیں گے....!“

”مطلوب یہ کہ مزیدے سے خوابی سے بچنے کے لئے....!“

”تم نے سخت ابھجن میں ڈال دیا ہے....!“ سر سلطان نے شیپ کو روایا نہ کرتے ہوئے کہ ایک پار پھر وہ اس عورت کی آواز سن رہے تھے اور عمر ان بریف کیس سے ایڈ لاڈ اول رپورٹ کا فائل نکال رہا تھا۔

ایک بار پھر پوری گفتگو سننے کے بعد انہوں نے سوچ آف کر دیا۔ ان کی آنکھیں گھری سونے میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

”تو کیا تم اسی وقت واپس جاؤ گے؟“ کچھ دیر بعد انہوں نے پوچھا۔

”ظاہر ہے.... ورنہ من کو مرغیوں اور آلودوں کا کیا بنے گا۔“ عمران نے کہا اور فائل سلطان کی طرف بڑھا دیا۔



خانم نرسین شہر کی ایک مشہور سوشنل ورکر تھی۔ شاندار کوٹھی میں رہتی تھی اور اسی کے ایک حصے میں ایک انسٹریٹیو ہوم قائم کر رکھا تھا جہاں غریب گھروں کی لڑکیاں کڑھائی، سلانی کام کرتی تھیں۔ شہر کے دولت مند حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت کی مالک تھی۔ حکام شہر ہمیں اس کا خیال رکھتے تھے۔ دن بھر اس کی کوٹھی میں قوم کی خدمت ہوتی تھی اور رات کو ہر کرا عشرت کدہ بن جاتا تھا۔ عیش کرنے والوں میں شہر کے سرمایہ دار بڑے آفیسر اور غیر ملکی سیاستکاروں کی بھی ہوا کرتے تھے۔ کوٹھی میں دو عدد ساؤنڈ پروف کرے بھی تھے۔ یہاں ”سر کش ہستیاں“ راہ پر لائی جاتی تھیں۔ مثلاً اگر کسی تعلیمی ادارے کی کوئی لڑکی کسی بڑے سرمایہ دار کو پسند آجائی تو وہ سیدھا خانم نرسین ہی کی طرف رخ کرتا۔ خانم اس لڑکی سے مل بیٹھتی اسے سوشنل ورک کی ابھارتی اس طرح وہ اس کی کوٹھی تک پہنچتی اور پھر وہاں سے کسی ساؤنڈ پروف کرے میں بھائی جانا کیا مشکل ہوتا۔ اس کے بعد تو وہ بھی خانم نرسین کے لئے اشہر فیوں کی تھیلی بن کر رہ جاتی۔

تھی۔ بار سونگ اتنی تھی کہ ابھی تک قانون کی گرفت میں نہیں آسکی تھی۔ بہترے ایمان دار آفیسروں کی خواہش تھی کہ کسی طرح وہ اپنے انجام کو پہنچ لیکن ان کے اوپر والے ہمیشہ آڑے آتے تھے انسٹریٹیو ہوم والے حصے میں اس نے اپنا دفتر بھی بنار کھا تھا۔ صبح دس بجے سے ایک بجے تک دفتر میں بیٹھتی تھی اور تمیں بجے سے پانچ بجے تک رات کے لئے کرے بک کرتی تھی اور مختلف عورتوں کو فون کرتی رہتی تھی۔

آج اسے انسٹریٹیو ہوم والے آفس میں بیٹھے زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ ایک ملازم لدا پھندا ہوا آیا اور دروازے کے قریب رک گیا۔ اس نے تمیں مرغیاں اخمار کھی تھیں ایک جھابے میں آؤ تھے اور بکرے کی ایک ران تھی۔

”یہ کیا ہے....؟“ خانم نے جرت سے پوچھا۔

”بھی ایک آدمی دے گیا ہے....!“

”کس نے پہنچا ہے....!“

”بھی یہ تو نہیں بتایا۔ کہنے لਾ گیگم صاحب کے لئے ہے میں نے پوچھا بھی تھا کہ کہاں سے لائے ہو۔ بولا گیگم صاحب جانتی ہیں۔“

”بلاؤ اسے....!“

”بھی وہ تو چلا گیا....!“

”دوز کر دیکھو....!“

”بھی وہ تو ٹیکسی میں تھا۔ میری موجودگی ہی میں چلا گیا تھا۔!“

خانم سوچ میں پڑ گئی تھی پھر اس نے سر جھنک کر کہا تھا ”آج چھپی بات ہے اسے کچن میں پہنچا دو۔“ وہ سوچ رہی تھی ہو سکتا ہے کوئی صاحب رات کا کھانا بھی نہیں کھانا چاہتے ہوں۔ شام تک معلوم ہو ہی جائے گا۔ پھر اس نے اس واقعے کو ذہن سے جھنک دیا تھا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد آرام کرنا چاہتی تھی لیکن ملازم نے کسی کی آمد کی اطلاع دی۔ بھور اور انہیں روم میں جانا پڑا۔

مگر ڈاڑھی مونچپوں والا ایک آدمی تھا۔ قیمتی سوٹ میں ملبوس تھا اور خاصے رکھ رکھا وہ والا معلوم ہوتا تھا۔ سر اور ڈاڑھی کے بال بے تھا شہ بڑھے ہوئے نہ ہوتے تو دلکش بھی لگتا۔

”فرمائے..... میں کیا خدمت کر سکتی ہوں....!“  
 ”آپ کے ایک شناسانے بھجے یہاں بھیجا ہے۔ دس پندرہ منٹ بعد وہ خود بھی بچینے والا ہے  
 اور وہ بتائے گا کہ کیا ہوتا ہے!“

”اچھا..... اچھا..... آپ کیا پیش گے....!“

”مناسب تو یہی ہو گا خاتون کر اُسے بھی آجائے دیجئے....!“

”اچھا اچھا.....!“ وہ ہنس کر بولی۔ ”جیسی آپ کی مرضی....!“

اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد ایک آدمی غامم کی پشت والے دروازے سے اندر داخل ہوا اور وہ  
 چونک کرمی۔ آنے والے کے ہاتھ میں ریو اور تھل۔ جس کی نال غامم کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

”آواز نہ لکھ درنہ گولی میں پیوسٹ ہو جائے گی۔!“ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”ساؤنڈ  
 پروف کمرے کی طرف چلو....!“

خام کی آنکھیں خوف سے چھیل گئی تھیں۔ بڑے بالوں والا بھی اٹھ کر اسی کے پاس آکھرا  
 ہوا تھا۔ اس نے آہستہ سے نرم لبجھ میں کہا۔ ”وہی کرو جو کہا جا رہا ہے۔!“

”مم.... مگر....!“

”فکرنا کرو.... صرف تھوڑی سی پوچھ چکھ....!“

”وہ تو یہیں....!“

”نہیں.... ساؤنڈ پروف کرے میں....!“ ریو اور والے نے سخت لبجھ میں کہا۔  
 ”یہاں کوئی ساؤنڈ پروف کرہے نہیں ہے۔!“

”دیکھو تم نے ابھی سے جھوٹ بولنا شروع کر دیا۔!“ بڑے بالوں والے نے نرم لبجھ میں کہا تھا۔  
 ”چلو....!“ ریو اور والا غایبا۔

وہ انہیں بالآخر ساؤنڈ پروف کرے میں لائی تھی اور بڑے بالوں والے نے دروازہ بند کر دیا  
 تھا۔ اس نے اپنابریف کیس میز پر رکھتے ہوئے مسہری کی طرف اشارہ کیا۔ ”یہیں جاؤ۔!“

”سوال تو یہ ہے کہ آخر....!“

”تم کوئی سوال نہیں کرو گی۔.... صرف جواب دو گی....!“ ریو اور والے نے کہا۔  
 ”میں نہیں جانتی تم لوگ کون ہو....!“

”یہ اور بھی اچھا ہے خاتون....!“ بڑے بالوں والے نے شانگکی سے کہا۔

”پوچھو... کیا پوچھتا ہے....!“ وہ جھلا کر بولا۔

”ایکس ٹو کون ہے....؟“

”کون....!“

”ایکس ٹو....!“

”یہ کیا بلاء ہے.... میں نہیں جانتی....!“

”تری بات ہے خاتون....!“ بڑے بالوں والے نے کہا۔ ”جو یشن کو سمجھنے کی کوشش کرو۔

ہیں ساؤنڈ پروف کمرے میں اسی لئے لایا گیا ہے کہ ضرورت پڑنے پر تعدد بھی کیا جاسکے۔!“

”یقیناً تم دونوں پاگل ہو گئے ہو.... میں نہیں جانتی کہ ایکس ٹو کیا بلاء ہے۔!“

ریو اور والے نے اٹھے ہاتھ سے منہ پر ایک تھپٹر سید کیا اور وہ نہیں اپنی انداز میں چھین ہوئی

ہے۔ پوچھت پڑی۔ اس نے ریو اور تو پتوں کی جیب میں ڈالا تھا اور اسے دونوں ہاتھوں سے پینچے

اندلبے بالوں والے نے دروازہ مغلیل کر کے کنجی قفل ہی میں رہنے دی اور پھر ان دونوں کی

رف توجہ ہو گیا۔ ریو اور والے نے خام کا لباس جگہ جگہ سے چھاڑ دیا تھا اور جسم کے مختلف

مول پر زور زور سے چکلیاں لے رہا تھا اور وہ جانوروں کی طرح جیچ رہی تھی۔ پھر وہ اُسے چھوڑ

ہٹ گیا۔ خام فرش پر اونڈھی پڑی پھوٹ پھوٹ کر روئی رہی۔

”میں تمہیں پکل کر رکھ دوں گا۔ ورنہ بتاؤ کہ ایکس ٹو کون ہے۔!“

”میں نہیں جانتی....!“ وہ حلقت کے بل چھینی۔

الباداں کے بائیں پہلو پر ٹھوکر پڑی تھی اور بلبا کر اٹھ بیٹھی تھی۔ پھر کمر پر ٹھوکر پڑی۔

”ٹھہر جاؤ....!“ لبے بالوں والے نے کہا۔ ”پھر سے سوچنے کا موقع دو۔.... ظاہر ہے کہ اگر

میں تیار تو زندہ بھی نہ رہ سکے گی۔!“

”ٹھوکروں نے اس کی حالت خراب کر دی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قوت گویائی ہی

نہیں۔ بیاں پہلو بادبا کر سانس لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ آنکھیں اس طرح پھیلی ہوئی

ہیں۔ مجھے کچھ دکھائی ہی نہ دے رہا ہو۔

”یہ میں کیا کیا.....؟“ بڑے بالوں والے نے غصیلے لبجھ میں کہا اور خام پر جھک پڑا۔ پھر وہ

ہیاپڑ پہنچے بدلتے میں باکیں منٹ لگ گئے تھے۔ اور وہ ان دونوں کا سراغ کھو چکا تھا۔ بے دلی ہے گاڑی واپسی کے لئے موڑی تھی اور سید حامیان کے فلیٹ کی طرف چلا آیا تھا۔ عمران موجود نہیں تھا۔ اس نے سلیمان سے کافی کے لئے کہا تھا اور ایک سگریٹ سلاکر زام کر کی پر نیم دراز ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا آخر عمران کیوں.... کیا وہ ایکس نو کی شخصیت ہے اتفاق ہے؟ خود اس کی دانست میں سر سلطان کے علاوہ شائد ہی اور کوئی ایکس نو کی شخصیت ہے اتفاق رہا ہو۔ پھر اس نامعلوم عورت نے سر سلطان ہی کو فون کیوں نہیں کیا تھا۔

”وہ سوچتا رہا اور سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔ دوسرے کمرے میں فون کی گھنٹی بجی تھی“  
”موڑی دیر بعد سلیمان نے آکر کہا۔ ”آپ کی کال ہے!“

”صدر نے کال رسیو کی تھی۔ دوسری طرف عمران تھا۔“  
”پروادہ مت کرو...!“

”تو کیا آپ بھی تھے!“

”ہاں اس گاڑی کے پیچھے جس سے فائر کیا گیا تھا!“  
”تو پھر کامیابی ہی رہی!“

”بالکل.... ان کا ٹھکانہ میرے علم میں آچکا ہے۔ بغیر ضروری بات سنو.... سر سلطان اپنی ٹینکا کوٹھی میں مقیم ہیں تم اور خادر ان کی دیکھ بھال کرو گے۔ ان کے علم میں لائے بغیر۔ فوراً اللہ ہو جاؤ.... لیکن تم اپنی گاڑی نہیں لے جاؤ گے۔ بس سے جاؤ ان کے تحفظ کے سلسلے میں نہ لاذئ کی نیت سے بھی فائر کر سکتے ہو۔!“

”اوکے.... اور کچھ....?“

”نہیں مل.... اپنی عقل بھی استعمال کر سکتے ہو....!  
”ٹکریے....!“

”مری طرف سے سلمہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اُس نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ نشست سر کر سے میں واپس آیا تو کافی میز پر موجود تھی اور سلیمان سر جھکائے کھڑا رہا تھا۔“  
”تمہارے تو عیش ہو گئے ہوں گے صاحب کی عدم موجودگی میں!“ اس نے سلیمان کو چھیڑ رکھا دے کر اس نے اپنی گاڑی کو سڑک کے نیچے اتار دیا۔ کھلی ختم ہو چکا تھا۔ شائد چکا گاڑی سے ہونے والے بے آواز فائر نے یہ کرشمہ دکھلایا تھا۔ فالتو پہنچے ڈکے میں موجود تھا۔ یہ

اسی طرح پہلو دبائے ہوئے بائیں جانب لڑک گئی تھی۔ بڑے بالوں والا اسے ہلاہلا کر آواز دیتا رہا۔ لیکن وہ تو بالکل بے حس و حرکت ہو چکی تھی۔

”تم بالکل گدھے ہو....!“ بڑے بالوں والا سید حاکم را ہو کر غریلی۔ ”ختم ہو گئی!“  
”نہیں!“ روپ اور والے کے حلق سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی۔

”چلو.... نکل چلو.... الحق کہیں کے....!“

صدر اس وقت سے ان کا تعاقب کر رہا تھا جب عمران مر غیاں آکا اور بکرے کی ران لے کر کسی طرف روانہ ہوا تھا۔ وہ دونوں عمران کا تعاقب کر رہے تھے اور صدر ان کے پیچے تھا۔

پھر عمران تو اپنا کام کر کے چلتا بنا اور وہ دونوں خانم کی کوٹھی کے آس پاس ہی متذلت رہے تھے۔

صدر کو تو انہی سے غرض تھی اس لئے وہ بھی دہیں رکا رہا تھا۔ پھر وہ دونوں کوٹھی میں داخل ہو گئے تھے اور صدر ان کی واپسی کا منتظر رہا تھا۔ یہ تو ظاہر تھا کہ وہ اس کوٹھی کے باشدہ نہیں تھے لہذا ان کی واپسی لازمی تھی۔ اصل مقصد تو ان دونوں کے ٹھکانے کا پتہ لگانا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ کوٹھی سے باہر آئے تھے اور ان کے انداز میں کسی قدر سر اسیگی بھی البا جاتی تھی۔ صدر ایک بار پھر ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اُس نے محسوس کیا کہ اس کے پیچے بھی ایک گاڑی ہے تو کیا اس کا بھی تعاقب ہو رہا تھا اگر ایسا تھا تو پھر بات کہاں نہیں....؟

چھپلی گاڑی قریب ہوتی جا رہی تھی۔ وہ کوئی غیر متعلق آدمی بھی ہو سکتا تھا۔ محض افغان کے پیچے بھی اور ہر ہی جانا ہو جدھر صدر کی گاڑی جا رہی تھی۔ دفعتاً ایک زور دار دھماکہ ہوا صدر کی گاڑی اچھلی پڑی تھی پھر اس نے بریک لگائے تھے اور اس کی گاڑی بائیں جانب گھوم کر اٹھا۔

الٹتے بچی چھپلا ایک ناٹر برست ہو گیا تھا۔ انجن بند کر کے وہ گاڑی سے اتر آیا۔ چھپلی ہلانہ پہلے ہی رابر سے نکلی چلی گئی۔

”دھکا دے کر اس نے اپنی گاڑی کو سڑک کے نیچے اتار دیا۔ کھلی ختم ہو چکا تھا۔ شائد چکا“

”ہاں اس نے براہ راست احکامات صادر کئے تھے!“

”تم ہم سب میں ذہین ترین آدمی ہو اگر چاہو تو مجھے عتاب سے بچا سکتے ہو۔!“

”بڑے بالوں والا کچھ نہ بولا۔ تھوڑی ویر بعد ان کی گاڑی ایک بڑی عمارت کی کپاڈتی میں داخل ہوئی تھی.... وہ گاڑی سے اتر کر عمارت میں آئے۔ بڑے بالوں والا اس کا ساتھ چھوڑ کر اپری منزل کے ایک کمرے میں داخل ہوا تھا۔ دروازہ بند کر کے اس نے اپنی گردن مٹولی تھی اور پھر دونوں ہاتھوں سے بڑے بالوں والا میک اپ اتار دیا تھا۔ وہ بالوں سمیت پلاسٹک کا ایک مصنوعی چہرہ تھا جو چلکے کی طرح اس کے اصل چہرے سے اتنا چلا گیا تھا۔ اصل چہرہ ڈاڑھی اور موچھوں سے بے نیاز ہونے کے بعد بڑا ذرا اوتا تھا۔ چھٹی سی ناک کے نیچے آدھے گالوں تک پھیلے ہوئے موٹے ہونٹ بہت خونخوار لگ رہے تھے۔ آنکھوں کی زمی غائب ہو چکی تھی اس نے نون کا رسیور اٹھا کر ماڈ تھہ میں میں کہا۔ ”غوری کو میرے کمرے میں بیج دو....!“

پھر رسیور کریڈل پر رکھ کر اس نے کپ بورڈ سے ایک بوتل نکالی تھی اور اسے ہونٹوں سے لگا کر قریباً چوتھائی مقدار حلق میں اتار گیا تھا۔ بوتل رکھ کر وہ دروازے کو خونخوار نظروں سے گھورنے لگا۔ کچھ دیر بعد ہلکی سی دستک ہوئی تھی۔

”آجائو....!“ وہ غریا۔

وہی آدمی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا جس کی ٹھوکر سے خام نسرين ختم ہو گئی تھی۔

”رپورٹ....!“ اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

”وہ.... وہ.... رپورٹ.... جناب.... شائد....!“

”میں تم سے رپورٹ طلب کر رہا ہوں.... تم بھی تو اس کے ساتھ تھے۔!“

”وہ.... وہ.... مر گئی باس....!“

”کیسے مر گئی....؟“ لبج بے حد سرد تھا۔

”وہ.... وہ.... جناب....!“

”پوری بات تباہ....!“ باس دہڑا۔

شہید نے اس کے دل کے مقام پر ٹھوکر مار دی تھی۔!

”اہ....!“ وہ چند لمحے اُسے خاموشی سے دیکھتا رہا پھر سامنے والے اسٹول کی طرف اشارہ

”جو زف کہاں ہے....!“

”کپنے کمرے میں ہو گا۔ جب سے آیا ہے ہر وقت قیامت اور روز حساب کی باتیں کرتا رہتا ہے۔“

”کبھی صاحب کے گھر والوں نے بھی پوچھ چکھ کی تھی ان کے بارے میں....!“

”کبھی کبھی ثریابی بی کافون آتا تھا۔!“

کافی بی کر صدر اٹھ گیا تھا خاور کو شائد پہلے ہی ایک ٹوکی طرف سے ہدایت مل پہنچ تھی وہ صدر کا منتظر تھا۔

”قصہ کیا ہے....?“ خاور نے سوال کیا۔

”پتا نہیں.... شائد سر سلطان خطرے میں ہیں۔!“

”مگر ہم رہیں گے کہاں....?“

”آسمان کے نیچے کوئی کے آس پاس....!“ صدر نے کہہ کر ٹھنڈی سانس لی تھی۔



بڑے بالوں والا کارڈنیو کر رہا تھا اور دوسرا آدمی بھی اگلی نشت پر اس کے قریب بیٹھا۔

”تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ وہ کس طرح مری تھی۔!“ اس نے بڑے بالوں والے سے کہا۔

”سنو.... میں اس ہم کا انچارج تھا۔ تم میری ہدایت سے تجاوز کر گئے۔!“

”بس بے قابو ہو گیا تھا....!“

”مجھے علم نہیں تھا کہ تم عورتوں کو اذیت پہنچا کر لذت محسوس کرتے ہو۔ ورنہ میں کہا۔“

”تمہارا انتخاب نہ کرتا۔!“

”اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا.... لیکن تم....!“

”وکھو دوست....! میں خواہ تجوہ اپنی گردن نہیں پھنسوا سکتا۔ معمولی تشدید مہلک ثابت ہوا کرتا۔!“

”بڑی جاندار عورت تھی۔ مجھے جرت ہے کہ اتنی جلدی کیسے مر گئی۔!“

”تمہاری ٹھوکر اس کے بامیں پہلو پر پڑی تھی۔ بہر حال میری سمجھ میں نہیں آ۔“

”رپورٹ کیا دوں۔ باس اسے پسند نہیں کرے گا۔!“

”کیا وہ روائی کے وقت کمرے میں موجود تھا۔!“

مارت کو نظر انداز کر کے غلطی کی تھی۔ فوراً ہی اس کی مگر انی شروع کر دیتی چاہئے تھی۔ عمارت کے اخبارات میں سو شل و رکر خانم نسرین کے قتل کی خبر بھی شائع ہوئی تھی اور اس نے اس طرح سر کو جنبش دی تھی جیسے اس کی کوشش خاطر خواہ طور پر بار آور ہوئی ہو۔ عمارت سے بہت دور اس نے گاڑی روکی اور انہیں بند کر کے نیچے اتر آیا۔ اب وہ پیدل ہی عمارت کی طرف جا رہا تھا۔

سرک چھوڑ دی تھی۔ گلیوں میں اندر ہیرا تھا۔ ذرا ہی سی دیر میں وہ عمارت کی پشت پر جا پہنچا۔ شائد اندر جانا چاہتا تھا۔ اُوھر کنی درخت تھے ایک ایسا بھی تھا جس پر چڑھ کر وہ کم از کم چھت کے قریب تو پہنچ ہی سکتا تھا۔

وہ ایک درخت کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اچانک پولیس کی گاڑی کے سائز سنائی دینے لگے تھے۔ وہ چپ چاپ واپسی کے لئے مرجگیا تھا۔ شائد عمارت خالی کرنے والوں ہی میں سے کسی نے دہا لاش کی موجودگی کی اطلاع پولیس کو دے دی تھی۔

پوسٹر میں بیٹھ کر وہ پھر اپنے فلیٹ کی طرف چل پڑا۔ بیہاں سلیمان کسی سے فون پر الجھا ہوا تھا۔ عمران نے اشارے سے پوچھا کون ہے۔

”ابی وہی بیگم صاحبہ ہیں....!“ سلیمان ماذ تھہ پیش پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”دیر سے داغ چاث رہی ہیں۔!“

”لاؤ مجھے دریسیور....!“ عمران نے کہا اور دریسیور اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

”بیلو....!“

”کون ہے....?“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”جی وہی مفت کا خادم.... فرمائیے....!“

”تم نے وہ سامان بیگلے پر نہیں پہنچایا۔!“

”جی.... پہنچا تو دیا تھا....!“

”کہاں پہنچا دیا تھا....?“

”بیگلے پر....!“

”کس کے بیگلے پر....?“

کر کے بولا۔ ”بیٹھ جاؤ....!“

”مگر یہ.... بس....!“ وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔ ٹھیک اکی وقت فون کی گھٹتی بیج۔

اس نے آگے بڑھ کر رسیور اٹھا لیا۔ ”بیلو....!“

”اث از موبی سر....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”لیں....!“

”تعاقب کرنے والی گاڑی کا نائز فلیٹ کر دیا گیا تھا۔ لیکن ہمیں شبہ ہے کہ ہمارا بھی تعاقب کیا گیا تھا....!“

”اچھی بات ہے.... اب تم ادھرنہ آنا....!“

پھر اس نے سلسلہ منقطع کر کے کسی کے نمبر ڈائل کئے تھے اور مذا تھہ پیش میں بولا تھا۔ ”باس“

”لیں بس....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”معلوم کرو عمارت کی مگر انی تو نہیں کی جا رہی....!“

”اوکے بس....!“

پھر سلسلہ منقطع کر کے وہ اسٹول پر بیٹھے ہوئے آدمی کی طرف مڑا تھا اور اس کے موٹے موٹے ہونٹوں پر ایک سفاک سی مسکراہٹ مودار ہوئی تھی۔



رات کے گلیرہ بجے تھے۔ عمران کیوں اس کی آرام کر سی پر نیم دراز اوٹگھ رہا تھا کہ فون کی گھٹتی بیج۔

دوسری طرف سے جوزف کی آواز سنائی دی۔ ”باس وہ عمارت بالکل خالی پڑی تھی۔ البتہ ایک لاش تھی دہاں۔ طاہر صاحب نے لاش کی تصویر لے لی ہے۔!“

”ٹھیک ہے.... واپس آ جاؤ....!“

”بہت اچھا بس....!“

رسیور رکھ کر عمران اٹھا تھا۔ بغلی ہو لشراٹھا کر کاندھے پر ڈالا تھا پشت پر اس کی پیٹاں کی تھیں اور کوت پہنچتا ہوا باہر نکل آیا تھا۔

تحوڑی دیر بعد اس کی ٹویٹر اسی عمارت کی طرف جا رہی تھی۔ شائد اس نے وقتی طور پر اس

”کمال کرتی ہیں آپ بھی بیگم صاحبہ... کیا صاحب نے آپ کو نہیں بتایا کہ فون پر اس  
تم کی باتیں نہیں کیا کرتے!“

”نہیں.... وہ تو کئی دن سے بیہوش پڑے ہوئے ہیں۔!“

”چرس کی بجائے مرچوں کا سفوف استعمال کر بیٹھے ہوں گے۔!“

”کیا بگوں ہے....؟“

”حقیقت عرض کر رہا ہوں۔ بیگم صاحبہ... صاحب پر کڑی نظر رکھا کرو....!“

”اچھا ایک بات تو تباہ...!“

”فرمائیے....!“

”اس عورت سے کب کی دشمنی نکالی ہے۔!“

”اس شہر میں ایک بھی ایسی عورت کو زندہ دیکھنا پسند نہیں کرتا جیسی وہ تھی۔!“

”اگر پولیس کو خبر ہو جائے تو....!“

”میرے خلاف بیوت کہاں سے بہم پہنچائے گی۔!“

”اگر میں نشاندہی کر دوں تو....!“

”صاحب ہوش میں آتے ہی آپ کی کھال اتار دیں گے۔ ویسے میں سوچ رہا ہوں کہ کھال  
اٹر جانے کے بعد آپ کسی لگیں گی۔!“

”شٹ اپ...!“ کے ساتھ ہی سلسلہ مقطوع کر دیا گیا تھا۔

”آخر یہے کون سری....؟“ سلیمان نے اسے ریسیور رکھتے دیکھ کر کہا تھا۔

”شل دیکھے بغیر کیسے کہہ سکتا ہوں کہ سری ہے بھی یا نہیں....!“

”کسی دن چنجابی گالیاں سناؤں گا....!“

”لائں ڈیندے ہو جائے گی بنے... خبردار ایسا مت کرنا....!“

”آپ نہیں ملتے تو مجھے برا بھلا کہنے لگتی ہے۔!“

” عمران نے ہاتھ ہلا کر اسے جانے کا اشارة کیا تھا اور کوٹ اتار ہی رہا تھا کہ پھر فون کی گھٹی بجی۔

”ہیلو...!“ اس نے ریسیور اٹھایا۔

”صفدر.... ہم وابس آگئے ہیں.... سر سلطان دیکھی کوٹھی سے کہیں اور چلے گئے ہیں ہو سکا۔“

”ہے شہر ہی واپس آئے ہوں.... آپ تصدیق کر لجھے۔!“

”اچھا.... اچھا.... اور کوئی خاص بات....!“

”میں نے شام کا اخبار بھی دیکھا ہے.... آخر اس پیچاری نے آپ کا کیا گذاشتا۔!“

”شٹ اپ....!“ کہہ کر عمران نے سلسلہ مقطوع کر دیا۔ پھر اس نے سر سلطان کے نمبر  
ڈائل کرنے تھے۔

”کیا سر سلطان موجود ہیں....؟“

”ہاں.... سور ہے ہیں.... آپ کون ہیں....!“

”عمران....!“

”کیا جگادوں...،؟“

”نہیں.... دیکھی کوٹھی سے کب واپس آئے....!“

”شام کو....!“

”صحیح انبیاء بتا دینا کہ میں نے خیریت دریافت کی تھی۔!“

”بہت اچھا....!“

ریسیور کھ کر اس نے سلیمان کو آواز دی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ آیا تھا۔

”ابے رات کا کھانا....!“

”صحیح کو کھا لجھے گا.... اس وقت ناممکن ہے....!“

”کیا بکتا ہے....!“ عمران اُسے گھورتا ہوا دہاڑا۔

”میں سمجھا تھا کہ ان مرغیوں میں آپ کا بھی حصہ ہے۔!“

”ابے تو کیا کچھ بھی نہیں ہے....!“

”سو کھی ڈمل روٹی اور سور کی ٹکلی دال کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔!“

”ٹکرہے موگ سے سور پر تو آیا.... چل وہی لا....!“

”لاوں کہاں سے.... سو کھی ڈمل روٹی اور سور کی دال میرے پیٹ میں ہے۔!“

”اچھا تواب میں تجھے ہی کھا جاؤں گا۔!“

”نگے کھا گئے تو پھر کل کیا کھائیے گا۔!“

”ہاں یہ تو ہے....!“ عمران مسکی صورت بنا کر بولا۔ ”خیر دیکھا جائے گا!“

جسچو وہ بھوکا تھا.... تو پھر....؟ اس نے دوبارہ کوٹ پہننا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس بار عمران کی گاڑی پر ٹاپ ناٹ کلب کی طرف جا رہی تھی۔ لیکن ٹھوڑی ہی دیر بعمران نے محوس کر لیا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

”ارے مردوو.... کیا بھوکا ہی مارو گے مجھے....!“ عمران بڑ بڑا یا۔

اس نے گاڑی ایک گلی میں موڑ دی۔ دوسری گاڑی بھی مڑی تھی۔ عمران اگلی سڑک پر نکل آیا۔ دوسری گاڑی اب بھی پیچھے گلی ہوئی تھی۔ پوری طرح یقین کر لینے کے بعد کہ تعاقب ہی کیا جا رہا ہے اُس نے ایک جگہ گاڑی روک دی اور نیچے اتر کر ایک ڈرگ اسٹور میں داخل ہو گیا۔ وہاں سے اس نے بلیک زیر دے کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا تھا۔

”میں ٹاپ ناٹ کلب جا رہا ہوں۔ میرے عقب میں بھی کوئی ہے۔ صدر سے کہو کہ ٹاپ پنچے....!“

”بہت اچھا جناب....!“

عمران نے رسیور رکھ دیا اور دوکان دار کو کال کے پیسے دے کر باہر نکل آیا۔ دوسری گاڑی شامہ آگے کہیں پارک کی گئی تھی۔

وہ بھر اپنی گاڑی میں جا بیٹھا اُنہیں اشارت کیا اور گاڑی موڑ کر ٹاپ کی طرف روانہ ہو گیا۔

عقب نما آئینے میں پچھلی گاڑی کی بیٹڑی اُنہیں نظر آرہی تھیں۔ گاڑی کی رفتار اس نے تیس میل سے زیادہ نہیں بڑھائی تھی۔

ہو سکتا تھا کہ تعاقب کرنے والوں نے اسے فون کرتے بھی دیکھا ہو لہذا اب وہ بہت زیاد محتاط ہو جائیں گے۔ اس سے پہلے بھی انہیں دھوکے میں رکھ کر اُن کا تعاقب کیا گیا تھا اور شامہ وہ اس سے واقت بھی ہو گئے تھے اسی لئے اس عمارت کو چھوڑ جا گے تھے۔ عمران سوچتا ہے۔

ٹاپ کے پار کنگ ہڈ میں جگہ نہیں تھی۔ اس نے اُسے کھلے ہی میں گاڑی پارک کرنی پڑی۔ اس کے بعد وہ تیزی سے پورچ کی طرف بڑھا تھا۔ دوسری گاڑی بھی ذرا ہی دیر بعد کپاٹ میں داخل ہوئی تھی اور عمران ہی کی گاڑی کے قریب پارک کر دی گئی تھی۔

پورچ میک پہنچتے پہنچتے عمران نے ان دونوں افراد کو دیکھ لیا تھا جو اس گاڑی سے اترے تھے۔ ایک عورت تھی اور ایک مرد۔

وہ ڈاکٹر ہاں میں داخل ہوا۔ یہاں فلور شو ہو رہا تھا اور شامہ چند ہی میزین خالی تھیں۔ عمران نے ایسی میز منتخب کی جہاں سے وہ صدر دروازے پر نظر رکھ سکتا تھا۔

تعاقب کرنے والے بھی ہاں میں داخل ہوئے اور عمران کے قریب کی دو میزین چھوڑ کر تیسری کے گرد بیٹھ گئے۔ عورت خاصی حسین تھی۔ دیکی ہی تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ تیس سال رہی ہو گی۔ مرد قد آور اور جسمیں تھا۔ گھنی اور چڑھی ہوئی موچھیں اس کے چہرے پر شاندار لگ رہی تھیں۔ بظاہر وہ دونوں عمران کی طرف متوجہ نہیں تھے۔

عمران نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر چکن سوب اور تلے ہوئے جھینکنے طلب کئے تھے۔ ان دونوں نے بھی کچھ منگوایا اور پھر باتیں کرنے لگے تھے۔

رقص کی موسيقی بلند آہنگ تھی اور میزوں کے درمیان تھرکتی ہوئی عورت کبھی کبھی گانے بھی لگتی تھی۔ فلور شو ٹاپ ناٹ کی روایات کے خلاف تھا۔ نہ جانے کیوں ان دونوں یہ بدعت رائج ہو گئی تھی۔

بھر حال وہ خاموشی سے سوب پیتا رہا۔ تعاقب کرنے والوں کی میز پر شراب کی بوتل اور گلاس نظر آئے تھے۔

ٹھوڑی دیر بعد اس نے صدر کو ہاں میں داخل ہوتے دیکھا۔ وہ دروازے کے قریب ہی رک کر میزوں کا جائزہ لینے لگا۔ پھر عمران پر نظر ٹھہری تھی اور وہ اس کے قریب ہی کی غالی میز کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے تعاقب کرنے والوں کی طرف دیکھا وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھے۔ عمران نے صدر کی طرف دیکھ کر ان دونوں کی طرف اشارہ کیا تھا اور صدر نے ان کے قریب والی میز پر قصہ کر لیا تھا۔ اس نے کافی منگوائی تھی۔

عمران اب تلے ہوئے جھینکوں پر باتھ صاف کر رہا تھا یہ اس کی پسندیدہ ترین ڈش تھی۔ دغناہ بیڈ ویٹر اس کی میز کے قریب آ کر بولا۔ ”آپ کی کال ہے جذاب....!“

”اوہ.... اچھا.... شکریہ....!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر اس نے رسیور اٹھایا تھا۔ دوسری طرف سے بلیک زیر دی کی آواز آئی۔

عمران نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھادیے تھے۔ وہ قریب آیا۔  
”بالکل مھکلو ہو رہا ہوں یار.... پرس میں تین روپے پچھتر پیسے پڑے ہوئے ہیں۔!“ عمران  
نے کہا۔

قریب آکر وہ بائیس ہاتھ سے عمران کی جیسیں مٹولے لگا تھا۔ پھر اس کا ہاتھ بغلی ہو لشتر پر رکا ہی تھا کہ عمران کا دہنائی گھنٹا تیزی سے اوپر اٹھا اور ساتھ ہی ریو اور وا لے ہاتھ پر ہاتھ بھی پڑا۔ ساتھ ہی اجنبی توجیخ مار کر سڑک پر الٹ گیا تھا اور اس کا ریو اور اس کے ہاتھ میں تھا۔

”کنیو شس نے کہا تھا کہ مردوں کو لنگوٹ ضرور باندھنی چاہئے!“ عمران نے فقیرانہ  
ثانی سے کہا۔ ”اب رڑپے لوٹا کرو زمین، رس...!“

وہ تھوڑی دیر تک پڑا کر اہتارہا تھا پھر بولا تھا۔ دراصل میں تو مدد کرننا چاہتا تھا۔!  
”ریناورڈ کھا کر.....؟“ عمران نے پوچھا۔

”میں نے کہا تھا تھوڑا سامناً قبھی سمجھی۔!

"دراخوناک نداز تھا۔ احتمال اٹھ کر کرو،!"

وہ اٹھا تھا لیکن پوری طرح سنبھلے بھی نہیں پایا تھا کہ عمران نے ریو اور کا دستہ اس کی گدی پر ریپ کر دیا اور وہ چھر منہ کے ملن نیچے چلا آیا۔ اس بار بیہو ش ہو گیا تھا۔ عمران نے اسے اٹھا کر اسی کی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔ اگنسن میں کنجی موجود تھی۔ اپنی گاڑی اس نے دین بزرک کے کنارے چھوڑ دی اور اب حملہ آور اب سائیکلو میشن کی طرف لئے چارا تھا۔



صدر اس وقت تک دہاں بیٹھا تھا جب تک کہ وہ دونوں نہیں اٹھ گئے تھے۔ وہ باہر آئے اور پالک پر رک کر ادھر ادھر دیکھتے رہے۔ ان کی کارتو پبلے ہی جاچکی تھی اور رات گئے کوئی خالی بیسی ملی مشکل تھی۔ پھر صدر نے دیکھا کہ وہ پیدل ہی ایز پورٹ کی طرف جا رہے ہیں۔ اب اس لیکے ادھر شواری تھی۔ ہو سکتا تھا کہ راستے میں انہیں کوئی بیسی مل جاتی اور صدر وہیں کھڑا رہ جاتا۔ فتحاں نے پھر انہیں کلب کی طرف مڑتے دیکھا۔ وہ بیچ پچ پلٹ آئے تھے۔ عورت پورچ ٹھیس رک گئی تھی اور مرد اندر چلا گیا تھا۔ صدر نے سوچا کہ شائندہ کسی کو فون کر کے گاڑی ٹبر کرنے لگا تھا۔

”صدیقی نے اطلاع دی ہے کہ آپ کی گاڑی میں کوئی گزبر کی گئی ہے۔ میں نے صدیقی کو ہدایت کی تھی کہ صدر کے پچھے جائے!“

”بہت اچھے جاری ہو!...“

”شکریہ جناب....! آپ باہر نکل کر صدیقی کی گاڑی استعمال کر سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کی گاڑی میں کوئی اس قسم کی کارروائی کی گئی ہے کہ وہ کچھ دور چلنے کے بعد کھڑی ہو جائے۔“  
”میں انہیں پاؤں نہیں کروں گا....!“

”یعنی آپ اپنے ہی گاڑی استعمال کرس گے۔!“

”بالکل....!“ عمران نے ریسیور رکھتے رکھتے لاک کر کہا۔ ”اور ہاں سنو! جولیا کو ہدایت کر دو کہ مجھ سے دور ہی رہے!“

بہت بہتر جناب...!

”رسیور رکھ کرو اپنی میز کی طرف پٹ آیا تھا۔ ویٹر کو بلا کر کافی طلب کی۔ صدر ان دونوں کی طرف متوجہ تھا!“

کافی ختم کر کے عمران اٹھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ تعاقب کرنے والوں کی گاڑی میں کوئی تیرا بھی رہا ہو گا جس نے اس کی گاڑی پر ہاتھ صاف کر دیا۔

باہر نکل کر وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔ لیکن اس نے ان دونوں کو باہر نکلتے نہیں دیکھا۔ ان کی گاڑی میں اسٹرینگ و سیل کے سامنے پنج تیر آدمی نظر آیا۔

عمران نے سر کو خفیف سی جگہش دی تھی اور اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا تھا۔ کنکھیوں سے پورچ کی طرف دیکھا۔ ان دونوں کا کہیں پہانہ تھا۔ صدر بھی نہ دکھائی دیا۔ بلاخراں نے گاڑی شمارٹ کی اور سڑک پر نکال لایا۔ تعاقب کرنے والی گاڑی بھی تھوڑی دور بعد دکھائی دی تھی۔

عمران نے اپنی گاڑی اس سڑک پر ڈال دی جو بندرگاہ کی طرف جاتی تھی۔ جلد ہی ویرانہ شروع ہو گیا اور ایک جگہ گاڑی کا بجن بے ہمگ سا شور پیدا کر کے بند ہو گیا۔ عمران نے اتر کر ٹوٹ اخیاں تھا اور جھک کر بجن کا جائزہ لینے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ ٹھیک اسی وقت تعاقب رنے والی گاڑی بھی قریب ہی آرکی۔ اس پر سے ایک آدمی اتر کر عمران کی طرف بڑھا ساتھ میں اس نے ہاک لگائی تھی۔ ”تم روپا اور کی زد رہو۔ انسے با تھ اور مر اخھاؤ!“

وہ سیدھا کامن روم کی طرف چلا گیا۔۔۔ یہاں عمران ایک آرام کر کی پر نہم دراز آہستہ  
آہستہ جو گم کچل رہا تھا۔  
”آخاہ....!“ وہ اسے دیکھ کر سیدھا بیٹھتا ہوا بولा۔ اب مجھے یہ اطلاع نہ دیجئے گا کہ وہ دونوں  
لارڈ اور لیڈی دھانسو نیکس تھے۔  
”جی نہیں.... اسکی کوئی اطلاع نہیں ہے۔ عورت دشاد والا میں گئی تھی اور مرد ایثر کا نتی  
بنیٹل کے کرہ نمبر ایک سو چار میں مقیم ہے۔ نام نہیں معلوم ہو سکے....!“  
”یہ بھی اچھا ہی ہوا....!“  
”کیوں....؟“

”اللہ کی مرضی.... زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔!“  
”آپ کے لائے ہیں....؟“ صدر نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔  
”اس طرح نہ گھورا کرو.... میرا دل کی قدر زمانہ پن محسوس کرنے لگتا ہے۔!  
”باتوں میں نہ اڑائیے.... وہ کون ہے۔!  
”یاد ہوش میں آئے تو بتائے کہ کون ہے۔ پیشانیں پر قوام نہیں لکھے ہوتے۔!“ پھر صدر  
اپنی روپورث ریکارڈ کرانے چلا گیا تھا۔ وہ اپنی پر معلوم ہوا کہ عمران جاچکا ہے۔ اس کا قیدی ابھی  
نک ہوش میں نہیں آیا۔  
صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں تھی۔ اس نے سوچا کیوں نہ بقیہ وقت کامن روم کی کسی آرام  
کریں یا پر اوگنے کر گزار دے۔

ابھی بیٹھا بھی نہیں تھا کہ اطلاع ملی کہ فون پر اس کی کال ہے۔  
دوسری طرف سے ایکس ٹوکی آواز آئی۔ ”دشاد والا میں اسے ملاش کر کے اس کے بارے  
میں کمل معلومات فراہم کرو۔!  
”بہت بہتر جتاب....!“

”مراہ راست عمران کو روپورث دے سکتے ہو....!“

”بہت بہتر....!“

”دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ اس نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔ پھر

مرد جلد ہی واپس آگیا تھا اور پھر وہ دونوں پورچ میں کھڑے ہاتھ بہا بہا کر گفتگو کرتے رہے تھے  
صدر اپنی گاڑی میں بیٹھا نہیں دیکھتا رہا مرد شاندار شخصیت کا مالک تھا ایسا لگتا تھا جیسے پہلے کبھی  
پرانے فائزہ بھی رہ چکا ہو۔ عورت و لکش تھی اور اس کے ساتھ کچھ ایسی نرمی بھی نہیں لگتی تھی۔  
پھر وہ عمران کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ اسے حالات کا پوری طرح علم نہیں تھا۔ پہا نہیں وہ  
حضرت اب کہاں ہوں گے اور کیا کر رہے ہوں گے پھر اسے خام نرسن یاد آگئی۔ مفت میں ماری  
گئی بے چاری۔ عمران نے اسے اسکے متعلق فون پر گفتگو کرنے سے روک دیا تھا۔ ممکن ہے خام  
نرسن کا بھی انہی لوگوں سے کسی قسم کا تعلق رہا ہو۔ عمران خواہ نواہ کی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا  
تمہوری دیر بعد ایک بھی سی سیاہ گاڑی کپاؤٹ میں داخل ہوئی تھی اور وہ دونوں پورچ سے  
آگے بڑھ آئے تھے۔

ایک باور دی ڈرائیور نے گاڑی سے اتر کر ان کے لئے دروازہ کھولا تھا اور صدر سوچ رہا تھا  
کہ کہیں عمران سے اندازے کی مطلوبی تباہ نہیں ہوئی یا پھر اسی نے اس کا اشارہ غلط سمجھا ہو۔  
بہر حال اب تو دیکھنا ہی تھا۔

اس نے تعاقب شروع کر دیا تھا۔ اگلی گاڑی ایک عمارت کے سامنے رکی تھی اور صرف  
عورت اتر کر عمارت کی طرف بڑھ گئی تھی۔ گاڑی پھر آگے چل دی۔ عمارت کا محل و قوعہ زبان  
نشین کرتے ہوئے صدر نے گاڑی کا تعاقب جاری رکھا تھا۔

کچھ دیر بعد گاڑی ہوٹل انڈر کا نئی بنیٹل کی کپاؤٹ میں داخل ہوئی تھی اور پھر پندرہ منٹ کے  
اندر ہی اندر اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اسی ہوٹل کے کرہ نمبر ایک سو چار میں مقیم ہے۔ نام بھی  
معلوم ہو جاتا لیکن کاؤنٹر کلر ک نے تعاون نہیں کیا تھا۔

اس نے اب سائیکلو میشن کا رکن کیا کیونکہ روپورث ریکارڈ کرانی تھی۔ وہ اپنی میں وہ اس  
مارت کے پاس رکا جہاں عورت اتری تھی۔

تین منزلہ عمارت تھی۔ اعلیٰ درجے کے فلیٹس تھے۔ دشاد والا نام تھا۔  
پھر وہ سائیکلو میشن پہنچا ہی تھا کہ دہاں عمران کی موجودگی کا علم ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ  
وہ اپنے ساتھ کسی بیویش آدمی کو لایا تھا جو ابھی تک بیویش ہے اور عمران کا من روم میں بیٹھا  
اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا ہے۔

”پوادہ مت کرو....!“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”تم نے بہت پھر تی دکھائی ہے اور مجھے محض اذن سے معلوم ہو گیا!“

پھر اس نے صدر کو بتایا تھا کہ پچھلی رات اس پر کس طرح حملہ ہوا تھا اور کس طرح اس نے اب گاڑی پر قبضہ کیا تھا۔ گاڑی کی نمبر پلیٹ کے بارے میں چھان بین کرنے کے سلسلے میں اسے اب عورت کا نام اور پوتہ معلوم ہوا تھا۔ اتفاق سے وہ عورت وہی نکلی جس کے سلسلے میں صدر طبیعت فراہم کرنے لگا تھا۔

”وہ گاڑی اسی کی ہے!“ عمران بولا۔ ”اور وہ جس کی میں نے پتا کی تھی، اس کا ذرا بیور تھا۔“ نالہل اس نے اپنی زبان قطعی بند رکھی ہے۔ اپسیٹسٹ کا خیال ہے کہ وہ اب بھی ہوش میں نہیں ہے۔ گدی پر ذرا زور سے ہاتھ پڑ گیا تھا!“

”میرے پاس بھی ایک گاڑی کا نمبر ہے!“ صدر مردہ کی آواز میں بولا۔ پھر اس نے جب اٹھ بکٹھا اور اس کے صفات التارہا!

”یہ وہی گاڑی ہے جو مرد نے کلب میں طلب کی تھی۔ اس کا نمبر نوٹ سیجھ شاہد اس سے اور کی خصیت پر روشنی پڑ سکے!“

”پیٹ پر لکھ دو....!“ عمران نے میز کی طرف اشارہ کیا۔

صدر نے نمبر تحریر کے تھے اور پھر ناشتے کی میز پر کے قریب آبیٹھا تھا۔

”کو... ایک کپ کافی ہی سکی....!“ عمران پیالی اس کی طرف سر کاتا ہوا بولا۔ ”ٹھری یہ....!“

”تن گھونٹ لینے کے بعد بولا تھا“ کوئی سر جیر بھی سے۔ اس کیس کا....!“

”ابھی تو صرف ایکس ٹوکی ڈم سے سابقہ ہے۔“ مژوودہ بے میری عدم موجودگی میں شادی کردنے ایسا سہرا لکھتا کہ کثرت اولاد سے تجھ آکر جنگل کی رہا یلتا!“

”بات اڑانے کی کوشش نہ سیجھے....!“

”اسے میرے لخت جگرا بھی اپنا بھی یہی حال ہے کہ انہیرے میں ناک ٹوئیے مار رہے ہیں جس کا حال بھی کھلا جاتا ہے!“

اکنے فون پر بیک زیر دے کے نمبر ڈائل کے تھے اور دوسرا طرف سے جواب ملنے پر کہا

کامن روم میں آگر اوٹ گھنے لگا۔ سب سے پہلے تو اسے یہ معلوم کرتا پڑا کہ وہ اس عمارت کے کس فلیٹ میں رہتی ہے اور یہ بھی اسی صورت میں ممکن ہوتا جب وہ اسے کسی فلیٹ سے برآمد ہوئے دیکھ لیتا۔ نام تو معلوم نہیں تھا تو پھر اب اس عمارت کو چھوڑنا پڑے گا!“

صحح ہوتے ہی وہ سائیکو میشن سے نکل کھڑا ہوا تھا۔ ایک ریستوران میں ناشتر کرے دشا دولا کی طرف روان ہو گیا تھا۔

باہر ایک بڑے سے بورڈ پر عمارت کے مکینوں کے نام اور فلیٹ کے نمبر درج تھے۔ ان میں کمی عورت تین تھیں لہذا اس جگہ بھی بات نہ بن سکی۔

اس کے بعد وہ پہلی منزل کی طویل راہباری میں پہنچا تھا دو چار ہی قدم چلا ہو گا کہ زینوں کے سرے پر دوستی آدمی دکھائی دیا جو پچھلی رات اس عورت کے ساتھ تھا۔ وہ دوسرا منزل کے زینوں کی طرف مڑ گیا تھا۔

صدر پلٹ پڑا۔ دوسرا منزل کے ایک فلیٹ کے سامنے رک کر اس نے کال مل کا بٹن دیا تھا اور دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔ صدر تیسری منزل کے زینوں کی طرف بڑھ گیا۔

تیسری منزل کی راہباری میں وہ سگریٹ سلاکن کے لئے رکا تھا۔ دو تین کش لے کر وہ دوسرا منزل پر آیا اور اس فلیٹ کا نمبر دیکھ کر واپسی کے لئے زینے طے کرنے لگا۔ گراؤنڈ فلور پہنچ کر اس بورڈ کے پاس آکھڑا ہوا جس پر کرایہ داروں کے نام تحریر تھے۔ سڑہ نمبر کے فلیٹ سامنے ”نادم سعدیہ درانی“ لکھا ہوا تھا۔

اب اس کی کار عمران کے فلیٹ کی طرف جاری تھی۔ وہ خاصاً گمن تھا۔ غیر متوقع طور پر بلدی کامیابی نصیب ہو گئی تھی۔

عمران ناشتے کی میز پر ملا۔ شاید وہ ذن چڑھے تک سوتا رہا تھا۔ اسے دیکھ کر اس نے سلیمان کو آواز دی اور اس کے لئے بھی کچھ لانے کو کہا تھا۔

”نہیں شکریہ....! میں ناشتہ کر چکا ہوں....!“

”خیر... خیر... بیٹھو... شاید اس کا نام سعدیہ درانی ہے اور فلیٹ نمبر سڑہ میں رہتی ہے!“ صدر کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا اور پھر اس نے بختی سے دانت سیچن لئے تھے۔ سارے جوش پر شہنشاہی پڑ گیا تھا۔

”دفع ہو جاؤ....!“ عمران ہاتھ پلا کر بولا اور سلیمان نہ اسامنہ بنائے ہوئے رخصت ہو گیا۔  
 ”اب آپ کا کیا پروگرام ہے....!“ اس نے صدر سے پوچھا۔  
 ”رات بھر کا جاگا ہوا ہوں.... اگر اجازت ہو تو سینیل پار ہوں!“  
 ”میں سمجھ گیا....!“ عمران بائیس آنکھ دبا کر بولا۔ ”بڑیوں کا سوپ پینا چاہتے ہوں!“  
 ”دوپہر کا کھانا آپ میرے ساتھ کافی نیشنل میں کھائے گا!“  
 ”دھمکی ہے یادِ عوت....؟“  
 ”دعوتِ جتاب....! آپ کو دھمکی دے کر کہاں رہوں گا!“



سر سلطان اس کے منتظر ہی تھے۔ میسے ہی اس نے اپنی آمد کی اطلاع بھجوائی تھی فوراً آفس میں بلوایا گیا تھا۔  
 ”آپ غیر متوقع طور پر دوپس آگئے....!“ عمران نے کہا۔  
 ”موجودہ حالات میں وہاں اس ویرانے میں پڑے رہنا مناسب نہیں سمجھا!“  
 ”میں بھی یہی چاہتا تھا لیکن آپ سے کہہ نہیں سکتا۔ ویسے میں نے یہاں پہنچتے ہی دو اور بیوں کی ڈیوٹی لگادی تھی۔“

”ہاں تو پھر تم نے وہ سامان کے بھجوایا تھا؟“ سر سلطان نے نہ کر پوچھا۔  
 ”غامِ نرسن کو....!“  
 ”نہیں....!“ سر سلطان اچھل پڑے۔

”اوہ.... تو کیا آپ کو بھی دکھ ہوا ہے۔ کیا وہ اسی سزا کی مستحق نہیں تھی!“  
 ”اخلاقی نکتہ نظر سے تو یقیناً تھی!“ سر سلطان مردہ سی آواز میں بولے۔  
 ”بل، تو پھر اسے بھول جائیے۔ ابھی بہتوں پر میری نظر ہے۔ خیر بہر حال میں اس لئے پائزرا ہوں کہ ذرا ایکس ٹو کافیکل نکلوائیے....!“

”لی۔ ایس۔ ایس۔!“ سر سلطان نے آہتہ سے کھا تھا اور پھر بے ساختہ چوک پڑے تھے۔  
 ”آن کو غور سے دیکھا تھا اور ان کے ماتھے پر سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔ پھر انہوں نے میز کی دراز  
 سے عمران کا کیسٹ پلیسٹ نکالا تھا اور اُسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے ساؤنڈ پروف

تھا۔ ”یہ ایک گازی کا نمبر ہے.... لکھو....!“ نمبر لکھوادیے کے بعد بولا تھا۔ ”معلوم کر کر کس کے نام پر جستر کی گئی ہے.... ہاں جلدی ہی ہے!“  
 ”ریسیور رکھ کر وہ صدر کی طرف مڑا تھا۔  
 ”سعدیہ درانی کا جغرافیہ....؟“ صدر نے سوال کیا۔  
 ”کیا تم نہیں جانتے کہ اس عمارت کی زیادہ تر خواتین مادام ہی کہلاتی ہیں!“  
 ”اوہ....!“

”اوچی چیزیں ہیں....!“ عمران سر پلا کر بولا۔  
 ”وفٹافون کی سختی بھی اور عمران نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔ ”اوہ.... جی ہاں میں یہی ہوں۔ سماں لیکم.... جی ہاں آپ سور ہے تھے۔ بہت خاص بات ہے۔ میں آپ سے آفس میں ملا جاتا ہوں۔ گیارہ بجے.... جی بہت بہتر...!“

”ریسیور رکھ کر اس نے کافی کی دوسری بیالی تیار کی تھی اور سلیمان کو آواز دی تھی۔  
 ”فرمائیے....!“ وہ کمرے میں آگر بولا۔

”دوپہر کے کھانے میں کیا ہے!“  
 ”عقيقة کا گوشت....!“

”ابے کہاں سے ہاتھ لگا....!“  
 ”برابر والوں کے حالیہ بچے کا....!“

”بڑے ہی بڑے بھجوادیے ہوں گے!“ عمران نے مایوسی سے کہا۔  
 ”بوٹیاں بھی تھیں.... وہ میں نے میں کو کھلادیں....!“

”دماغ تو نہیں چلن گیا۔“  
 ”اب آپ ایسے گئے گزرے بھی نہیں ہیں کہ بوٹیاں خود کھائیں اور بڑیاں مٹا کے آؤں دیں!“  
 ”ٹھیک کہتا ہے....!“ عمران نے مغموم لیٹجے میں کہا۔ ”بہر حال دوپہر کا کھانا تمہارے خاتمہ رہے گا!“  
 ”بڑیوں کا سوپ بناؤں....؟“ سلیمان نے چک کر پوچھا۔ ”شائد بہت طاقتور ہو ناکے!“

ایک پلک فون بو تھے سے بلیک زیر و سے رابطہ قائم کیا۔

”مارکسی پرنٹس داؤڈ کے نام پر جھڑ ہے۔ پتہ ایک سوچار ائٹر کا نئی نیشنل!“  
دوسری طرف سے آواز آئی۔

”تو مستقل طور پر کافی نیشنل ہی میں مقیم ہے!“

”جی ہاں.... اور دوسری اطلاع.... خانم نرسن کے کمرے میں پائے جانے والے کچھ فنگر  
بیش اس آدمی کی الگیوں کے نشانات سے مل گئے ہیں جس کی لاش ہم نے بریٹ روڈ والی  
ولاد میں دیکھی تھی۔“

”مارت کس کی ملکیت ہے....؟“

”ناور چنڈو دلا کی.... کھاؤں کا تاجر ہے۔ لیکن اس کے بیان کے مطابق عمارت عرصہ سے  
نکل بڑی رہی ہے۔ وہ اس لاش کی شناخت نہیں کر سکا!“

”فیاض کے محکے کی کارروائیوں سے آگاہ رہنے کی کوشش کرتا!“

”بہت بہتر جتاب!....!“

”سلسلہ منقطع کر کے وہ بو تھے سے باہر آیا۔ اب اس کا رخ ہو مل ائٹر کافی نیشنل کی طرف تھا  
اور بڑی میڈی میک اپ تاک پر چھپاں ہو چکا تھا۔“

کافی نیشنل کے قریب بیٹھنے کر اس نے گازی روکی تھی اور ذکر کے سے ایک کیسرہ اور فلیش گن  
نکل کر عمارت کی طرف چل پا تھا۔

ایک بیٹھنے والا تھا۔ ہو مل کے بو تھے سے گھر کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے سیمان  
نما آواز سن کر بولوا۔ ”صفدر صاحب کو جھاکر فون پر بھیج دو!“

”آپ کب آرہے ہیں.... میں نے مٹر کا سوپ تیار کر لیا ہے!“

”خود می جاؤ.... تمہارے ساتھ لخت نہ کر سکوں گا۔ صدر کو بھیجو....!“

بگروہ انتظار کرتا رہا تھا۔ صدر کی آواز سن کر بولوا۔ ”میں کافی نیشنل میں موجود ہوں۔ لخت  
نما آپ سے ہو تو آجائو....!“

”ابھی آؤں....!“

”بڑی میڈی میک اپ میں گائیڈ کم کیسرہ میں....!“

کمرے میں داخل ہو گئے تھے۔ دروازہ اختیاط سے بند کر کے کیسٹ پلیٹر کا سوچ آن کر دیا تھا اور  
”بیگم ایکس ٹو“ کی آوازنے لگے تھے۔

گفتگو کے اختتام پر سوچ آف کر کے بولے۔ ”ذمہ ایکس ٹو کا فائل طلب کرتے اور نہ بچے  
یاد پڑتا۔ وہ فائل ناپ سیکرٹ سیکشن کے ریکارڈ روم سے آئے گا۔ وہاں ایک لاکی دو سال پہلے  
ریکارڈ کپر کی استنسٹھ تھی۔ یہ اسی کی آواز ہو سکتی ہے۔ شامنڈ مس تھوڑی کھلاتی تھی۔ اس نے  
خرابی صحت کی بنا پر استغفار دے دیا تھا لیکن میری معلومات کے مطابق وہ پچھلے چھ ماہ سے ایک  
غیر ملکی سفارت خانے میں کام کر رہی ہے!“

عمران نے پر معنی انداز میں سر کو جنبش دی تھی۔

”لڑکی ہوتا بھی کتنی اچھی بات ہے....!“ اس نے بلا خر کہا تھا۔

”کیا مطلب....?“

”آپ کو نہ صرف اس کی آواز یاد ہے بلکہ نام بھی نہیں بھولے۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ“  
پچھلے چھ ماہ سے ایک سفارت خانے میں کام کر رہی ہے!“

”بکواس کر دو گے تو تھپڑا دوں گا۔ گدھے کہیں کے!“ سر سلطان جھینپ کر بولے۔

”خیر.... خیر.... مجھے بھی کچھ یاد آگیا ہے۔ اسی فائل میں اپنا یہ ریمارک بھی دکھا دیا  
کہ ایک عورت بھی ایکس ٹو کی اصلیت سے واقف ہے لیکن ایکس ٹو اس پر اس حد تک اعتماد کرنا  
ہے کہ اس کا نام اور پتہ تحریر کرنا ضروری نہیں سمجھتا!“

”تب تو بات صاف ہو گئی۔ میں خود ریکارڈ روم میں جا کر فائل نکلواؤں گا اور دیکھوں گا!“

”اس کی بھی ضرورت نہیں۔ یہاں ایکس ٹو کا بکھیرات امت پھیلائیے!“

”بھی تھا ری مرضی....!“

”آپ اس معاملے سے بالکل بے تعلق ہو جائیے۔ لیکن ہوشیدار رہنے گا۔ کیونکہ آپ بھی  
جانتے ہیں کہ ایکس ٹو کون ہے!“

”اسی لئے تو گاؤں سے چلا آیا ہوں....!“

سر سلطان نے اس سفارت خانے سے متعلق ایک مختصر نوٹ لکھ کر عمران کے حوالے کیا تھا  
اور پھر عمران وہاں سے رخصت ہو گیا تھا۔

”پراز فاکٹر معلوم ہوتا ہے....!“  
 ”الگ تو جاندار ہی ہے!“  
 ”اور یہ محترم بھی خاصی ہیں!“  
 ”لہذا آپ کی ذیوٹی دشادولا سے ختم...!“  
 ”میں تو سمجھا تھا کہ اٹلی سے واپسی کے بعد ہم لوگ کچھ دنوں تک آرام کریں گے!“  
 ”اٹلی ہی میں کونسے پہلا ذھانے تھے آپ نے....!“  
 ”یہ تو حقیقت ہے.... الفروزے کا مہمان بنارہا تھا!“  
 ”یاروں کا یار تھا۔ مجھے اس کے انجام پر عرصے تک افسوس رہے گا!“  
 ”اب پھر اس قسم کا کوئی پھر معلوم ہوتا ہے۔ یہ لوگ بھی ایکس ٹو کے پیچے پڑ گئے ہیں!“  
 عمران کچھ نہ بولا۔  
 ”بیگم ایکس ٹو کی خوب رہی!“ صدر نہیں کربولا۔ ”ایکس ٹو کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے!“  
 ”وہ صرف کام لینا جانتا ہے۔ اپنا خیال نہیں ظاہر کرتا!“  
 ”خاصاً محفوظ ہوا ہو گا!“  
 ”شانکہ پیچاہے محفوظ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا!“  
 ”سعدیہ کا ذرا تیور ہوش میں آیا کہ نہیں....!“  
 ”وہنی حالت ثمیک نہیں ہے!“  
 ”میں محسوس کر رہا ہوں کہ ایڈ لاوار پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد سے آپ کی قدر مطمئن ہو گئے ہیں!“  
 ”یہ تو غلط ہے.... البتہ اندازے کی غلطی کا اعتراف کرلوں گا!“  
 ”خ..... خامنہ سرین....!“  
 ”پھر نام لیا تم نے اس کا....!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔  
 ”وابس.... وابس....!“  
 اتنے میں دیٹر طلب کی ہوئی چیزیں لایا تھا۔ پرس داؤ کی میز بھی اب خالی نہیں تھی۔  
 دنوں کھار ہے تھے!

”اوکے.... باس ابھی پہنچا....!“  
 سلسلہ منقطع کر کے عمران بوتحہ سے باہر آگیا۔ غیر ملکیوں کی ایک بھیڑ ڈائیک ہال سے برآمد ہو رہی تھی۔  
 وہ ایک کنارے ہٹ کر راستہ صاف ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اس کی طرف کسی نے توہ نہیں دی۔  
 ہال میں پہنچا تو ہڈی دیٹر اس کے ہاتھ میں کیسرا اور فلیش گن دیکھ کر تیزی سے آگے بڑھا۔  
 ”آپ یہاں بُرنس نہیں کر سکیں گے جتاب....!“ اس نے بڑے ادب سے کہا۔  
 ”بُرنس....؟ کمال کرتے ہو میں یہاں بُرنس نہیں لج کرنے آیا ہوں!“  
 ”تشریف رکھئے جتاب....!“  
 ”ابھی مجھے اپنے ایک دوست کا انتظار یے....!“  
 ”بہت بہتر.... اوہر تشریف لائیے جتاب....!“  
 اس نے ایک میز کی طرف اشارہ کیا تھا اور کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔  
 تھوڑی دیر بعد صدر بھی پہنچ گیا تھا۔ عمران نے ہاتھ ہلا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔  
 قریب پہنچا تو سر ہلا کر بولا۔ ”بہت دنوں بعد پھنسے ہو۔ آج بکرا ذائقہ کر دوں گا!“  
 ”مگر چار آنے سیر نہ پیچے گا!“  
 ”مینو اٹھاؤ.... اور جو دل چاہے میرے لئے بھی منگوں گا۔ اب تو یہ دیکھنا ہے کہ پُر نر داؤ دو اقی شہزادہ ہے یا بھی اس کے والدین زندہ ہیں!“  
 ”وہ تو شاکن اب بھی دشادولا ہی میں ہے۔ میں اسکی گاڑی دیں کھڑی دیکھتا ہوا آیا ہوں!“  
 عمران کچھ نہ بولا۔ صدر نے مینو سے کچھ ڈشیں منتخب کی تھیں اور دیٹر کو بلا کر اپنا آڑ لکھوانے لگا تھا۔  
 ”آگئے شہزادے صاحب بھی....!“ عمران آہستہ سے بولا اور صدر کی نظر غیر ارادی پر صدر دروازے کی طرف اٹھ گئی۔ وہ سعدیہ درانی کے ساتھ ہال میں داخل ہوا تھا اور دیٹر ایک میز کی طرف ان کی راہنمائی کی تھی۔  
 ”میں رات سے سوچ رہا ہوں کہ میں نے اس شخص کو پہلے کہاں دیکھا ہے!“ عمران بولا۔

”اگر یہ اس وقت کہیں گئے تو تمہیں ہی ان کے بیچھے جانا پڑے گا۔ مجھے ایک انتہائی اہم معاملہ دیکھا ہے!“

”جیسی آپکی مرضی... میں تو سمجھا تھا کہ شاید آپ انہی دونوں کے لئے یہاں آئے تھے!“  
”آیا تو تھا.... لیکن اب شہزادے صاحب کو بیچان لینے کے بعد ایک آدھ اور کو بھی چیک کرتا ہے!“

صادر نیپکن سے ہاتھ صاف کر رہا تھا۔

”اچھی بات ہے.... اب تم پھر ان دونوں کو دیکھنا.... میں تو چلا....!“

اس نے اپنا کسہ اور فلیش گن اٹھائے تھے اور ہال سے نکلا چلا آیا تھا۔ ایک بار پھر فون پر سائیکلو میشن سے رابطہ قائم کیا۔

”وہ بول پڑا ہے!“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔ ”اگر آپ خود اس سے باتم کرنا چاہیں تو بلے آئیے!“

”میں آرہا ہوں....!“ عمران نے کہا اور بوتح سے نکل کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔  
بڑی تیز رفتاری سے گاڑی چلاتا ہوا سائیکلو میشن تک آیا تھا۔

ٹھی شعبے کے ایک بستر پر لیٹا ہوا وہ سگریٹ پی رہا تھا اور اس کے چہرے سے کسی قسم کی بھی پریشانی کا ظہور نہیں ہو رہا تھا۔

عمران ایک کرسی گھیث کر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ اس نے اٹھنا چاہا تھا لیکن عمران نے کہا۔ ”لیئے رہو.... تمہیں آرام کی ضرورت ہے!“

اس کی آواز سن کر وہ چونکا تھا.... اور پھر خوف زدہ سی آواز میں بولا تھا۔ ”کیا آپ ہی تھے؟“  
”ہاں میں ہی تھا...!“

”اگر مجھے معلوم ہوتا....!“ وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔  
”ہاں... ہاں کہوڑو مت.... جو کچھ ہونا تھا ہو چکا....!“

”صورت سے تو آپ اتنے پھر تیلے نہیں معلوم ہوتے!“  
”رکی باتوں کے لئے تمہیں بہت وقت ملتے گا۔ کام کی باتم کرو۔ کیا تم اس کے مستقل  
ٹازم ہوں!“

”آہا....!“ دفعتاً عمران چوک پڑا۔ پھر صدر کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا یا۔

”خیریت جتاب عالی....!“

”یاد آگیا کہ یہ شہزادے صاحب کون ہیں!“

”کون ہیں....!“

”ان کے والد بزرگوار کا نام شہنشاہ خان تھا۔ اس لئے یہ انگریزی میں پرنس ہو گئے ہیں۔  
ویسے ان کی والدہ محترمہ بھی انگریز تھیں۔ وہ جزیرہ ان کی ملکیت ہے جسے تم جیسے کھلنڈرے لوگ  
لٹکیوں کا جزو رہ کہتے ہیں!“

”اوہ.... تو یہ کسی تجزیہ اسکیم میں ملوث ہے!“

”خداء جانے والے بھی ہے یا صرف عورت.... اس کی علمی میں عورت کے ڈرائیور نے یہ  
حرکت کی ہو۔“

”تو پھر ہمیں کس پر زور دینا چاہیے!“

”آپ کے لئے تو عورت ہی مناسب رہے گی۔ آج کسی نہ کسی طرح اس سے مل بیٹھنے کی  
کوشش کرو!“

”دیکھوں گا....!“

”دفعتاً ایک دیٹر پرنس داؤڈ کی میز کی طرف بڑھا تھا اور جبک کر آہستہ آہستہ کچھ کہنے لگا تھا۔  
پرنس نے چھری اور کانٹا پلیٹ میں رکھ دیا اور اٹھ کر کاٹنڑ کی طرف چلا گیا۔ شامد فون کاں تھی۔

”سعدیہ نے اپنی کار کی گم شدگی کی روپرٹ ضرور درج کرائی ہو گی!“ صدر بولا۔  
”کرائی ہے۔ ڈرائیور سمیت گم شدگی کی روپرٹ۔ لیکن اب ڈرائیور تو اسے نہیں مل سکے  
گا۔ البتہ گاڑی شہر کے کسی حصے میں کھڑی مل جائے گی۔ وہ بھی ایسی حالت میں کہ اس کا  
ریڈیو اور ریکارڈ پلیسٹ نکلا جا پکا ہو گا!“

”اوہ....!“

”پرنس داؤڈ اپنی میز پر داپس آگیا تھا اور سعدیہ درانی سے آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہا تھا۔ پھر  
انہوں نے محسوس کیا جیسے وہ دونوں کھانے میں جلدی کر رہے ہوں!“

”ہمیں بھی شامد جلدی ہی کرنی چاہئے!“ صدر بولا۔

”لیکن ہر ماہ پیسے تو بھگواتا ہوں۔!“  
 ”پا اکھوادیتا.... پیسے پتخت جائیں گے۔!“  
 ”جیسی آپ لوگوں کی مرضی.... اب تو حماقت ہوتی گئی ہے۔!  
 ”پر نس داؤ دی سعدیہ بھی کبھی لاخ پر جاتے ہیں۔!“  
 ”نہیں جتاب.... میں نے ان دونوں کو پہلی بار دیکھا ہے۔ البتہ ایک دلی عیسائی لڑکی قرباً  
 دو ماہ سے کپتان کی مہمان ہے۔ وہ تو مہمان ہی کہتا ہے لیکن وہ بتکاری کچھ ایسی سمجھی سی رہتی ہے  
 جیسے اپنی مرضی کے خلاف لاخ پر رہنا پڑ رہا ہو۔!  
 ”نام معلوم ہے....!“  
 ”کیوں نہیں کپتان اُسے مس تھو تھی کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔!  
 ”اوہ.... اچھا بآرام کرو....!“ عمران اٹھتا ہوا بولا تھا۔



کافی نینٹ سے اٹھ کر وہ دونوں اسی طلتے کے تھانے میں گئے تھے جہاں دلشاد والا واقع تھی۔  
 سعدیہ کی گاڑی مل گئی تھی اور تھانے کا انچارج اس کا منتظر تھا۔ صدر نے اپنی گاڑی تھانے  
 سے فاصلے پر روکی تھی اور پیدل تھانے تک آیا تھا۔  
 تھوڑی دیر بعد سعدیہ اپنی گاڑی میں تہاد کھائی دی۔ پر نس شائد تھانے ہی میں رہ گیا تھا۔  
 صدر نے اس وقت یہی فیصلہ کیا کہ اسے سعدیہ کا تعاقب کرنا چاہئے۔ وہ دلشاد والا کی بجائے کہیں  
 اور جاری تھی۔  
 صدر خاصے فاصلے سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ شہر سے نکل کر دہ بندراگاہ والی سڑک پر ہوئی۔  
 تھوڑی دیر بعد صدر نے اسے پتخت ہوٹل کی کمپاؤڈ میں داخل ہوتے دیکھا۔ اپنی گاڑی مغربی  
 گوشے کی طرف لیتا چلا گیا تھا۔  
 اس کے بعد وہ اس کے پیچھے پیچھے ہی ڈائینگ ہال میں داخل ہوا تھا۔ وہ ایک میز کی طرف  
 بڑھتی چلی گئی جہاں ایک غیر ملکی بیٹھا کافی پی رہا تھا۔ اس کے قریب پہنچنے پر وہ مسکراتا ہوا اٹھا تھا  
 اور مصافتوں کر کے اسے بیٹھنے کو کہا تھا۔  
 صدر نے ان کے پیچھے والی قریبی میز سنپھال لی۔

”کس کے....؟“  
 ”سعدیہ درانی کے....!“  
 ”نہیں جتاب.... وقتی طور پر مجھے اس کی ڈرائیوری سونپی گئی تھی۔!  
 ”تو پھر پرنس داؤ دے کے ملازم ہو گے۔!  
 ”نہیں جتاب.... میں ایک جہاز راں ہوں۔ ہماری بڑی لاخ وہابیت ایگل گودی میں انگریز  
 انداز ہے اور ہم جزیرہ موبار کے باشدے ہیں۔!  
 ”میں تمہارے مالک کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔!  
 ”ہم کپتان کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتے۔ وہ ایک یونانی ہے۔ ہسٹرپوگاس....!  
 ”گودی میں کب سے لنگر انداز ہے تمہاری لاخی....!  
 ”پندرہ دن سے جتاب....!  
 ”تم مجھے کہاں لے جاتے....?  
 ”لاخ پر.... مجھے یہی حکم ملا تھا۔!  
 ”تو وہ لاخیاب بھی گودی ہی میں لنگر انداز ہے۔!  
 ”ہونا تو چاہئے.... لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میری واپسی نہ ہونے کی بنا پر لنگر اخدادیا گیا ہو۔!  
 ”یہاں سے کہاں جاسکتی ہے۔!  
 ”آس پاس کے کسی بھی جزیرے میں.... دراصل بار برداری کی لاخی ہے۔ یہاں سے دوناں  
 ٹک جاتی ہے۔!  
 ”اور وہ بار برداری قانونی نہ ہو گی۔!  
 ”قانونی ہی ہوتی ہے۔ لیکن کسی قدر غیر قانونی بھی۔ غیر قانونی اس وقت ہوتی ہے جب  
 فرنیٹر سے مال آتا ہے۔!  
 ”میں سمجھ گیا۔ جب تک ہم مناسب سمجھیں گے تم یہیں آرام کرو گے۔!  
 ”میں نے سب کچھ صاف صاف بتایا ہے اب مجھ پر رحم کیجئے۔ میرے چھوٹے چھوٹے  
 بچے ہیں۔!  
 ”ظاہر ہے کہ تم اپنے اس کام کی وجہ سے مہینوں گھر کی شکل نہ دیکھتے ہو گے۔!

لئر انداز ہے اور سعدیہ کو جزیرہ موبار لے جائے گی۔  
ویٹر کو بلا کر اس نے کافی طلب کی تھی۔

اتھے میں غیر مکمل ویٹر کو ادائیگی کر کے اپنی کرسی سے اٹھ گیا تھا۔  
”جاوے بیٹھی..... تم بھی جاؤ.....!“ صدر آہستہ سے بڑھ لیا۔ ”تم اپنی لانچ پر جاؤ گے جو تھری  
کی پر لئر انداز ہے اور میں تمہیں بعد میں بھی تلاش کر سکوں گا!“  
وہ بھی چلا گیا اور صدر کافی کی چسکیاں لیتا رہا۔ دیسے وہ عمران کو صورتحال سے آگاہ کر دینا  
چاہتا تھا۔

اٹھ کر کاٹنر پر آیا اور فون پر کال کرنے کی اجازت لے کر عمران کے نمبر ڈائل کئے۔ وہ گھر پر  
نہیں تھا۔ اس نے سائیکو مینشن کے نمبر بھی آزمائے اور وہ وہاں مل گیا تھا۔ صدر نے روپرٹ دی۔  
”بہت اچھے....!“ بالآخر عمران کی آواز آئی۔ ”انعام کے مستحق ہوتے جادہ ہے۔ اس لانچ  
کام وہیت ایگل ہے اور وہ آدمی فرانسیسی نہیں یوتانی ہے۔ اس کا نام پوگاس ہے اور شاہزاد یوتانی  
اور فرانسیسی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں بول سکتا۔ بہر حال یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ  
غمتر مہ سعدیہ بھی فرانسیسی بول سکتی ہیں۔!  
”لتقط درست نہیں....!“

”وہ میں ٹھیک کر لوں گا۔ تم فکرنا کرو اور اب واپس آجائ۔ بقیہ میں خود دیکھ لوں گا۔ آج کے  
لئے کافی بھرپوری ہے۔!“ اکل میرے ساتھ ہمیں کے پائے اور بکری کی او جھڑی کھانا۔۔۔ ٹھٹا۔۔۔!



سعدیہ درانی اپنے قلیٹ میں داخل ہوتے ہی اچھل پڑی۔ سامنے آرام کر کے ایک آدمی نیم  
دراز سے ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھے جا رہا تھا۔  
”تت.... تم....!“ وہ باتھ اٹھا کر ہکلائی۔

”ہاں مادام....!“ میں نے کہا کیوں نہ خود ہی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ تم کیوں خواہ نکوہ  
پریشان ہوتی پھر وو!“

”یہاں سے چلے جاؤ.... ورنہ میں پولیس کو طلب کر لوں گی!“

”ہاں....!“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ ”بالآخر معاملہ پولیس ہی تک پہنچ گا!“

سعدیہ غیر ملکی سے فرانسیسی میں کہہ رہی تھی۔ ”ھماڑی تو مل گئی ہے۔ لیکن ریٹیو اور ریکارڈز  
پیسر غائب ہے!“

”میرا آدمی بھی ابھی تک واپس نہیں آیا....!“ مرد بولے۔  
”کہیں اسی کی حرکت نہ ہو....!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا مادام.... کیا سے اپنی زندگی عزیز نہ ہوگی۔ میرا خیال ہے کہ“  
کپڑا گیا ہے!“

”اگر کپڑا گیا ہے تو تم لوگوں کے لئے خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے!“

”خطرات تو زبدگی کے ساتھ ہیں۔!“ اس نے لاپرواہی سے شانوں کو جہنم دے کر کہا۔  
”ہو سکتا ہے تم ایسے ہی دلیر ہو.... لیکن مجھے تو اسی شہر میں رہنا ہے اور پرنیں کی پوزیشن  
بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے!“

”پرنیں بھی ہماری ہی طرح ڈھر ہے۔ تم اس کی فکرنا کرو۔“

”ٹھیک ہے.... لیکن میرے لئے دشواریاں پیدا ہو سکتی ہیں!“

”کچھ بھی نہیں مادام.... میرے ساتھ چلو.... سب ٹھیک ہو جائے گا!“

”تمہارے ساتھ کہاں چلوں....!“

”لانچ پر.... تمہیں کچھ دنوں کے لئے موبار پہنچادیں گے!“

”سنو.... تمہارے آدمی نے سب کچھ اگل دیا ہو گا!“

”آف.... فو.... پھر بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کروں....!“

”میری کبھی میں نہیں آتا....!“

”تو پھر میری عقل پر بھروسہ کرو.... چلی چلو.... لانچ پر!“

”اپنا ضروری سامان تو لے آؤں!“

”چلو یہی سکی۔ یہ پاس رکھو.... اسے دکھا کر بر تھہ تھری سی پر چلی آئ۔“ پھر وہ اٹھی تھی  
اور اس سے مصافنے کر کے باہر چلی گئی۔ صدر نے مزید تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا اب وہ اس  
تیسرے آدمی پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔ ٹھنگوں سے اندازہ ہو گیا تھا کہ عمران پر حملہ کرنے والا اس کا  
بھیجا ہوا تھا۔ جواب تک واپس نہیں آیا اور کسی ایسی لانچ کا ذکر کر چکا تھا جو بر تھہ نمبر تھری سی پر

”ایے کھلیوں میں یہی ہوتا ہے مادام...!“ وہ آہستہ سے بولا۔ ”انشائے راز کے ڈر سے کچھ  
بڑے اپنے ہاتھوں ہی پینٹے پڑتے ہیں!“

”مم... مجھے... بچاؤ...!“ وہ ہکلائی۔

”ممکن ہے!“ عمران سر ہلاکر بولا۔ ”لیکن اسی صورت میں جب تم سب کچھ حق بخداو!“

”بخداوں گی... مجھے یہاں سے کہیں اور لے چلو...!“

”یہ بھی ممکن ہے.... چلو انھوں... جو کچھ ساتھ لینا ہو لے لو...!“

اس نے ایک اپنی کیس میں جلدی کچھ چیزیں ٹھوٹیں اور چلنے کیلئے تیار ہو گئی تھی۔  
فیٹ کو مقلع کر کے وہ نیچے آئے تھے۔ عمران کی گاڑی موجود تھی۔ اس نے سعدیہ سے  
کہا۔ ”تم پچھلی سیٹ پر بیٹھو... اور اس پر نظر رکھنا کہ تعاقب تو نہیں کیا جا رہا!“

اس نے چب چاپ قابل کی تھی۔

گاڑی چل پڑی۔ تھوڑی دیر بعد سعدیہ نے کہا تھا۔ ”میں نہیں جانتی کہ تم کون ہو لیکن تم پر  
اعتماد کر لینے کو دل چاہتا ہے۔ تمہاری آنکھیں ایمان داروں کی ہیں!“

”خاموشی زیر اولاد تھی ہے۔ فی الحال اس پر عمل کرو۔ کہیں چین سے بیٹھنے کے بعد ہی گفتگو  
ہو گی!“

”ابھی تک تو نہیں کہا جا سکتا کہ تعاقب کیا جا رہا ہو!“

”بس دھیان رکھنا...!“

”تھوڑی دیر بعد عمران کی گاڑی راتا پیلس میں داخل ہوئی تھی۔ بلیک زیر وہاں موجود تھا۔“

جزف بھی تھا ان دونوں دہ عمران کی ہدایت کے مطابق راتا پیلس ہی میں مقیم تھا!“

”بہت گہرے معلوم ہوتے ہو....!“ اس نے گاڑی سے اتر کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”لبابر نہیں ہے ہمارا...!... چس ورس کا جھنچھت نہیں پالتے!“

”میں نہیں سمجھی....!“

”وڈٹلری کھول رکھی ہے۔ فرانس اور اپین کی اعلیٰ ترین شراب نہیں کشید کراتا ہوں اور غیر ملکی  
لبیل لگا کر اجھے داموں چلا دیتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو تمہیں شکر قند کی شراب ابھی پلو اسکتا ہوں!“

”شکر قند کی شراب...?“

”لگ... کیا مطلب...!“

”نبیل پہنچے گا تو تم بھی خامنہ نسرين کی طرح مارڈالی جاؤ گی!“

”مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش نہ کرو!“

”تم نے جو بزرگی دکھائی ہے اس کی پاداش میں وہ تمہیں سمندر میں پھینک دیں گے۔ قوم  
رکھ کر تو دیکھو وہاں ایگل پر۔ وہاں کیوں کھڑی ہوا در آکر پینٹھ جاؤ۔ دودو باشیں کئے بغیر واپس  
نہیں جاؤں گا!“

”وہ لڑکہ اتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھی تھی اور اسکے قریب ایک کرسی پر پینٹھ گئی تھی۔

”وہ لڑکی کہاں گئی...؟“

”کون لڑکی...؟“

”وہی جو دو ماہ سے غائب ہے۔ ایک سفارت خانے میں ملازم تھی۔ بغیر اطلاع غیر حاضری پر  
اس کی ملازمت بھی جاتی رہی۔ دو ماہ سے اس کا فلیٹ مغلظہ ہے۔ کراچی پڑھ رہا ہے!“

”میں نہیں جانتی وہ کون ہے....!“

”تم مس تو تھی کو نہیں جانتیں!“ عمران نے حیرت سے کہا تھا۔ پھر اگر اس نے بڑی  
بھرتی سے اس کی کرسی نہ اٹ دی ہوتی تو ایک بے آواز قاتر نے اس کا کام ہی تمام کر دیا ہوتا۔  
پستول کی نال بالکنی والی کھڑکی سے اندر داخل ہوئی تھی۔ گولی بڑے گلدان پر لگی تھی اور وہ چور  
چور ہو گیا تھا۔ عمران کھڑکی کی طرف بچھتا ہی تھا کہ نیچے سے کسی گاڑی کے اشارت ہونے کی  
آواز آئی تھی۔ وہ کھڑکی سے بالکنی پر کو دیکھا۔ لمبی سی سیاہ گاڑی بہت دور جا چکی تھی۔

وہ پھر کمرے میں واپس آیا۔ سعدیہ اب بھی فرش ہی پر پڑی ہوئی تھی اور اس کی رنگت زرد  
ہو رہی تھی۔

نکل گیا۔ سیاہ گاڑی تھی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ شہزادے صاحب ہی رہے ہوں۔ عمران نے  
اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے کرسی سیدھی کی تھی اور اسے اٹھا کر بٹھا دیا تھا۔

کسی سحر زدہ کے سے انداز میں بالکل گم سم تھی۔

عمران نے ٹوٹے ہوئے گلدان کی کرچیوں کے ذمہ سے گولی ڈھونڈھ نکالی اور اسے بڑی  
احتیاط سے اپنے کوٹ کی اندر ورنی جیب میں رکھ لیا۔

”اور نہیں تو کیا... اگور و گمور کہاں سے لاوں گا۔ شکر قدم کی وہ سکی کا جواب نہیں ہے ریڈ وائی ٹماڑوں سے کشید کرایا ہوں۔!“

”لبی چار سو میں ہو رہی ہے۔!“

”چار سو میں نہیں.... آٹھ سو چالیس کھو...!“

پھر وہ اسے ایک بے حد بجے ہوئے کرنے میں لایا تھا....!

”کیا تمہارا ہی نام عمران ہے....؟“ سعدیہ نے دفلٹ پوچھا

”سوالت میں کروں گا.... تم نہیں....!“

”پوچھو... کیا یو چھتا چاہتے ہو...!“ وہ کرسی پر گھٹی ہوئی بولی۔

”میں تم سے مس تمو تھی کے بارے میں معلومات فراہم کرنا چاہتا تھا۔ تھیک اسی وقت کی نے تم پر فائز کیا تھا!“

ایک بار پھر سعدیہ کے چہرے کا رنگ از گیا۔ چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ”وہ میری دوست تھی۔ دراصل وہ میری ایک کلاس فلکو کی چھوٹی بیٹی ہے۔ اس نے ہماری جان بیجاں بہت پرانی تھی۔ چھ ماہ پہلے کی بات ہے کہ میری ملاقات پر نس داؤد سے ہوئی اور ہم دوست بن گئے۔ پھر وہ تمو تھی میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ ایک دن اچانک اس نے مجھ سے کہا کہ تمو تھی کے اغواہ میں اس کی مدد کروں۔ میں اس پر تیار نہیں ہوئی تھی۔ تب مجھے اس نے ایک بہت بڑی دھمکی دی اور میں نے محسوس کیا کہ میں بلیک میں کی جا رہی ہوں۔!“

”وہ کس طرح...؟“ عمران نے سوال کیا۔

”اب تو سب کچھ صاف بتانا پڑے گا....!“ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ”میں نے ابھی تک کوئی ایسا جرم نہیں کیا جس کی سزا موت ہو۔ بہر حال پرنس نے مجھے غیر قانونی منیات کی نقل و حرکت میں ملوث کر دیا۔ معمول معاوضہ ملتا تھا اور خطرہ بھی کوئی نہیں تھا مجھ پر شہبہ ہی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ میں منیات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی ہوں۔ لیکن ایک بار ایک جگہ چھاپ پڑا۔ میں تو صاف تکل گئی تھی۔ مگر پولیس نے وہاں سے انگلیوں کے کچھ نشانات حاصل کرنے تھے۔ جن میں میری انگلیوں کے بھی نشانات تھے۔ بہر حال پرنس نے انہیں نشانات کے حوالے سے مجھے بلیک میں کرنا شروع کر دیا تھا۔ میں چاہتی بھی تو اب ان لوگوں کا

ساتھ نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ بار بار مجھے بھی دھمکی ملتی کہ اگر میری نشاندہی کردی گئی تو میں اپنی انگلیوں کے نشانات کی وجہ سے جیل میں ہوں گی۔!“

”ہوں.... اچھا....!“

”اب اگر تم ہی عمران ہو تو.... وہ لوگ تمہارے خون کے پیاسے ہیں صرف تمہارے ہی نہیں بلکہ اس کے بھی جس نے تمہیں ان کا کاروبار تھس نہیں کرنے کے لئے اٹھی بھیجا تھا۔!“

”آہا.... وہا.... کیا بات ہوئی ہے۔ لیکن میں نے تم سے تمو تھی کے بارے میں پوچھا تھا۔!“

”وہ ایک لائچ میں قید ہے۔ اصل میں یہ لائچ وہاں ایگل بر تھ نمبر تھری سی پر لنگر انداز ہے۔ تمو تھی ہی نے تمہارے متعلق انہیں معلومات بھم پہنچائی ہیں۔!“

”اپنی خوشی سے تو نہ بتائی ہوں گی۔!“

”میں کہہ چکی ہوں کہ وہ قیدی ہے۔ اس پر تشدد کیا جاتا ہے۔ بیچاری کی اچھی خاصی تلازمنت بھی گئی۔!“

”اوہب تم بھی اسی لائچ پر جانے والی تھیں۔!“ عمران نے کہا۔  
سعدیہ کچھ نہ بولی۔



لائچ نے بر تھ چھوڑ دی تھی اور شمال مغرب کی طرف چل نکلی تھی۔ اس کے آس پاس ہائی گیری کی کئی کشتیاں بھی حرکت کر رہی تھیں۔ انہی میں سے ایک کشتی کا تعلق سائیکو مینشن سے ہی تھا۔ اس میں جوزف، صدر، خاور اور صدیقی تھے۔!

بظاہر وہ ایک ماہی گیری کی کشتی تھی لیکن وقت آنے پر جلی کشتی میں بھی تبدیل ہو سکتی تھی۔ صدر دور میں سے مغربی افق کا جائزہ لے رہا تھا۔

جوزف انہیں اٹھی کے معمر کے سارہا تھا۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی کچھ نہیں سن رہا تھا۔ ان کی آنکھیں وہاں ایگل کی طرف لگی ہوئی تھیں۔

ایکس نو کا حکم تھا کہ اُسے نظروں سے او جھل نہ ہونے دیا جائے۔

تحوڑی دیر بعد صدر عرش سے سے ہٹ کر ان لوگوں کے پاس آگیا۔ اب جوزف نے افریقہ کو دوست ناک جنگلوں کی کہانی چھیڑ رکھی تھی۔

”آپ اصل معاملے کی ہوانہیں لگنے دیتے...!“  
 ”بھی تک جو کچھ بھی کہا ہے وہ محض قیاس ہے۔ ہو سکتا ہے حقیقت کچھ اور ہو۔ لہذا میں  
 نہیں سمجھتا کہ مجھے بھی اصل معاملے کی ہوا لگتی ہی گئی ہو۔!“  
 ”اوہ.... وہ لائق پلٹ رہی ہے۔!“ اچانک جوزف غریبا۔  
 ”ارے.... کیا گکرانے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ لوگ....!“ صدر اچھل پڑا۔  
 عمران نے دوڑ کر دہیل سنجالا تھا اگر وہ پھر تی کا مظاہرہ نہ کرتا تو لازمی طور پر وہ لائق ان کی  
 لائج سے آنکروائی ہوتی۔  
 ”وہ ایسی جگہ تھے جہاں دور دور سک ان دونوں لانچوں کے علاوہ کسی تیسری کا وجود نہیں تھا۔  
 کچھ دور جا کر اس لائق نے ایک لمبا چکر کاٹا اور پھر چڑھ دوڑی۔  
 صدر ماہیکر و فون سنجالے عرش پر کھڑا جیچ رہا تھا۔ یہ کیا حرکت ہو رہی ہے۔ کیا تم ہماری  
 لائج کوڈ بونا چاہتے ہو؟“  
 اس بار عمران نے پھر جھکائی دی اور لائق کو باسیں جانب لیتا چلا گیا ساتھ ہی اس نے جیچ کر کہا  
 تھا۔ ”فارمت کرنا۔ بیگم ایکس ٹو پلٹ ہو ضائع ہو جائے گی۔!“  
 ”دوسری لائج آگے جا کر پھر پلٹی تھی۔“  
 جوزف آپ سے باہر ہو رہا تھا اس کا بس چلتا تو اس لائق پر چھلانگ لگادیتا۔ صدر ماہیک سے  
 رابر پیٹھے جارہا تھا۔ دھنٹا دوسرا لائق سے بھی آواز آئی۔  
 ”تم کون ہو.... ہمارا چیچا کیوں کر رہے ہو....!“  
 ”کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔ ہم کسی کا بھی چیچا نہیں کر رہے۔ موبار جارہے ہیں۔!“ صدر چینا۔  
 ”ہم تمہاری لائج کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔!“ دوسری لائج سے آواز آئی۔  
 ”تم کون ہوتے ہو تلاشی لینے والے....!“  
 ”بس ہمیں شبہ ہے کہ تم لوگ ہمارے چیچے ہو....!“  
 ”اچھی بات ہے....!“ عمران نے صدر کو مخاطب کر کے کہا۔ ”اب انہیں وارنگ دے دو  
 کاگر قاعدے سے نہ رہے تو ان کی لائج الٹ دی جائے گی۔“

”تو کیا ہمیں صرف تعاقب ہی کرنا ہے....؟“ خاور نے پوچھا۔  
 ”اظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے....!“  
 ”انجمن روم میں جو شخص موجود ہے اس کے بارے میں تم کیا جانتے ہو....؟“  
 ”میں نے پہلے کبھی اسے نہیں دیکھا....!“ صدر نے جواب دیا۔  
 ”دیکھا تو میں نے بھی نہیں ہے لیکن جس رفتار سے وہ جیو ٹم صرف کر رہا ہے اس سے بھجے  
 شہہ ہے۔!  
 ”چیو ٹم....!“ صدر چوک پڑا۔  
 ”ہاں.... آں....!“ خاور مسکرا یا۔  
 صدر نے جوزف کی طرف دیکھا تھا۔ جو حیرت سے منہ چھاڑے خاور کی طرف دیکھے جاتا  
 تھا۔ دھنٹا انجمن روم کی کھڑکی سے اسڑا کرنے سر نکال کر کہا۔  
 ”زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔!  
 ”ارے تو اس رازداری کی کیا ضرورت تھی۔!“ صدر چہک کر بولا۔  
 ”کوئی نہ کوئی میرا تعاقب کرتا رہتا ہے۔ ان لوگوں کی دانست میں اس وقت بھی اپنے قلب  
 ہی میں موجود ہوں گا۔!  
 ”آخر چکر کیا ہے....؟“ خاور نے پوچھا۔  
 ”مگنجر دیش کا ایک بڑا اسکلر مجھ سے انتقام لینا چاہتا ہے۔ میں نے اٹلی میں اس کا بزنس بڑا  
 کر دیا تھا۔!  
 ”تو ایکس ٹو کہاں سے آگوادا....!“  
 ”اے کسی طرح علم ہو گیا ہے کہ میں کسی ایکس ٹو کے لئے کام کرتا ہوں۔!  
 ”اور یہ بیگم ایکس ٹو....!“  
 ”بیگم ایکس ٹو ہی کے تو سطح سے اس کا علم ہوا ہے کہ میں ایکس ٹو کے لئے کام کرتا ہوں۔!  
 ”تو کیا اسی کسی بیگم کا وجود حقیقی ہے۔!  
 ”فی الحال بھی سمجھو....!  
 ”اس لائق پر کون ہے....؟“

اس بار عمران نے اپنی لائچ کو تو اس کی ٹکر سے بچایا تھا وہ پھر پڑی ہی تھی کہ اس بار پہلی کل سطح سے کئی گزاوچی اچھل کر دو رجا گری۔ لیکن اسی نہیں تھی۔  
”وارنگ....!“ صدر ماں کرو فون میں چینا۔ یہ پہلی وارنگ تھی۔ اگر اب بھی سیدھی طرح اپنی راہ نہ لی تو تہہ نشین کر دیئے جاؤ گے۔!

کوئی جواب نہیں ملا تھا اور پھر وہ لائچ مختلف سوت میں بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔  
”ارے یہ تو پھر بندرگاہ کی طرف جا رہی ہے۔“ خاور بولا۔

انجمن روم سے عمران کی آواز آئی۔ ”اب ہم موبارہ کی طرف جائیں گے اسے جانے“  
جدھر جا رہی ہے۔ ہو سکتا ہے ہمارے قول کی صداقت آزمانا چاہیے ہوں وہ لوگ....!  
کوئی کچھ نہ بولا اور لائچ موبارہ کی طرف بڑھتی رہی۔  
وہ سب بھی انجمن روم میں پہنچ گئے۔

”بڑے دیدہ ولیر لوگ معلوم ہوتے ہیں۔!“ صدر بولا۔  
”میرا خیال ہے کہ پرنس داؤ یہاں ان لوگوں کا بیجٹ ہے۔!



بڑے بالوں والا حجم شیخم آدمی شاہد کا نئی نینڈل کے کرہ نمبر ایک سو چار میں داخل ہوا پہلے  
اس نے دنک دی تھی اور پرنس کی اجازت ملنے پر ہینڈل گھما کر کمرے کا دروازہ کھولا تھا۔ پرنس  
داود سامنے کری پر نیم دراز نظر آیا۔

”میرے آداب قبول فرمائیے پرنس....!“

”آداب....!“ پرنس نے خنک لبھ میں کہا۔ ”بیٹھو....!“

وہ ٹھکریہ ادا کر کے سامنے والی کری پر بیٹھ گیا۔

”ایک لائچ نے ہماری لائچ کا تعاقب کیا تھا۔ اس لئے وہ پھر گودی کی طرف پلت آئی ہے۔  
باس کا خیال ہے کہ آپ نے جلد بازی سے کام لیا۔!“

”کبھی کبھی اندازے کی غلطی ہوئی جاتی ہے۔ لیکن اب میں اس احمد کو زندہ نہیں چھوڑوں گا!“  
”لیکن باس کا خیال ہے کہ وہ طوہ نہیں ہے۔ اگر اس پر ہاتھ ڈالنا آسان ہوتا تو اتنا کہڑا  
کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔!“

”ضروری نہیں ہے کہ میں تمہارے باس سے متفق ہوں۔!“

”باں داش مند ہے پرنس....!“

”پرنس داؤ کچھ نہ بولا۔ وہ سگریٹ سکارہا تھا۔ دیے اس کے چہرے پر ایسا ہی تاثر تھا جیسے  
ٹاپک کا حمق سمجھتا ہو۔“

”تعاقب کرنے والی لائچ نے ہماری لائچ پر کوئی تا معلوم حریب بھی آزمایا تھا۔!“

”کیا مطلب....?“

”کئی گزاوچی اچھل کر دو رجا چڑی تھی اور لائچ پر سے کہا گیا تھا کہ اس بار ہبھی دی جائے گی۔!  
کیا بک رہے ہو.... اس کی نوبت کیے آئی تھی....!“

”تعاقب کئے جانے کے شے کی بناء پر ہماری لائچ اس پر چڑھ دوڑی تھی۔!  
کیا پو گاس کا داماغ چل گیا ہے۔!“ پرنس نے غصیلے لبھ میں کہا۔

”میری دانست میں بھی یہ احتمانہ فعل تھا....!“

”پھر دوسری احتمانہ حرکت یہ کہ دوبارہ گودی کی طرف لوٹ آیا ہے۔!  
میں آپ سے متفق ہوں پرنس....!“

”اس سے کہو کہ لائچ کو موبارہ کی بجائے میرے جزیرے کی طرف لے جائے۔!  
ویسے ہم سبھی حماقت کے مرٹکب ہو رہے ہیں۔!“

”کیا مطلب....?“

”ڈرائیور اور گاڑی کے غائب ہو جانے کے بعد آپ کو سعدیہ سے دور ہی رہنا چاہئے تھا۔  
لیکن آپ صبح اٹھ کر دلشاہد والا تشریف لے گئے تھے۔!  
اکیا ہے۔ عمران تو مجھے اس کے ساتھ پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔“

”اس سے کیا ہوتا ہے۔ عمران تو مجھے اس کے ساتھ پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔  
لیکن شائد اسے علم نہ رہا ہو کہ وہ دلشاہد والا میں رہتی ہے۔!  
تم کہنا کیا چاہئے ہو....!“

”ہم سب حماقوں کے مرٹکب ہو رہے ہیں۔ باس کو یہ پسند نہیں....!  
تمہارے باس ہی کے مشورے پر میں نے سعدیہ کو ختم کر دینا چاہا تھا۔!  
اور آپ اس میں ناکام رہے تھے۔!“

پس کے جزیرے کی طرف لے جائے اور تا حکم ٹانی وہیں لنگر انداز رکھے!“  
ریسیور رکھ کر گلاس میں بچی کچی شراب حلق میں انٹیلی لی تھی اور قیمت او اکرنے کے بعد  
اٹھ گیا تھا۔!

بہر اس کی گاڑی پار ک تھی۔ گاڑی میں بیٹھ کر اُس نے فوراً ہی انجن اسٹارٹ نہیں کیا  
تھا۔ تھوڑی دیر تک بیٹھا کچھ سوچتا رہا تھا۔



عمران کی لانچ موبار کے ساحل پر لنگر انداز تھی اور وہاں تک ایگل کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔  
قریباً نو بجے شب کو ٹرانس میٹر پر عمران کی کال ہوئی تھی۔ بلیک زیر و نے اسے اطلاع دی  
تھی کہ وہاں تک ایگل پھر گودی میں واپس آئی تھی اور تھوڑی دیر بعد دوبارہ روانہ ہو گئی تھی اور اب  
اس وقت پر نس داؤڈ کے جزیرے کے مشرقی ساحل پر لنگر انداز ہے۔

”اب کیا خیال ہے....؟“ صدر نے عمران سے سوال کیا۔

”تھوڑی دیر بعد ہم بھی اُدھر ہی روانہ ہو جائیں گے!“ عمران بولا۔ ”ویسے مجھے یقین ہے  
کہ وہ لانچ کا حلیہ بدلتے کے لئے اُسے وہاں لے گئے ہیں۔ رنگ و روغن اور نام سچی کچھ بدل کر  
رکھ دیا جائے گا۔!“

”پھر اس صورت میں آپ کیا کر سکیں گے!“

”وہاں تک کے خلاف بھی فی الحال کوئی واضح ثبوت نہیں ہے۔ وہ عورت سعدیہ اپنایاں  
تبديل بھی کر سکتی ہے۔ جو عورت اس پر قید ہے اگر وہ ہاتھ آجائے تو کام چلے۔ وہ بھی اسی  
صورت میں کہ وہاں تک کے عملے کا کوئی آدمی اصل مجرم کی نشاندہی کر دے!“

”تو پھر اب کس بات کا انتظار ہے!“

”ذریثروں.... رات کچھ اور بھگنے دو۔ داؤڈ کا جزیرہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے!“

”مجھے تو پر نس داؤد ہی اس سازش کا سر غنہ لگتا ہے!“

”بعید از امکان نہیں....!“

رات کے کھانے کے بعد اس نے پھر بلیک زیر و کی کال ریسیور کی تھی اور انہیں بتایا تھا کہ  
کانٹی نیشنل کے کمرہ نمبر ایک سو چار سے پر نس داؤد کی لاش برآمد ہوئی ہے۔ کسی نے پیشانی پر

”اچھا تو پھر....؟“

”اور آپ بھی عمران کی نظر وہیں میں آچکے ہیں!“ شاہد نے خنک لبجھ میں کہا۔  
پر نس کا ہاتھ میز کی دراز کی طرف بڑھا ہی تھا کہ شاہد کی جیب سے سائنسنر لگا ہوا پہنچ  
نکل آیا اور اس نے آہستہ سے کہا۔ ”نہیں دوست اپنے ہاتھ زانوں ہی پر رہنے دو!“  
”لک..... کیا مطلب....!“ پر نس سیدھا بیٹھتا ہوا اہکلایا۔

”سعدیہ کو اسی لئے مار ڈالنے کا مشورہ دیا تھا کہ وہ خائف تھی۔ اب وہ عمران کے ہاتھ لگ گئی  
ہے۔ اس نے تمہارے بارے میں اس کو سب کچھ بتا دیا ہو گا۔ اس لئے بس کے خیال کے مطابق  
اب تمہارا زندہ رہنا بھی مناسب نہیں۔!“

”نہ نہیں....!“ وہ جیخ پڑا۔

”پھر دوسری صورت کیا ہو سکتی ہے!“

”میں ایک معزز آدمی ہوں مجھ پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔!“

”عمران کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ وہ کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔!“

”پھر بھی میرے بغیر تمہارا بس یہاں نہیں جم سکے گا۔!“

”وہم ہے تمہارا....!“ کہتے ہوئے شاہد نے ٹریگر پر دباؤ ڈال دیا تھا۔ گولی ٹھیک پیشانی کے  
وسط میں بیٹھی تھی۔

پر نس ہلکی سی بھی آواز نکالے بغیر فرش پر لاٹھک آیا اور اس کی پیشانی سے خون کا فوڑا  
چھوٹ رہا تھا۔ شاہد نے پستول پھر جیب میں ڈال لیا اور رومال نکال کر کری کے ہمچھے صاذ  
کرنے لگا۔ پھر باہر نکل کر دروازے کا پینڈل بھی صاف کیا تھا۔ بڑے اطمینان سے خلی منزل  
آیا تھا اور باہر کے کاؤنٹر پر چھینج کر وہ سکی کاؤنٹل پیگ طلب کیا تھا۔ کاؤنٹر کے سامنے پڑے ہوئے  
اسٹول پر بیٹھ گیا۔ بار ٹنڈر نے گلاس اس کی طرف بڑھا دیا تھا اور وہ ہلکی ہلکی چسکیاں لیتا رہا۔!  
معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ تفریح یہاں آکر شغل کرنے لگا ہو۔

تھوڑی دیر بعد اس نے بار ٹنڈر سے کہا تھا کہ فون پر ایک کال کرنا چاہتا ہے اور بار ٹنڈر  
فون اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

اس نے کسی کے نمبر ڈائل کئے تھے اور ماڈ تھے پیس میں بولا تھا۔ ”اس سے کہو کہ لانگ

”میں پانی میں اتر کر لائچ میں پہنچنے کی کوشش کروں گا!“ عمران نے ان سے کہا۔ ”تم تینوں ہو شیار رہنا باب اب اپنے نکالو.... میں نہیں چاہتا کہ اس ہنگامے کے بعد پہنچانے جاسکو!“ عمران وہ تھیلا ساتھ لایا تھا۔ جس میں فرماں میں سوت رکھا ہوا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے وہ سوت پہنچا تھا اور پانی میں اتر گیا تھا۔ پھر غوطہ لگا کر لائچ کے اس حصے کی طرف جا پہنچا جو بالکل تاریک تھا۔

تمن آدمی بائیں جانب والی سٹھ پر رنگ کر رہے تھے۔ عمران بے آسانی تاریک پہلو والے سرے پر پہنچ گیا۔ رہائشی کیبین کے اندر روشنی نظر آرہی تھی۔ اس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اشول پر ایک جوان العمر عورت اس حال میں پیغمبیر نظر آئی کہ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور یونانی پکتان پوگاس تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ جب بھی عورت کی طرف دیکھتا اس کے ہونٹوں پر شیطانی سی مسکراہٹ ہوتی۔ عمران نے سیاہ سرپوش کا نیچلا حصہ گردن تک کھینچ لیا تھا اور اب آنکھوں کے علاوہ اس کا پورا چہرہ چھپ گیا تھا۔ دوسرے پہلو کی روشنی سے پختا ہوا وہ کیبین میں داخل ہوا۔ لمبے پھل والی دودھاری چھری اس کے ہاتھ میں تھی۔ کیبین میں پہنچ کر وہ ایک دم سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔ پوگاس کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ پڑا۔

”آواز نہ نکلے!...!“ عمران نے آہستہ سے فرانشی میں کہا۔ ”ورنہ یہ چھری تمہارے دل میں پیوست ہو جائے گی۔ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ!“ پوگاس نے تحریر انداز میں پلکیں جھپکاتے ہوئے تعیل کی تھی۔

”اور تم اٹھ کر میرے قریب آؤ!...!“ عمران نے عورت سے کہا۔ ٹھیک اسی وقت کوئی کیبین میں داخل ہوا تھا۔ عمران بڑی پھرتی سے گھوما اور چھری کی نوک اس کے دامنے پہلو پر رکھ دی۔ ”آواز نہ نکلے“ وہ بولا۔

آنے والا بھی ہکابکارہ گیا تھا۔ اس نے پوگاس کی طرف دیکھا اور خود بھی دونوں ہاتھ اٹھادیے۔ عورت کو قریب بلاؤ کر عمران نے اس کے ہاتھ کھولے تھے۔ پھر پوگاس کو مخاطب کر کے پوچھا۔ ”اس لائچ کا مالک کون ہے!“

”میں ہوں!...!“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”اس عورت کو اسکی مرضی کے خلاف روکے رکھنے کے سلسلے میں تم جہنم رسید بھی ہو سکتے ہو!“

گولی مار کر اسے ہلاک کر دیا ہے۔ آس پاس کے کمروں میں فائز کی آواز نہیں سنی گئی تھی۔!

”چلنے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ اس سلسلے کی آخری کڑی نہیں تھا!“

”میرا تو پہلے ہی سے یہی خیال تھا کہ وہ محض آں کار کی حیثیت رکھتا ہے!“ تھوڑی دیر مکار موسوی رہی تھی پھر عمران بولا۔ ”اب ہمیں یہاں سے لنگر اٹھادیا چاہئے!“

”آہستہ آہستہ لائچ نے ساحل چھوڑ دیا تھا اور اب اس کا رخ اسی جزیرے کی طرف تھا جہاں وہاں تاریک کے لنگر انداز ہونے کی اطلاع ملی تھی۔

اسی دوران میں عمران نے ٹرائی میٹر پر دوبارہ بلیک زیر و سے رابطہ قائم کیا اور اسکی طرف سے جواب ملنے پر بولا تھا۔ ”تمہیں یاد ہو گا کہ ایک لاش چھپ گھنی روڈ والی عمارت میں ملی تھی اور عمارت کے مالک نے اس سے لا علی ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ عمارت تو عرصے سے خالی پڑی ہے!“

”مجھے یاد ہے!...!“

”اس شخص سے متعلق پوری معلومات فراہم کرو۔ تادر چند ولاناٹ ہے۔ کھالوں کا ایک پورا زہر ہے!...!“

”بہت بہتر جناب!...!“

”اوور اینڈ آل!...!“

لائچ سمندر کا تاریک سینہ چری تی ہوئی مشرق کی طرف بڑھی جا رہی تھی۔ اس وقت تھوڑے نہیں تھا۔ اس لئے اس سفر میں کوئی خاص دشواری پیش نہیں آرہی تھی۔

صغر، جوزف اور خاور ری کھلیں رہے تھے اور صدیقی اونگھ رہا تھا۔ عمران انجن روم میں تھا۔ لائچ تیز رفتاری سے آگے بڑھتی رہی۔ ایک گھنٹے بعد وہ منزل مقصود پر جا پہنچ تھے اور جہاں وہاں تاریک کے لنگر انداز ہونے کا امکان تھا اس پوائنٹ سے قریباً دو فرلانگ اور جھری ہی عمران نے اپنی لائچ ساحل سے لٹائی تھی پھر وہ چاروں خلکی پر اتر گئے تھے اور جورف کو لائچ کی گرفت کے لئے دیس چھوڑ دیا گیا تھا۔ دو فرلانگ کی مسافت انہوں نے پیدل ہی طے کی تھی۔

عمران کا یہ اندازہ بھی درست ہی تھا کہ وہاں تاریک کا طبیعہ تبدیل کیا جا رہا ہو گا۔ وہ لوگ پیڑو میکس کی روشنی میں بڑی تیزی سے اس پر دوسرا رنگ کر رہے تھے۔ ساحل پر تاریکی تھی اور وہ اس تاریکی سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا ارادہ رکھتے تھے۔

”یہ چور ہے۔! اس نے میرے دس ہزار ڈالر جائے ہیں۔“  
”تم قانون کو ہاتھ میں لینے والے کون ہوتے ہو۔!“

”پوگاس کچھ نہ بولا۔ عمران نے دوسرے آدمی سے کہا تھا کہ وہ بھی پوگاس کے قریب عی کھڑا ہو جائے۔ اس نے بے چون وچرا تعیل کی تھی۔“

اب سوال یہ تھا کہ وہ عورت کو نکال لے جانے کیلئے کون سارا سمت اختیار کرے۔ اس سمت پانی میں اترنا ممکن تھا۔ خشکی پر اترنے کیلئے پیٹرو میکس کی روشنی میں آنالازی تھا۔ بس ایک ہی صورت تھی کہ وہ پستول نکالتا اور کھڑکی کی طرف ہاتھ بڑھا کر پیٹرو میکس پر فائر کر دیتا۔ سائنسر لکھا ہوا پستول ہو لشتر میں موجود تھا۔ بس پھر یہی ہو۔ انہیں اہوتے ہی کوئی چیخنا تھا۔ ”یہ کیا ہوا۔....؟“  
انٹے میں عمران پستول کا رخ ان دونوں کی طرف کئے ہوئے کیben سے نکل چکا تھا۔ چھری پیٹھی سے لٹکی ہوئی نیام میں رکھ دی تھی اور بائیں ہاتھ سے عورت کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔  
دونوں دم بخود کھڑے رہے اور عمران نکلا چلا گیا۔ عرش پر چھپ کر اس نے عورت کو اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا تھا اور ساحل پر اتر جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک آدمی آنکھ ریا۔ دوسرے ہی لمحے میں پستول کا دست پوری قوت سے اس کے سر پر پڑا تھا۔ وہ چکرا کر گرا اور عمران نے خشکی پر چھلانگ لگادی تھی۔ پھر توانی پر سمجھی چیختے گئے۔

”دیکھو نق کرنے جانے پائے۔!“ کوئی زور سے چیخنا تھا۔ عمران نے مرکر آواز کی سمت فائر کیا۔ ایک چیخ سنائے میں دور تک لہراتی چل گئی عورت اب بھی اس کے کاندھے پر تھی اور وہ اس سمت دوڑ رہا تھا۔ جدھر اس کے ساتھی اس کے منتظر تھے۔

شائد بے آواز فائز نے انہیں اس حد تک خوف زدہ کر دیا تھا کہ وہ تعاقب کرنیکی جرأت نہ کر سکے۔ کچھ دیر بعد وہ چاروں اپنی لانچ پر نظر آئے تھے اور عمران نے وہاں سے بھی لنگر اٹھا دیا تھا لیکن انہوں نے ابھی تک اپنے نقاب نہیں اتارے تھے۔

عورت خوف زدہ نظروں سے دیکھے جاری تھی۔

”اسے انجن روم میں لاو۔....!“ دفعتاً انہوں نے عمران کی آواز سنی۔

صد لیتی اسے انجن روم میں لے گیا تھا۔ عمران نے نقاب اتار دیا تھا۔ لیکن پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔ کیونکہ اب بھی میک اپ میں تھا۔

وہ اسے انجن روم میں چھوڑ کر واپس گیا تھا۔ عورت عمران کو خوف زدہ نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔

”بیٹھ جاؤ مس تو تھی۔....!“ عمران نے اسٹول کی طرف اشارہ کر کے نرم لبجھ میں کہا۔  
وہ چپ چاپ بیٹھ گئی لیکن سوالیہ نظروں سے عمران کو دیکھے جا رہی تھی۔  
”دو سال پہلے تم محکمہ خارجہ کے فی۔ ایس۔ ایس کی استثنی ریکارڈ کپر تھیں۔!  
”جج۔.... جی ہاں۔....!“

”اب کسی سفارت خانے سے متعلق ہو۔....!“  
”دو ماہ پہلے کی بات ہے جتاب۔ اب تو مجھے علم بھی نہیں کہ ملازمت اب تک برقرار ہے یا فتح ہو گئی ہے۔!“

”وضاحت کرو۔....!“

”میں دو ماہ سے اس لانچ پر قید تھی۔!“

”کیوں۔....؟“

”وہ مجھ سے فی۔ ایس۔ ایس کی بعض فاکلوں کے بارے میں معلوم کرتا چاہتے تھے۔ لیکن آپ۔.... آپ کون ہیں۔!“

”صرف سوالات کے جوابات چاہتا ہوں۔!“ عمران نے سرد لبجھ میں کہا۔

”اگر وہ صرف میری ذات تک محدود ہوئے تو ضرور جواب دوں گی۔!“

”فی۔ ایس۔ ایس سے متعلق۔....!“

”تو اب کوئی دوسرا سمت اختیار کیا ہے تم لوگوں نے۔.... تاک میں تم پر اعتماد کر سکوں۔!“

”اس کی بھی وضاحت چاہوں گا مس تو تھی۔!“

”میں اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ قانون کے محافظ نقاب پوش نہیں ہو سکتے۔!“

”لیکن وہ نقاب پوش بھی ہے اور قانون کا محافظ بھی جس کی بیگم کا روں تم ادا کرتی رہی ہو۔!“

”وہ بوكھلا کر اسٹول سے اٹھ گئی۔“

”بیٹھو۔.... بیٹھو۔.... وہ ایسا ہی کمزور ہوتا تو کبھی کابے نقاب کر کے مار دیا گیا ہوتا۔!“

عورت بہت زیادہ خوف زدہ نظر آنے لگی تھی۔

پھر اس نے عمران کے استفسار پر اپنی کہانی من و عن انہی الفاظ میں دہرائی تھی جن میں وہ سعدیہ کی زبانی سن چکا تھا۔

”اب خدا کے لئے بتا دیجئے کہ آپ کون ہیں۔!“ وہ گزگزائی۔

”اب تم ایکس ٹوکی خانہ طلت میں ہو۔!“

”خدا کا لاکھ شکر ہے۔ ورنہ اس کی نوبت بھی آسکتی تھی کہ وہ ٹی۔ ایس۔ ایس کے دوسراے ریکارڈوں کے بارے میں بھی مجھے پریشان کرتے۔!

”پُرنس داؤڈ کے بارے میں تم کیا جانتی ہو۔!“

”بس یہی کہ وہ ایک جزیرے کا مالک ہے۔ سعدیہ ہی نے اس سے بھی ملایا تھا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ وہ کس قسم کی عورت ہے۔!“

”کیا سفارت خانہ والوں سے بھی اس کا میل جوں تھا۔!“

”نہیں....! میں نے تو کسی کے ساتھ بھی نہیں دیکھا۔!“

”کشی پر کل کتنے آدمی تھے۔!“

”کیپن سمیت سات آدمی....!“

”آن ساتوں کے علاوہ بھی کسی اور کو دیکھا تھا۔!“

”نہیں....! بھی بھی سعدیہ کی آواز برابر والے کیبین سے سنائی دیتی تھی لیکن اس نے کبھی بڑا سامنا نہیں کیا۔!“

”پُرنس داؤڈ....؟“

”نہیں وہ بھی نہیں دکھائی دیا۔ پوکاں بظاہر یوتانی اور فرانسیسی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں بل سکتا۔ لیکن در حقیقت وہ اردو بھی الیل زبان ہی کی طرح بول سکتا ہے۔!“

”تم سے اردو میں گفتگو کرتا تھا۔!“

”جی ہاں! ساری پوچھ چکھے اسی نے کی تھی۔!“

”اچھا تم خود کو قطعی محفوظ تصور کرو۔ لیکن ابھی یہ مناسب نہ ہو گا کہ اپنے فلیٹ میں جاؤ۔“

”کا کرایہ ادا کر دیا جائے گا اور مجرموں کے پکڑے جانے کے بعد کوشش کی جائے گی کہ نیماری سفارت خانے والی ملازمت بحال ہو جائے۔!“

”بیٹھ جاؤ....!“

عورت بیٹھ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ”جب تک میری قوت ارادی نے ساتھ دیا تھا وہ مجھ سے کچھ بھی معلوم نہیں کر سکے تھے۔!“

”کہیں وہ تمہارے سفارت خانے ہی سے قلعہ نہ رکھتے ہوں۔!“

”ہو سکتا ہے۔ وہ بہر حال ایک غیر ملکی سفارت خانہ ہے۔!“

”تم نے محلہ خارجہ کی ملازمت کیوں ترک کی تھی۔!“

”میری صحت بہت خراب ہو گئی تھی اور پھر مجھے اپنے ایک لاولد اور بیمار چچا کی بھی دیکھ بھال کرنی تھی۔ ان کے پاس اتنا اٹاٹا تھا کہ ہم دونوں بہ آسانی زندگی بسر کر سکتے۔ پھر اچاک ان کا انتقال ہو گیا اور مجھے معلوم ہوا کہ وہ بہت زیادہ مقرض تھے۔ قرض کی ادائیگی میں سب کچھ ہاتھ سے نکل گیا۔ حتیٰ کہ رہائشی مکان بھی فروخت کر دینا پڑا۔ بہر حال پھر ببر اوقات کے لئے ملازمت تو کرنی ہی پڑی تھی۔ لیکن میں مر جانا گوارہ تو کر سکتی تھی لیکن ہوش و حواس میں مجھ سے نمک حراثی سرزد نہیں ہو سکتی۔ میں نے اس ملک کا نمک کھلایا ہے میں کی مٹی سے انھی ہوں اول تو جانتی ہی کیا تھی کہ وہ مجھ سے کچھ معلوم کر سکتے۔ ایکس ٹو ایک فرضی نام ہے جس سے محلہ خارجہ کے کئی افراد واقف ہیں اور فائل میں اس حد تک معلوم ہو سکتا تھا کہ عمران ایکس ٹو کے لئے کام کرتا ہے اور سر سلطان کے علاوہ ایک عورت بھی ایکس ٹو کی اصلاحیت سے واقف ہے اور یہ بھی وہ لوگ میری قوت ارادی برقرار رہنے کی حد تک نہیں معلوم کر سکے تھے پھر انہوں نے ایک دن میرے بازو میں کوئی چیز اچکست کر دی اور میراڑ ہن میری گرفت سے باہر گیا۔ انہوں نے وہ سب کچھ اگلوالیا جو مجھے معلوم تھا۔ پھر انہجکش ہی دے کر وہ مجھ سے فون پر عمران کو کال کرتے رہے ہیں۔ میں انہی کے کہے ہوئے جملے دہراتی رہتی ہوں۔ جب تک انہجکش کا اثر مجھ پر رہتا ہے میں خود پر کنڑوں نہیں کر سکتی۔!“

”میرا خیال ہے کہ تم جھوٹ نہیں بول رہیں۔!“

”کم از کم میں عمران جیسے پیارے آدمی کو کسی دشواری میں نہیں ڈال سکتی۔!“

”کیا تم اس سے ذاتی طور پر واقف ہو....؟“

”بس دور سے ویکھتی رہی ہوں۔!“

”باس کے لئے کبھی کوئی خبر نہیں ہوتی!“  
”بہر حال پوگاس کی لائچ کی قیدی عورت کو کوئی اخھالے گیا۔ بے آواز فائز کر کے اس نے ایک آدمی کو زخمی بھی کیا ہے!“

پھر اس نے پوری کہانی دہرائی تھی۔ شاہد کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔ وہ تھوڑی دیر کیکچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”لائچ کو ڈبو دیا جائے اور اس کے عملے کو پوگاس سیست یہاں رکھا جائے اور تا حکم نالی انہیں یہاں سے ایک منٹ کے لئے بھی باہر نہ جانے دیا جائے۔ حتیٰ کہ وہ کسی ایسی جگہ بھی نہ کھڑے ہوں جہاں سے ان کے دیکھ لئے جانے کا مکان ہو!“

”بہت بہتر جناب....!“

”اور ایک بھتے مک کوئی لائچ ساحل نہیں چھوڑے گی!“

”یہ کیسے ممکن ہے مسٹر شاہد۔ وہ لوگ بہت بے جملن ہیں....!“

”ان سے کہہ دو کہ کوست گارڈ چوکنے ہو گئے ہیں۔ ساحل چھوڑنا خطرناک ہو گا!“

”ان میں بہتیرے ایسے ہیں جن کے پاس کھانے کے پیے بھی نہیں ہیں!“

”ان کے اخراجات اپنے ذمہ لو۔ باس بھی چاہتا ہے!“

”ہم دشواری میں پڑ جائیں گے مسٹر شاہد....!“

”باس کا حکم تم تک پہنچا دیا۔ اب تم جاؤ....!“

شاہد واپسی کیلئے مڑ گیا تھا۔ عمارت سے باہر نکل کر اس نے دروازہ مقفل کر کے اسکے قریب کا دوسرا دروازہ کھولا تھا۔ یہ ایک چھوٹا کرہ تھا جس کے وسط میں ایک موڑ سائیکل کھڑی تھی۔ موڑ سائیکل باہر نکال کر اس نے دروازہ مقفل کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ موڑ سائیکل پر بیٹھ کر مشرقی ساحل کی طرف جا رہا تھا۔ نالے میں موڑ سائیکل کے انہیں کا شور دور دور نکل پھیل رہا تھا۔ مشرقی ساحل تک بینچنے میں دس پارہ منٹ لگے تھے۔ اس نے موڑ سائیکل ایک طرف کھڑی کی تھی اور ایک بڑی باد بانی کشتی کی طرف چل پڑا تھا۔ کشتی شاندار تھی۔ اس کے عرش پر کھڑے ہوئے محافظ نے اسے لکھا رہا اور جواب میں شاہد بولا تھا۔ ”پکتان سے کہو کہ شاہد ہے....!“

”وہ سور ہے ہیں....!“

”جگادو.... ایکر جنسی....!“

”بہت بہت شگریدہ جناب.... آپ بہت اچھے آدمی ہیں۔ کوئی دوسرا اتنی جلدی میری باتوں پر اعتبار نہ کر لیتا!“  
”ایکس نو باخبر آدمی ہے!“

بڑے بالوں والے بھیم شہم آدمی کی لائچ موبار کے ساحل سے لگ چکی تھی لیکن وہ خشکی نہیں اتر اتھا۔ کیون ہی میں بینچا کچھ سوچتا رہا تھا۔

لائچ پر اس کے اور اسٹروکر کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس نے اسٹروکر کو آواز دی تھی۔

”سو مت جاتا.... میں دو تین گھنٹے بعد واپس آؤں گا!“

”بہت بہتر جناب....!“

لائچ مغربی ساحل پر لنگر انداز تھی۔ یہاں اور بھی کئی لانچیں اور ماہی گیری کی کشتیاں موجود تھیں۔

وہ اپنی لائچ سے اٹر کر ایک تاریک راستے پر چل پڑا۔ رات کے دو بجے تھے اور اس کے وزنی جو توں کی آواز دوڑ دوڑ سنائے میں گونج رہی تھی۔ قریباً نصف میل پیدل چلنے کے بعد“ ایک عمارت کے سامنے رکا تھا۔ جس کی ایک ہی کھڑکی میں دھندلی سی روشنی نظر آرہی تھی۔ ”آہستہ آہستہ آگے بڑھا تھا۔ جیب سے کنجی نکال کر ایک دروازے کا قفل کھولا تھا اور اندر واخل ہو کر دروازہ بند کرتے ہوئے جیب سے پنسل ٹارچ نکالی تھی۔

روشنی کی پتلی سی لکیر کے سہارے وہ اندر ہیرے میں آگے بڑھتا رہا۔ کئی دروازوں سے گذرنے کے بعد وہ زیوں کے قریب پہنچا تھا۔ اخھارہ زیستی اسے اپری منزل پر لے گئے تھے اور پھر ایک بند دروازے پر اس نے زور سے دستک دی تھی۔

”کون ہے....؟“ اندر سے گوئیں بخیل آواز آئی۔

”شاہد....!“

”دروازہ کھلا تھا اور وہ اندر واخل ہو گیا تھا۔ سامنے گول میز کے گرد چار آدمی بیٹھے تھا۔ کھیل رہے تھے اور پانچوں نے دروازہ کھوپلیا تھا۔

”باس کے لئے بڑی خبر ہے مسٹر شاہد....!“ پانچوں نے کہا۔

”اس کا بڑا بینا طارق....!“

”ہم اس کی غمہ داشت کریں گے مسٹر شاہد۔ اپنے بس سے کہہ دینا پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ ہم بھی شہبہ سے بچنے کے لئے کبھی کبھی اپنے بہترین مہرے پڑاو دیتے ہیں۔ لہن کو گھرنے کی کوشش کی جائے۔!“

پھر اس نے اٹھ کر الماری سے شراب کی بوتل اور دو گلاس نکالے تھے اور دونوں پینے بیٹھ لئے تھے۔

”تو پھر اب کیا خیال ہے....؟“ راٹھور نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”بل اُسے گھر کر ختم کے دیتے ہیں۔!“

”میرا بس تو اس کے نام سے بھڑک اٹھتا ہے۔!“ راٹھور بولا۔

”یعنی حال میرے بس کا ہے....!“ شاہد نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”مشکل تو یہ ہے کہ

زراں شراب اور عورت کار سیا نہیں ہے۔ ورنہ کبھی کام لیا گیا ہوتا۔!“

”ایسے لوگ دکھیاروں کی مدد ضرورت کرتے ہیں۔!“ راٹھور بولا۔

”تم کیا کہنا چاہتے ہو....!“

”کسی دکھیاری لڑکی کو اس کے سر پر مسلط کر دیا جائے۔!“

”ہوں... یہ بات تو ہے۔ پھر جیسے ہی وہ اسکی مدد کیلئے میدان میں آئے گا، ہم اُسے مار لیں گے۔!“



عمران اسے سائیکو مینشن لے آیا تھا اور طبی شےبے میں اس کا معاونہ کیا گیا تھا۔ لیکن خون میں نکل کر اس راغ غنیمیں مل سکا تھا جو اس کے بازو میں اچکٹ کیا جاتا رہا تھا۔!

بہر حال اب اس کی آنکھوں سے ذہنی انتشار متربع نہیں ہوا تھا۔ پھر جب عمران اپنی اصل فلماں اس کے سامنے آیا تھا تو وہ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

”فلکرہ کرو....!“ وہ اس کا شانہ تھک کر بولا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں تمہاری کہانی سن گا۔!“

”اں میں.... ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے۔!“

”تجھے یقین ہے۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں....!“

محافظ نے کسی اور کو آواز دے کر شاہد کا پیغام سنایا تھا۔ شاہد بر تھہ پر کھڑا رہا۔ کشتی بہت بڑی تھی اور اس پر بننے ہوئے کہیں تعداد میں کمی معلوم ہوتے تھے۔ تھوڑی ویر بعد محافظ کی آواز آئی تھی۔ ”آپ اوپر آ سکتے ہیں مسٹر شاہد....!“ اور شاہد کے اوپر پہنچنے پر اس نے ایڑیاں بھالی تھیں اور اسے ایک کہیں تک لایا تھا۔ شاہد نے دروازے پر دستک دی۔

”آجاؤ....!“ اندر سے آواز آئی اور شاہد کہیں کا دروازہ کھول کر انہے پہنچا۔ سامنے ایک قد آور آدمی ایک آرام کر سی پر نیم دراز تھا۔ اس نے اسی طرح لیئے ہوئے صافی کے لئے ہاتھ پر ہادیا تھا۔

”کوئی خاص بات مسٹر شاہد....؟“

”ہاں پکتان راٹھور....!“

”بیٹھ جاؤ....!“

”میرے بس کا خیال ہے کہ ہم نے بھڑون کے چھتے کو چھیڑ دیا ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا مسٹر شاہد....!“

”وہ لوگ مس تمو تھی کو ہماری لاخ سے نکال لے گئے۔!“

”وہ کس طرح....؟“

شاہد نے کہانی دہرائی تھی اور اسے بتایا تھا کہ اسی چکر میں ان کا ایک بہترین کارکن پرنس داؤڈ بھی مارا گیا۔

”یہ تو بہت بُری خبر ہے....!“

”میرے بس نے یہ سب کچھ تمہارے بس کی دوستی کے احترام میں کیا ہے ورنہ وہ تو صرف اپنے کام سے کام رکھتا ہے۔!“

”اب تو اس شخص کو مر ہی جانا چاہئے مسٹر شاہد! جس کا نام عمران ہے۔!“ پکتان راٹھور نے کہا۔ ”اس نے اٹی میں ہمارے گا بجے کا بنس تباہ کر دیا۔ تمہاری چرس کا مار کیٹ خراب کیا۔

میری دانست میں تو اب ایکس ٹوکا چکر ہی چھوڑ دو۔ وہ خود تو کام کرتا نہیں۔ دوسروں سے کام لیتا ہے۔ لہذا اس کے فیلڈ آپریٹرز کو ختم کر دینا چاہئے مجھے پرنس داؤڈ جیسے پیارے دوست کی موت پر افسوس ہے۔ اب اس کاوارٹ کون ہو گا....?“

”بھی بات ہے....!“

”اچھی بات ہے....! میں فی الحال کسی کو دریافت حال کے لئے بحث رہا ہوں!“

”پکھ نہ کچھ تو ہونا ہی چاہئے جسے بھی بھیجو سمجھادینا کہ پوچھ گچھ کے سلسلے میں میرا حوالہ نہ دردے!“

”بہت بہتر جناب....!“

دوسری طرف سے سلسہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی رسیور رکھ دیا تھا۔ پھر اس نے صدر کو بلا کر اس کام سے متعلق خصوصی ہدایات دی تھیں اور پرس داؤد کے جزیرے کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ ان دونوں عمران سائیکو مینشن ہی تک محدود ہو کر رہ گیا تھا اور اسکے لئے بیرونیں نہیں نہ تھے۔

پانچ بجے شام کو اس نے پھر بلیک زریو کی کال رسیو کی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”صدر سول ہبتال کے امیر جنگی وارڈ میں بیوشاں پڑا ہے۔ اس کے سارے جسم سے خون رس رہا ہے۔ شائد اسے رہنہ کر کے چڑے کے چاپک سے پیٹا گیا تھا۔ وہ بندر گاہ کے علاقے میں بیوشاں پڑا ملا تھا!“

”خبر اچھی نہیں ہے۔ تم سب سول ہبتال کے آس پاس موجود ہو۔ میں بچھ رہا ہوں!“

اس کی آنکھوں میں گھری تشویش کے سائے تھے۔ اس نے سر سلطان سے فون پر رابطہ قائم کر کے صدر کی حالت سے آگاہ کیا۔

”جیت ہے!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”ایسی صورت میں یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکا کہ وہ جزیرے تک بچھ بھی سکا تھا یا نہیں!“

”یقیناً بچھا ہو گا.... اور واپسی میں وہ لوگ دیں سے اس کے پیچھے لگے ہوں گے!“

”ٹھیک کہتے ہو....! ورنہ انہیں کیسے معلوم ہوتا کہ وہ کون ہے اچھی بات ہے۔ میں داؤد کی یہی سے فون پر گفتگو کر کے تمہیں ابھی آگاہ کرتا ہوں۔ آپ ریشن روم ہی میں موجود ہو!“

”بہت بہتر....!“

عمران نے رسیور رکھ دیا۔ اب اس کی آنکھوں میں جھنجلاہٹ کے آثار تھے۔ تھوڑی دیر بعد سر سلطان کی کال آئی تھی۔

”تمہارا خیال درست ہے....!“ وہ کہہ رہے تھے۔ ”صدر وہاں بچھا تھا اور اس نے میرے

پھر اس کیلئے کہیں سے فون کال آئی تھی اور وہ اس کرے سے نکل کر آپ ریشن روم میں آیا تھا دوسری طرف سے بلیک زریو کی آواز آئی تھی۔

”آپ نے نادر چندو لا سے متعلق معلومات حاصل کرنے کی ہدایت دی تھی۔ وہ نیادی طور پر گڑھوال ڈسٹرکٹ کے قصبہ چندو لا کا باشندہ ہے۔ اس کے باپ نے مذہب تبدیل کر کر یہاں کی شہریت اختیار کر لی تھی۔ وہ ایک دولت مند ایکسپورٹر ہے۔ کئی لا نچیں یہاں سے ٹھیک ریاستوں تک چلتی ہیں۔ شبہ ہے کہ اسٹنگ بھی کرتا ہے۔ ویسے ابھی تک اس کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہیں مل سکا۔“

”ٹھیک ہے۔ اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھی جائے!“

”بہت بہتر جناب....!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور عمران نے فون کا سلسہ منقطع کر دیا تھا۔ آپ ریشن روم سے جانا ہی چاہتا تھا کہ ایک آپریٹر نے اُسے دوسری کال کی اطلاع اور اس بار لائے پر دوسری طرف سر سلطان تھے۔

”تمہیں معلوم ہو گا کہ پرس داؤد کی لاش کا نی تیتل کے ایک کرے میں ملی ہے!“

”میں ہاں....!“ عمران بولا۔

”لیڈی داؤد نے اس سلسلے میں مجھ سے مدد طلب کی ہے!“

”بھلا آپ کیا کر سکیں گے!“

”تم تو کر سکو گے!“ سر سلطان کے لجھ میں جھنجلاہٹ تھی۔

”میا آپ کو علم ہے کہ پرس داؤد بھی اس قصے میں ملوث تھا!“

”کس قصے میں....?“

”وہی بیکم ایکس ٹو والا....!“

”پہا نہیں تم کہاں کی ہاں کر رہے ہو....!“

”یقین بچھ.... اسے اخفاۓ راز کے ذر سے قتل کیا گیا ہے۔ شائد وہ جانتا تھا کہ اصل مجرم کون ہے!“

”تمہیں شائد معلوم نہ ہو کہ اس کا باپ شہنشاہ خان میرے خاص دوستوں میں سے تھا!“

”اوہ.... تو اسی لئے لیڈی داؤد نے آپ سے درخواست کی ہے!“

حوالے سے داؤ کی بیوی سے پوچھ گچھ کی تھی!“

”اچھا تو جناب اب آپ اپنے پر شل اسٹنٹ کو فوراً سول ہسپتال بھجوائیے تاکہ وہ صدر کی دیکھ بھال کرے۔ دراصل یہ جاں میرے لئے بچھایا گیا ہے اور ہاں اب شہر کے مختلف حوالے سے لاشیں اٹھوانے کی ذمہ داری آپ پر ہو گی!“

عمران نے دوسری طرف سے مزید کچھ سنے بغیر رسیور کریڈل پر ٹھیخ دیا تھا۔ پھر وہ میک اپ میں باہر نکلا تھا اور سول ہسپتال کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

صدر ابھی تک بیہوش تھا۔ سر سلطان کا پر شل اسٹنٹ اس وقت اس کے اسٹرپپر کے قریب ہی موجود تھا اور اسے وہاں سے اپیشل وارڈ میں منتقل کرنے کے انتظامات ہو رہے تھے۔ یہاں خاصی بھیڑ تھی۔ لہذا اندازہ کرنا مشکل تھا کہ چپ کر بیہوش صدر کی گمراہی کرنے والے کتنے ہیں۔ خود عمران کے ماتحت باہر عمارت کے گرد موجود تھے۔

وہ اپیشل وارڈ کے ایک آرام دہ کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا اور اسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کی جانے لگی تھیں۔ عمران کمرے کے باہر ہی ٹھیٹلارہا تھا۔ راہداری میں وہ تنہا نہیں تھا کئی آدمی اور بھی تھے۔ سر سلطان کا اسٹنٹ کمرے میں تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر نکلا تھا اور صدر دروازے کی طرف چل پڑا تھا اس کے پیچھے دو آدمی اور بھی تھے۔ اسٹنٹ اپنی گازی میں جا بیٹھا۔ وہ خود ڈرائیور کر رہا تھا اس کے پیچھے چلنے والے دو آدمی بھی ایک گازی میں بیٹھ گئے۔ اسٹنٹ کی گازی حرکت میں آتے ہی ان کی گازی کا انجن بھی اشارت ہوا تھا۔ عمران کی گازی ان دونوں گازیوں کے پیچھے تھی۔ اس نے اتفاقاً صلہ بر قرار رکھا تھا کہ تعاقب کا شہر نہ ہو سکے۔ اسٹنٹ شامند ماذل کالونی میں رہتا تھا۔ اس نے اسے ایک دیران راستے سے گزرنا پڑا تھا۔ دفاترا اس کا تعاقب کرنے والی گازی کی رفتار تیز ہو گئی۔ شامند وہ اسے آگے نکال لے جانا چاہتے تھے۔ پھر عمران نے دیکھا کہ آگے نکل کر وہ سڑک پر ترچھی ہوئی تھی اور اچانک رک گئی تھی۔ اسٹنٹ کی گازی کے بریکوں کی چڑچڑاہٹ سنائے میں گو نجی تھی۔ وہ اگلی گازی سے شامند صرف ایک فٹ کے فاصلے پر رک تھی۔ اگلی گازی سے دونوں آدمی اتر کر اسٹنٹ کی گازی کے قریب آئے تھے۔ عمران اسی رفتار سے گازی چلاتا رہا تھا۔ جس سے ابتداء کی تھی۔ ان دونوں نے اسٹنٹ کی گازی کا دروازہ کھول لیا اور اسے زبردستی نیچے اٹا رہے تھے۔ عمران نے ایک سلیریڑھ

مزید دباؤ ڈالا اور ساتھ ہی جیب سے ڈارت گن بھی نکالی تھی۔ ان دونوں میں سے ایک اچھل کر سڑک کے پیچے نہ اتر جاتا تو عمران کی گازی کی ٹکر ضرور گئی ہوتی۔ دوسرے کا ہاتھ جیب کی طرف گیا ہی تھا کہ عمران کی ڈارت گن سے فائر ہوا۔ وہ لڑکھڑایا تھا اور منہ کے بل سڑک پر چلا آیا تھا۔ پہلا آدمی اپنی گازی کی طرف بھاگا تھا لیکن پھر اس کا بھی وہی انجام ہوا جو دوسرے کا ہوا تھا۔ عمران ڈارت گن کو جیب میں رکھتا ہوا گازی سے نیچے اتر آیا۔

”تھت.... تم کون ہو....؟“ اسٹنٹ ہکلایا تھا۔

”چپ چاپ گازی میں بیٹھو اور چلتے پھرتے نظر آؤ....!“

اس نے بھی سے اگلی گازی کی طرف دیکھا تھا۔ اس پر عمران نے کہا۔ ”اپنی گازی یک کر کے سڑک کے نیچے اٹا رہا اور آگے بڑھ جاؤ۔ سر سلطان سے کہہ دینا کہ کھیل شروع ہو گیا ہے!“

”لیکن میں تو پولیس کو اطلاع دوں گا!“

”جلدی کرو....!“ عمران آنکھیں نکال کر غرایا تھا۔

اسٹنٹ نے بوكھلائے ہوئے انداز میں قبول کی تھی۔ اسکے چلتے جانے کے بعد عمران نے دونوں بیہوش آدمیوں کو اٹھا کر اپنی اشیش ویگن کے پچھلے حصے میں ڈالا تھا اور اب سائیکو میشن کیف روانہ ہو گیا تھا ان دونوں کی گازی اسی پوری شیش میں کھڑی رہنے دی تھی جسمیں روکی گئی تھیں۔



وہ دونوں ایک ستون سے بندھے کھڑے تھے اور عمران کے ہاتھ میں چڑے کا چاپک تھا۔ اُن کے جسم کے اوپری حصے برہنہ کر دیئے گئے تھے۔

”کیوں دوستو....؟“ عمران چڑھانے کے سے انداز میں بولا۔ ”کیا تم نے اس کے جسم کے زخمیوں کا شمار کیا تھا۔!“

”ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہم سے کہا گیا تھا کہ جو کوئی بھی اسے دیکھنے کے لئے آئے اسے اٹھا لے جانے کی کوشش کریں۔!“

”شامیں....!“ چاپک اس کے سینے پر پڑا تھا۔ وہ بلبل اٹھا۔

”کس کے لئے کام کرتے ہو....؟“ عمران نے دوسرے پر ہاتھ رسید کرتے ہوئے پوچھا۔

”باس کے لئے....!“

آپر شیر نے پیغام نوٹ کیا تھا۔ پھر عمران نے وہ فون نمبر لکھوایا تھا جس پر پیغام دینا تھا۔

”ٹھیک نوئے کر پچیس منٹ پر یہ پیغام بھیجا جائے گا۔“ اس نے آپر شیر سے کہا۔

”بہت بہتر جناب....!“

”فون نمبر کے نیچے اختیار وقت بھی لکھ لو۔ نوئے کر پچیس منٹ....!“

ٹھیک آئندھ بجے وہ پھر سول ہسپتال جا پہنچا تھا اور اب وہ خوفناک تاثردینے والے ریڈی میڈیکل اپ میں تھا۔

صدر کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ ہوش میں آگیا تھا لیکن اسے مار فیا کا انگلشن دے کر دوبارہ سلاادیا گیا تھا۔

نو جگر پندرہ منٹ پر وہ اس کمرے کے سامنے پہنچا تھا جہاں ہسپتال کا میلی فون ایکچھ پیچھے تھا۔ ایک جوان العمر عورت کا نوں پر ہیڈ فون چڑھائے بیٹھی تھی۔ عمران کھڑکی کے قریب کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ گھڑی پر بھی بار بار نظر ڈلتی تھی۔ ٹھیک نو جگر پچیس منٹ پر اس نے آپر شیر کو جلدی جلدی کچھ لکھتے دیکھا۔ پھر اس نے میز کی دراز سے ایک لفافہ نکال کر پیٹ سے کاغذ الگ کیا تھا اور اسے تھہ کر کے لفافے میں رکھ دیا تھا۔ ایک بار فون کا کوئی نمبر ڈائل کر کے ماٹھ میں میں کچھ کہا تھا اور لفافہ سامنے رکھے بیٹھی رہی تھی۔ تھوڑی در بعد ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ عورت نے لفافہ اسکی طرف بڑھا دیا۔ وہ باہر نکلا تو عمران مناسب فاصلے سے اسکا تعاقب کر رہا تھا۔ سول ہسپتال کے کپاؤٹھی کی ایک عمارت کے چھانک پر لگے ہوئے لیٹر بکس میں اس نے وہ لفافہ ڈال دیا تھا۔ عمران جہاں تھا وہیں رک گیا۔ وہ آدمی جا چکا تھا اور عمران کی توجہ کا مرکزو وہ خانگی لیٹر بکس تھا جس میں لفافہ ڈالا گیا تھا۔ پھر شائد وہ منٹ بعد ایک آدمی نے لیٹر بکس کھول کر لفافہ نکالا تھا اور کپاؤٹھ کے چھانک کی طرف چل پڑا تھا۔

باہر نکل کر وہ چھانک کے قریب ہی کھڑی ہوئی ایک موڑ سائیکل اسٹارٹ کرنے لگا تھا۔

اتفاق سے عمران نے بھی اپنی گاڑی اسی کے قریب پارک کی تھی۔ جیسے ہی موڑ سائیکل حرکت میں آئی تھی۔ عمران نے بھی اپنی گاڑی کا انہن اسٹارٹ کیا تھا۔ تھوڑی در بعد عمران نے محوس کر لیا کہ موڑ سائیکل اس ساتھی تفریغ گاہ کی طرف جا رہی ہے جہاں بے شمار چوبی ہٹت بنے ہوئے تھے۔ سڑک بالکل سنان پڑی ہوئی تھی۔ اس لئے تعاقب میں کوئی دشواری نہیں تھیں۔

”باس کون ہے....؟“

”کوئی نہیں جانتا۔ شاہد ناہی ایک آدمی اس کے لئے ہم سے کام لیتا ہے۔“

”کہاں رہتا ہے....؟“

”کوئی نہیں جانتا۔ وہ ہم میں سے ہر ایک کو فون کر کے کسی ایک جگہ اکٹھا کرتا ہے اور کام ادا دیتا ہے۔“

”اصل کام کیا ہے....؟“

”یہ ہم نہیں جانتے....!“

”اگر تم میں سے کسی کو اس سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو کیسے کرتے ہو؟“

”ایک فون نمبر ہے ہمارے پاس۔ کوئی عورت کاں رویہ کرتی ہے اور شاہد تک پیغام پہنچ دیتی ہے۔“

”تم نے معلوم کرنے کی کوشش تو کی ہو گی کہ نمبر کس کا ہے۔“

”جی ہاں....!“

”کہاں کا ہے....؟“

”سوں ہسپتال کے ایکس چینچ کا....!“

”وہ عورت کون ہے جو کاں رویہ کرتی ہے۔“

”یقین کیجئے! آج تک نہیں معلوم ہو سکا۔!“

”شاہد کا حوالہ کس طرح دیتے ہو....!“

”بس کہہ دیتے ہیں کہ شاہد صاحب کے لئے پیغام ہے۔“

”عمران نے فون نمبر نوٹ کیا تھا اور قریب کھڑے ہوئے آدمی کو چاہک پکڑا کر وہاں سے ٹلا گیا تھا۔

آپر شیر روم میں آکر اس نے آپر شیر نمبر چار کو ایک پیغام نوٹ کرایا تھا۔

”لکھو.... شاہد کے لئے.... تمہارے وہ دونوں آدمی جو زخمی آدمی کی گمراہی کر رہے ہیں خود زخمی حالت میں ٹپ ٹاپ ناٹ کلب کے عقبی پارک میں بیچوں پڑے ہیں۔ انہیں اٹھوالو۔!“

آرہی تھی۔ نول ٹیکس کی چوکی پر موڑ سائیکل رکوانی گئی تھی۔ عمران نے اپنی گاڑی بھی روکی تھی اور نول ٹیکس دے کر پھر آگے بڑھ گیا تھا۔ موقع تھی کہ موڑ سائیکل پیچے آرہی ہو گئی لیکن تین چار فرلانگ آگے بڑھ آنے باوجود بھی اس کی ہیئت لائٹ عقب نما آئینے میں نہ کھان دی۔

اس نے اپنی گاڑی سڑک کے نیچے اتار کر روک دی اور سوچنے لگا۔ کیا اس کی دوڑ محض چوکی تک تھی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے نول ٹیکس کی بجائے لفافہ تحصیل کے حوالے کیا تھا۔ تب تو چوتھ ہو گئی۔ اب لفافے کا سراغ ملتا مشکل تھا۔ قریباً پندرہ منٹ تک اس نے گاڑی ویس روکے رکھی تھی۔ پھر ساحل کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ ہٹوں کی اس نسبتی میں تین ہٹ اس کے اپنے مچھے سے بھی تعلق رکھتے تھے اور ان کی کنجیاں اسی کے پاس رہتی تھیں۔ بر تھ پر ایک لانچ بھی رہتی تھی۔ دھنلا اس نے پنس داؤد کے جزیرے کی طرف جانے کا فیصلہ کیا۔ وہ لیڈی داؤد سے ملتا چاہتا تھا۔

رات کے پونے گیارہ بجے تھے۔ وہ اس بر تھ کے قریب پہنچا تھا جہاں اس کے مچھے کی لانچ لٹکر انداز رہتی تھی۔ اس پر دو آدمی کام کرتے تھے۔ دونوں سوچے تھے۔ عمران نے انہیں جگایا تھا پھر پاس درڈ سنتے ہی وہ پوری طرح ہوش میں آگئے۔ ہو سکتا ہے بحیثیت عمران وہ اسے جانتے رہے ہوں لیکن اس میک اپ میں نہ پہچان سکے۔ بہر حال انہیں تو پاس درڈ سے سر دکار تھا جو بھی چاہتا اس کے توسط سے ان سے کام لے سکتا تھا۔

لانچ داؤد کے جزیرے کی طرف روانہ ہو گئی۔ وہ دونوں انہن روم میں تھے۔ عمران نے کہیں کی ایک الماری کوکول کر سیاہ لباس اور کیونا س کے جوتے نکالے تھے۔ لباس تبدیل کرنے میں دس منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔ ایک تھیلا نکلا جس میں مختلف قسم کے اوزار اور ریشم کی ڈور کے کئی پچھے موجود تھے۔

پون گھنٹے کے بعد لانچ جزیرے کے ایک دیران ساحل سے جاگی تھی۔

عمران نے انہیں کچھ بدیمات دی تھیں اور خشکی پر اتر گیا تھا۔ پنس داؤد کی عمارت کے آثار تاروں بھرے آسمان کے پیش منظر میں بیہاں سے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ وہ تھیلے کو باہم شانے پر لٹکا کر پیدل ہی چل پڑا۔ دس منٹ بعد وہ اس عمارت کی پشت پر پہنچ گیا تھا جہاں

لبدی داؤد کا قیام تھا۔

جیسے ہی وہ کپڑا نہ وال کے قریب پہنچا تھا اندر سے رکھوں کے کتوں کے بھوکلنے کی آواز آئی۔ کم از کم دوکتے رہے ہوں گے۔ آواز سے اسی معلوم ہوتے تھے۔ عمارت کے چاروں طرف قد آدم اور جی دیواریں تھیں۔ عمران نے اچھل کر اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی کہ ان پر بیٹھنے کے لکڑے تو نہیں ہیں۔ بہر حال اطمینان ہو جانے کے بعد ہی وہ دیوار پر چڑھا تھا۔ پھر اس نے ہولشتر سے ڈارٹ گن نکالی تھی۔ کیونکہ ایک کتا بھوکلتا ہوا شائد اسی سمت آ رہا تھا۔ اس کا ہیولی نظر آتے ہی عمران نے نشانہ لے کر ڈارٹ گن کے ٹریگر پر دباؤ ڈالا تھا۔ کتنے کے حلق سے کسی قدر غیر معمولی سی آواز نکلی تھی اور پھر وہ خاموش ہو گیا تھا۔ دوسرا کتابشندہ ابھی دور تھا اس نے ٹریگر پر دباؤ ڈالا۔... ذرا ہی سی دیر میں پھر پہلے کا ساستا طاری ہو گیا دنوں کے تیہوش ہو چکے تھے۔

وہ کپڑا نہ میں اتر گیا اور بے آواز چلنا ہوا آہستہ آہستہ رہا۔ اسی عمارت کی طرف بڑھتا رہا۔ شائد چوکیدار بھی سو گیا تھا۔ رکھوں کے کتنے ہی کافی سمجھے گئے تھے۔

ایک کھڑکی کا شیشہ کاٹ کر وہ اس تاریک کرے میں پہنچا تھا جہاں سے عمارت کا جائزہ لینے کی شروعات ہوئی۔ تھیلے سے محدود روشنی والی پنسل نارچ نکل آئی تھی۔ اس کرے کی حالت سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ استعمال میں نہیں رہتا۔ دوسرا کمرہ کسی کی خواب گاہ ہی ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ بھی تاریک تھا.... اور بستر خالی۔ روشنی کی لکیر آہستہ آہستہ تاریکی میں ریگ رہی تھی۔ اپنک وہ بستر کے سرہانے والی چھوٹی میز پر رک گئی۔ لفاف۔.... وہی لفافہ۔.... اس نے اسے پہلی ہن نظر میں پہچان لیا تھا۔ جس کے سرے پر ریڑی کراس بنا ہوا تھا۔ اس نے اسے اٹھایا تھا.... اندر پچھے موجود تھا اور اس پر پنسل سے جلدی میں گھٹیا ہوا بیفام بھی وہی تھا جو اس نے سائیکو میشن کے آپریٹر نمبر چار کے حوالے کیا تھا۔ اس نے طویل سانس لی۔

روشنی کی لکیر بیزی سے کرے میں گردش کر رہی تھی۔

مختلف کروں سے گذرتا ہوا وہ ایک ایسی خواب گاہ میں داخل ہوا تھا جہاں گھرے نیلے رنگ کی ٹھیٹی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ لیڈی داؤد کی خواب گاہ تھی اور وہ بستر پر بے خبر سورہی تھی۔ عمران نے دروازہ بولٹ کر کے پردہ کھینچ دیا۔ پھر اس نے زیادہ روشنی ونے بلب کا سوچ آن کر دیا تھا۔ شاید وہ تیز روشنی ہی کا احساس تھا جس نے لیڈی داؤد کو جگا دیا۔ وہ بوکھا کر اٹھ بیٹھی تھی اور خوفزدہ

”مجھے تفصیل کا علم نہیں۔ تم ذرا منہ پھیر کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں سلپنگ گاؤں پہنؤں گی۔“  
”بہت بہتر یور لیڈی شپ....!“ عمران نے کہا اور دوسری طرف مڑا، ہی تھا کہ چراغِ اللہ  
دین والے جن پر نظر پڑی جو بائیں طرف کے دروازے میں پستول لئے کھڑا تھا۔ عمران نے  
دُوز ہاتھ اوپر اخحادیے اور شاہد نے لیڈی داؤد سے کہا۔ ”شور مچانے کی ضرورت نہیں۔ تم  
بانھ روم میں چلی جاؤ۔!“

”مل.... لیکن.... یہ سب ہے کیا....!“

”تجارتی بھگڑے ہیں بھابی....!“ شاہد نے کہا۔ ”پُنس کے قتل میں انہی لوگوں کا ہاتھ  
ہے۔ ہاں میں نے اس آدمی کو پُنوایا تھا جو تم سے پوچھ گھو کرنے آیا تھا ان لوگوں نے سر سلطان  
کے بھیجے ہوئے آدمی کو یہاں تک پہنچنے میں نہیں دیا۔!“  
عمران نہ پڑا۔ بڑی بھیاںک بھی تھی۔  
”خاموش رہو....!“ شاہد غریبا۔

”بہتر ہے.... یور لیڈی شپ آپ باتھ روم میں جا کر دروازہ بند کر لیجئے۔!“ عمران نے کہا۔  
”مسٹر شاہد اب غالباً چاند ماری فرمائیں گے کہیں آپ بھی زخمی نہ ہو جائیں....!“  
لیڈی داؤد کجھ باتھ روم میں چلی گئی تھی اور دروازہ بند کر لیا تھا۔  
”تو مسٹر شاہد....!“ عمران رویالور کے ٹریگر پر نظر رکھتا ہوا بے لا۔ ”تم نے اپنے دونوں  
آدمیوں کو اٹھوانے کا انتظام کر لیا ہیں۔!“

”اوہ.... تو تم اس پیغام کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہو۔!“

”ظاہر ہے.... کہ وہ پیغام میں نے اسی لئے بھجوایا تھا ورنہ بہرام ڈاکو تو ہوں نہیں کہ اس  
تم کی خط و کتابت شو قیر کرتا پھر وہ گا۔!“

”تم ہو کون....؟“

”اسی کی فورس کا ایک آدمی جسے بے نقاب کر دینے کے چکر میں پڑے ہو تم لوگ....!“  
”اوہ.... جب تو میری خوش قسمتی ہے۔!“ شاہد نے طنزیہ سی بُخی کے ساتھ کہا۔ پھر اس  
نے عمران کی ران پر فائر کیا تھا۔ عمران نے پہلے ہی اندازہ کر لیا تھا کہ فائر بے آواز ہو گا اسی لئے  
اس نے ٹریگر والی انگلی پر نظر رکھی تھی۔ بہر حال گرا تھا بائیں پہلو کے بل اور دونوں ہاتھوں سے

انداز میں اپنے گرد چادر پہنچنے لگی تھی۔ عمران نے اپنے ہوتھوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے  
کا اشارہ کیا تھا اور آہستہ سے بولا تھا۔ ”لیکن چجناتہ شروع کر دینا میں سر سلطان کا آدمی ہوں۔!“  
”لیکن اس طرح....؟“ وہ غصیلے لمحے میں بولی۔

”مجبوراً.... وہ جو آج آپ سے پوچھ گھو کرنے آیا تھا ایک ہبتاں میں زخمی پڑا ہے۔!  
”میں نہیں سمجھی....!“

”کسی نے اسے سر سلطان تک نہیں پہنچنے دیا۔!“

”لیکن میں اسے کیا بتاتی.... کچھ بھی تو نہیں جانتی۔!“

”یہاں اور کون ہے....؟“

”یہاں.... اور پُنس کا ایک دوست.... وہ دوسرے کمرے میں سورہا ہے۔!“

”سورہ تھا اب تو وہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ کیا میں اس کا نام پوچھ سکتا ہوں یور لیڈی شپ۔!“

”ہاں.... آں.... شاہد.... وہ پُنس کا بزرگ پارٹر بھی ہے۔!“

”اور شاہد قاتل بھی....!“

”کیا مطلب....؟“ لیڈی داؤد اچھل پڑی۔

”شاہد آپ کو معلوم نہیں کہ پُنس کا یارانہ قاتلوں اور سازشیوں سے تھا۔!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

”بہت جلد سب کچھ روشنی میں آجائے گا۔... کیا وہ شخص مستقل طور پر یہیں رہتا ہے۔....؟“

”نہیں.... ماتم پرسی کے لئے آیا تھا۔ میں نے روک لیا....!“

”حلیہ کیا ہے.... شاہد صاحب کا....!“

”شیطانوں جیسا۔ ڈاڑھی اور سر کے بال بد نمائی کی حد تک بڑھے ہوئے ہیں۔ شاہد نے

لوگوں کے لئے یہ صن ہو مجھے تو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔!“

”بھیم شیخم آدمی ہے۔!“

”ہاں.... آں.... چراغِ اللہ دین کا جن گلتا ہے۔!“ لیڈی داؤد بولی۔ ”لیکن مجھے حیرت ہے  
کہ وہ اطلاع دیئے بغیر کیوں چلا گیا۔!“

”شاہد کے ساتھ پارٹر شپ والے بُنس کی نوعیت کیا ہے۔!“

بائیں ران دبائے اسے دیکھے جا رہا تھا۔ آنکھوں سے تکلیف کے آثار بھی متریخ ہو رہے تھے۔  
دفعاً لیڈی داؤد جیختی ہوئی غسل خانے سے نکل آئی۔ یہ تم نے کیا کیا یہ سر سلطان کا آدمی تھا!  
”یہاں سے چل جاؤ...!“ شاہد خون خوار انداز میں غریا۔  
”نہیں.... نہیں....!“

”جاو...!“ وہ اس کی طرف اس طرح چھپتا تھا جیسے پستول کا وزن دستہ اس کے سر پر سری  
کروے گا۔ ٹھیک اسی وقت عمران نے اس پر چھلانگ لگائی اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور  
جا گرا۔ شاہد کسی زخمی سانپ کی طرح پلاتا تھا۔ عمران نے پھرتی سے جھک کر اسے کمر پر لادا اور  
دوسری طرف اچھال دیا۔ دیوار سے سر ٹکرانے کی آواز کرے کی مدد و فضائیں گونج کر رہ گئی  
تھی۔ لیکن وہ غیر متوقع طور پر جلد ہی سنبھل گیا تھا اور پستول پر قبضہ کر لینے کے لئے چھلانگ  
لگائی تھی۔ لیڈی داؤد جیرت سے منہ کھولے دروازے کے قریب کھڑی رہی۔ دونوں کے  
درمیان پستول پر قبضہ کر لینے کے لئے کمکش جاری ہی تھی کہ لیڈی داؤد کو ہوش آگیا تھا۔  
چھپتی تھی اور پستول اٹھا کر کرے سے نکل بھاگی تھی۔

”یہ کیا کر رہی ہے کتیا....!“ شاہد دھاڑا۔ لیکن وہ تو کبھی کی جا چکی تھی۔ عمران نے اسے نہیں  
طرح جکڑ رکھا تھا۔ لیکن وہ بھی کمزور نہیں معلوم ہوتا تھا۔ دفعتاً اس نے عمران کو دوسرا طرف  
اچھال دیا اور خود دروازے کی طرف چھلانگ لگائی ہی تھی کہ عمران دوبارہ اس پر آپڑا۔  
اس بار اس کے سر کے بڑے بڑے بال اس کی گرفت میں آگئے تھے لیکن اس نے پٹ کر  
عمران کے سینے پر دھمک دھمک مارا تھا۔ گرفت ایسی تھی کہ عمران اس کے اس طرح پٹ پڑنے کا  
تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اس لئے خود کونہ سنبھال سکا۔ پھر وہ تو فرش پر چاروں خانے چت گرا  
تھا اور شاہد کھلے ہوئے دروازے سے نکل بھاگا تھا۔  
لیکن یہ کیا....؟ شاہد کے بال تو اس کی گرفت ہی میں رہ گئے تھے وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ یہ  
سے ف بال ہی نہیں تھے بلکہ ڈاڑھی سیست پورا چہرہ تھا پلاسٹک کا چہرہ نما خول۔ اس نے گزبر اک  
اپنی ناک ٹھوٹی۔

”لاحوال ولا قوہ....!“ وہ بڑھ رہا تھا۔ اس دھینگا مشقی کے دوران میں اس کا ریڈی میڈی میک  
اپ بھی اتر گیا تھا۔ لیکن وہ کرے ہی میں گرا تھا اس نے جلدی سے اسے اٹھا کر دوبارہ اپنی ناک،

نکر لیا۔  
انتہے میں بہت سے قدموں کی آوازیں آئی تھیں اور لیڈی داؤد تین مسلح نوکروں سیست  
کرے میں داخل ہوئی تھیں۔  
”ہبھاں گیا وہ ذہلیں....؟“ وہ چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔  
”ورہا....!“ عمران نے فرش پر پڑے ہوئے پلاسٹک کے چہرے کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے  
اسے جھپٹ کر اٹھایا تھا اور جیرت سے دیکھتی رہی تھی۔ پھر ہکلائی تھی۔ ”تت.... تو یہ خل....!  
”جی ہاں.... یہ خل اس کے چہرے پر چڑھا ہوا تھا۔ یہ چہرہ وہ میری گرفت میں چھوڑ کر  
نکل بھاگا....!“  
”کون تھا....؟“  
”کماش مجھے اس کی شکل دیکھ لینے کا موقع مل سکا ہوتا مائی لیڈی....!“  
”جاو تلاش کرو....!“ لیڈی داؤد نے ملازموں کی طرف مڑ کر کہا تھا۔  
”بیکار ہے.... مائی لیڈی....!“  
”کتنے بھی نہیں بھونک رہے!“ دفعتاً وہ چونک کر بولی۔ اور مردود نے کہیں انہیں ختم نہ کر دیا ہوا۔  
”پستول تو آپ کے پاس تھا۔ اگر کوئی دوسرا بھی ہوتا اس کے پاس تو اس طرح نہ بھاگتا!“  
”ٹھیک کہتے ہو....!“  
”میاں آپ کا فون استعمال کر سکتا ہوں....!“  
”مگ..... کیوں....؟“  
”ایسے لوگوں کو طلب کروں گا جو یہاں اس کی انگلیوں کے نشانات ملاش کر سکیں۔!“  
”تم فون استعمال کر سکتے ہو....!“  
”اور ہاں ذرا مجھے اس کرے میں بھی لے چلے جہاں اس کا قیام تھا۔!“  
”دہاں بھی فون ہے.... وہیں چلو....!“



سحدیہ اور تم تو تھی کے درمیان جگڑا ہو گیا تھا۔ عمران نے اسے بھی سائیکو میشن ہی میں  
نہوا لیا تھا اور دونوں کی رہائش ایک ہی کرے میں تھی۔ دونوں ایک دوسرے پر جیختی رہی تھیں۔

پھر دروازہ کھلا تھا اور عمران اندر داخل ہوا تھا۔

”ہم ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں...!“ سعدیہ غرائی تھی۔

”اب یہ میرے باپ کا گھر تو ہے نہیں کہ تمہارے لئے الگ سے کوئی انتظام کر دوں گا۔!“

”تو پھر اسے لے جاؤ یہاں سے۔!“ اس نے تم تو تھی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”وہ توبہ ٹھیک ہے لیکن جھڑا کس بات پر ہوا ہے۔!“

”ذاتی معاملہ ہے....!“

”ہو سکتا ہے.... کہ اس ذاتی معاملے کا تعلق کسی حد تک مجھ سے بھی ہو۔!“

وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ جو لیانا کرے میں داخل ہوئی۔ عمران نے اسے اس طرح دیکھا

تھا جیسے اس کی موجودگی غیر ضروری رہی ہو۔

”اُن دونوں میں سے کون تھی....؟“ اس نے سوال کیا۔

”وہ جو سب سے زیادہ خوبصورت دلکھائی دے سکتیں۔!“ عمران نے چھپتے ہوئے لبج میں جواب دیا۔

”تم وقت ضائع کر رہے ہو۔!“

”تم کیوں شامل ہو رہی ہو اس ضایع میں چلتی پھرتی نظر آؤ۔!“

”بڑی اچھی اچھی پال رکھی ہیں تم لوگوں نے....!“ سعدیہ ہنس کر بولی۔

”ساتھ نے.... کیا کہہ رہی ہے۔!“

”جاڑی۔!“ عمران نے دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”تمہاری موجودگی ضروری نہیں ہے۔!“

”تم ہوش میں ہو یا نہیں....!“

”اچھا۔۔۔ اچھا یہ یوں معلوم ہوتی ہے....!“ سعدیہ سر ہلا کر بولی۔

”اس سے بھی بدتر۔!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

جو لیا نے سعدیہ کو قہر آکوں نظروں سے دیکھا تھا اور پھر عمران کو گھورتی ہوئی باہر چلی گئی تھی۔

”خاسی دلکش ہے....!“ سعدیہ نے تم تو تھی کی طرف دیکھ کر کہا لیکن وہ نہ اسامنہ بنائے

ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔

”ہاں تو وہ لین دین کی بات تھی۔ تم نے مس تھوڑی سے قرض لیا تھا کہیں جو اکیلیتے وقت۔!“

”عمران نے سعدیہ سے کہا تھا اور پھر اس نے محسوس کیا تھا کہ دونوں کے چہروں پر ہواں ایسا اڑنے لگی ہیں۔“

”تم نے یہ بات مجھ سے کیوں چھپائی تھی سعدیہ....!“

”قطعی غیر متعلق بات تھی۔!“

”ہرگز نہیں.... اب میں کہہ رہا ہوں کہ یہ معاملہ بھی اسی کیس سے متعلق ہے۔ مجھے بتاؤ وہ اسٹریٹ کہاں لنگر انداز ہوتا ہے جس پر جواہوتا ہے۔!“ سعدیہ کچھ نہ بولی۔ عمران نے تم تو تھی کی طرف دیکھا تھا وہ جلدی سے بولی۔

”میں بتاؤں گی.... یہ سعدیہ اسٹریٹ کے لئے نکٹ فروخت کرتی تھی۔!“

”نکٹ فروخت کرتی تھی....!“ عمران نے حیرت سے کہا۔

”ہاں.... اور یہ نکٹ صرف جانے پہچانے آدمیوں کو دیئے جاتے تھے۔!“  
و لچپ.....!“ عمران سعدیہ کی طرف دیکھ کر مسکرا یا۔ وہ اب بھی سر جھکائے بیٹھی تھی۔  
عمران سے نظر نہیں ملا رہی تھی۔

”صرف یہی نہیں.... کئی دوسری عورتیں بھی نکٹ فروخت کرتی ہیں۔ اپنی جان بچان داون میں.... لمبا جواہوتا ہے۔ یہاں سے مخصوص لا نچیں جواریوں کو اسٹریٹ نک پہنچاتی ہیں اور وہ اسٹریٹ ہمیشہ ایک ہی جگہ لنگر انداز نہیں ہوتا ہے۔ سترخ اور بدھ کی رات کو کھیل ہوتا ہے۔!“

”اوہو.... آج تو بدھ ہی کی رات ہے.... آج کہاں لنگر انداز ہو گا۔!“

”اب جبکہ میں یہاں ہوں مجھے کس طرح معلوم ہو سکے گا کہ وہ کہاں لنگر انداز ہو گا۔!“ سعدیہ مردہ کی آواز میں بولی۔ ”لیکن یہ ضرور بتا سکوں گی کہ اسٹریٹ کا نام ایس۔ ایس راجپوت ہے اور وہ ان دونوں راتوں کو ایک پڑو کی ملک سے آتا ہے۔ تین بڑی لا نچیں جواریوں کو اس نک لے جاتی ہیں۔ لا نچوں کے نام شاہین، داؤد اور مویکا ہیں۔ پرانی داؤد اس کا دوبار میں ایس ایس راجپوت والے کا حصہ دار تھا۔!“

”بس تو پھر آج جو نہیں ہو گا....!“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”تمہارے غائب ہو جانے کے بعد وہ محظاٹ ہو جائیں گے۔!“

”تم پوچھ گئے کرنے آئے ہو....!“ لیڈی داؤنے جمرت سے کہا  
”جی ہاں....!“ عمران نے جواب دیا تھا اور چہرے پر بکھری ہوئی حماقت دو چند ہو گئی تھی  
”کیا پوچھو گے....؟“  
 ”بھی کہ آپ کو نسماخن استعمال کرتی ہیں آپ کے دانت تو موتوپس کو شرماتے ہیں!“  
 ”کیا مطلب....؟“ وہ اسے گھومنے لگی تھی۔  
 ”آپ کے جواب پر تفہیش کی گاڑی آگے بڑھانے کا رادہ ہے!“  
 ”خفیہ پولیس سے تعلق ہے تمہارا....؟“  
 ”جی ہاں.... اسی لئے اتنا خفیہ سوال کیا ہے!“  
 ”کیا تم جیسے یہ قوف رکھے جاتے ہیں خفیہ پولیس میں....!“  
 ”جی.... وہاں تو بھجوئے بھی رکھے جاتے ہیں۔ اسی لئے کھلاتی ہے خفیہ پولیس....!“  
 ”میرے پاس وقت نہیں ہے!“  
 ”لیکن میں صرف یہ قوف ہوں.... وہ نہیں ہوں جو آپ سمجھ رہی ہیں!“  
 ”وہ کے دلو اکر نکلوادوں گی!“  
 ”محترمہ آپ میری شکل کیوں دیکھ رہی ہیں۔ میرے سوال کا جواب دیجئے!“  
 ”مسمح کا اس معاملے سے کیا تعلق ہو سکتا ہے!“  
 ”خفیہ پولیس تعلق پیدا کر لیتی ہے!“  
 ”کیا میں سر سلطان کو فون کروں کہ ایک پاکل آدمی میرا وقت ضائع کر رہا ہے!“  
 ”انہوں نے مجھے پاکل ہی سمجھ کر بھیجا ہے۔ صحیح الدماغ آدمیوں کا حلیہ بھی قابل شاخت  
ہیں رہ جاتا ہیاں آگر....!“  
 ”اوہ.... اس بے چارے کا کیا حال ہے....!“  
 ”پندرہ دن تک بترے سے نہیں اٹھ سکے گا!“  
 ”مجھے افسوس ہے!“  
 ”پرنس کی زندگی میں بھی شاہد بھی کبھی بھاں قیام کر تارہ ہو گا!“  
 ”کیوں نہیں....! جب بھی جزیرے میں آتا تھا ہمارے ہی ساتھ رہتا تھا!“

پھر عمران انہیں دیں چھوڑ کر باہر آگیا تھا اور بلیک زیر و کوفن پر ہدایت کی تھی کہ وہ شاہین  
، داؤن اور موئیکا نالی لانچوں کے بارے میں بھی چھان بنن کرے!“  
 ”صفر کا کیا حال ہے....؟“ اس نے پوچھا۔  
 ”اب بہتر ہے!“ بلیک زیر و کی آواز آئی۔ ”اس نے لیڈی داؤن کے بیہاں سے والپی کے  
وقت جزیرے ہی کے ایک کینے میں کافی پی تھی اس کے بعد کا اسے ہوش نہیں۔ پھر نامعلوم  
آدمیوں ہی میں اس کی آنکھ کھلی تھی اور اس پر اس نے تشدید کیا گیا تھا کہ اس نے اپنا پتہ بتانے  
سے انکار کر دیا تھا!“  
 ”خیر دیکھیں گے....!“ عمران نے کہا اور کال کا سلسہ منقطع کر دیا۔ وہ دوبارہ سعدیہ کے  
پاس آیا تھا اور تمیں عورتوں کے نام اور پتے نوٹ کے تھے جو نکٹ فرودخت کرتی تھیں۔  
 ایک گھنٹے بعد بلیک زیر و نے مطلع کیا تھا کہ تینوں لانچیں ساحل پر کہیں بھی لٹکراندا نہیں ہیں۔  
 ”نظر رکھنا...!“ عمران بولا۔ ”ہو سکتا ہے کہ وہ مخصوص اوقات ہی میں ساحل سے لگتی ہوں!“  
 پھر اس نے اسے ان تینوں عورتوں کے نام اور پتے لکھوا کر ان سے متعلق بھی ہدایات دی تھیں۔  
 ان عورتوں سے متعلق ہدایات تودے دی تھیں لیکن اسے یقین تھا کہ اب ان کا سراغ ملتا  
بھی مشکل ہی ہو گا۔ ہو سکتا ہے ان لانچوں کے رنگ اور نام بھی بدل دیئے گئے ہوں۔  
 یہ اندازہ غلط نہیں لکھا تھا۔ کم از کم تینوں عورتوں کے بارے میں تو اسے جلد ہی معلوم ہو گیا  
کہ وہ اپنے ٹھکانوں پر نہیں ملی تھیں۔ انہوں نے وہ مکانات ہی خالی کر دیئے تھے۔ پڑوسیوں سے  
ان کے بارے میں کچھ بھی نہ معلوم ہو سکا۔ اب صرف لیڈی داؤن ہی سامنے تھی۔ وہ ایک بار پھر  
اس سے ملا چاہتا تھا۔ شاہد سے متعلق مزید پوچھ گئے کے لئے۔ اس رات بیتربی باتیں رہ گئی تھیں  
اور یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ اب بھی لیڈی داؤن کے ملنے جلنے والوں پر نظر رکھی جا رہی ہے یا نہیں۔  
 اس بار اس نے دیدہ و دانستہ کھل کر سامنے آنے کا خطہ مول لیا تھا۔ عمران ہی کی حیثیت  
سے داؤن کے جزیرے کی راہی تھی۔ البتہ وہ تہا نہیں تھا اس کے چار ماتحت بھی اس کے آئے  
پاس ہی رہے تھے۔  
 لیڈی داؤن سک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ دیے وہ اسے پہچان نہ سکی۔  
 کیونکہ اس رات وہ ریڈی میڈیک اپ میں تھا۔

”اے کمرے میں ....؟“  
 ”ہاں.... وہ کمرہ اسی کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا!“  
 ”اس دوران میں آپ نے کوئی نیا ملازم تو نہیں رکھا!“  
 ”نہیں .... لیکن شاہد سے تم نے ملازم پر کیوں چلاگ لگائی!“  
 ”بس یونہی .... ہم ایسے ہی بے ربط سوال کرتے ہیں۔ میں وہ کمرہ دیکھنا چاہتا ہوں!“  
 ”چلو....!“

وہ اسے اس کمرے میں لائی تھی جہاں شاہد قیام کیا کرتا تھا۔  
 ”اگر میں اس کمرے کو الٹ پلٹ کر رکھ دوں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہو گا؟“ عمران نے پوچھا۔  
 ”آخر کس چیز کی تلاش ہے....!“  
 ”کسی تہہ خانے کے راستے کی....!“  
 ”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... ہماری عمارت میں تہہ خانے نہیں ہیں۔ سب جدید ترین  
 عمارت ہیں۔ وہ زمانہ تو نہیں زہا تھا جب گرمیوں میں لوگ دھوپ اور لو سے بچنے کے لئے تہہ  
 خانوں میں پناہ لیا کرتے تھے۔ اب تو ایسا کندھی شنگ کا دور دورہ ہے۔!“  
 ”اس کے باوجود بھی میں تلاش کروں گا....!“

”اپنا اور میرا وقت بر باد کرو گے ....!“  
 ذرا ہی سی دیر میں عمران نے کمرے کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا اور لیڈی داؤڈ کی آنکھیں  
 حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ تہہ خانے کا راستہ مسہری کے نیچے موجود تھا۔  
 ”خدا گواہ ہے.... میں نہیں جانتی تھی!“ وہ خوف زدہ سی آواز میں بولی۔ ”خدا جانے نیچے  
 کیا ہو.... پرنیں مر حوم شاہد جیسے دنباڑوں کے بُرنس پار ٹھرتے!“  
 ”ضروری نہیں.... کہ ایک بیوی اپنے شوہر سے پوری طرح واقف ہو....!“ عمران نے  
 سرد لبجھ میں کہا۔  
 ”اب میں کیا کروں ....!“ لیڈی داؤڈ کی حالت غیر ہوتی چارہ ہی تھی۔  
 ”خود کو سنبھالنے اور میری ساتھ نیچے چلتے....!“  
 ”عن.... نہیں.... پہا نہیں وہاں کیا ہو....!“

”آپ تھا تو نہیں ہیں میں ساتھ ہوں ....!“  
 ”دو ایک ملازموں کو بھی ساتھ لے لیں ....!“  
 ”گویا آپ ایسے گواہ بنانا چاہتی ہیں جو بیل بھر میں سارے زمانے میں بات پھیلادیں۔!“  
 ”تم ٹھیک کہہ رہے ہو میری عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔!“  
 ”حوالہ سمجھے محترم ....!“  
 ”اچھا.... اچھا.... چلو.... لیکن ٹھہر دیں تاریخ لاتی ہوں!“  
 ”تاریخ ہے میرے پاس ....!“  
 اخخارہ سیڑھیاں طے کر کے وہ نیچے پہنچتے تھے۔ یہ ایک بہت بڑا زمین دوز ہاں تھا۔ جہاں  
 چاروں طرف بہت بڑے بڑے صندوق رکھے ہوئے تھے۔  
 ”اوہ.... اچھا میں سمجھ گئی .... ان صندوقوں میں غیر ملکی شرایب ہوں گی۔ پرنس شراب  
 ہیں تو اپورٹ کرتے تھے!“  
 ”حالانکہ شراب کا بُرنس بھی نہیں تھا!“  
 ”وہ پکھنہ بولی۔ عمران نے آگے بڑھ کر ایک صندوق کا ڈھکن انھیا تھا۔  
 ”خدا کی پناہ....!“ اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا تھا۔  
 ”کیا ہے....!“ وہ اچھل پڑی۔  
 ”قریب آکر دیکھئے ....!“  
 صندوق میں رائلٹیں بھری ہوئی تھیں .... لیڈی داؤڈ نے طرح کا پہنچ گئی۔ عمران طویل  
 سانس لے کر بولا۔ ”اسکے کا بُرنس بھی نہیں تھا!“  
 اسی طرح دوسرے صندوقوں میں ٹائی گئیں، روپا اور، سب مشین گئیں اور ان کے  
 انہوں نیشن موجود تھے۔ دستی بہم بھی وافر مقدار میں ملے۔  
 ”شاہد کسی مسلسل بغاوت کا خواب دیکھا جا رہا تھا۔“ عمران بولا۔  
 ”میں تصور نہیں کر سکتی .... خداوند ایسے سب کیا ہے۔!“  
 ”تمہارا شوہر کسی غیر ملک کا اجنبی تھا لیڈی داؤڈ ....!“  
 ”خدا غارت کرے شاہد کو.... داؤڈ ایسا نہیں تھا۔ اسے بہکایا گیا تھا۔!“

پھر اچانک وہ عین سمندر کے ساحل پر بالکل کھلے میں آنکھ سامنے ہی ایک بڑی لامپ لنگر اداز تھی۔ اس کے علاوہ دور دمک کوئی دوسری لامپ نہیں دکھائی دیتی تھی۔  
 ”چلو.... لامپ پر....!“ ایک مسلح آدمی غریا۔ عمران کی کرسے نامی گن کی نال آگئی تھی۔  
 ”دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے لامپ پر پہنچا تھا۔ لیڈی داؤد کی آنکھوں میں جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔ لامپ پر اسڑو کر کے علاوہ دو اور آدمی بھی پہلے ہی سے موجود تھے۔ انہیں ساتھ لانے والے مسلح آدمیوں میں سے ایک لامپ ہی پر رک گیا تھا اور دوسرے والوں پلے گئے تھے۔  
 انہیں ایک چھوٹے سے کیبین میں بند کر دیا گیا۔ ساتھ ہی آگاہ بھی کیا گیا کہ مسلح آدمی کیبین کے دروازے پر موجود رہے گا۔ اگر انہوں نے گڑا بڑ کرنے کی کوشش کی تو انعام بخیرہ ہو گا۔  
 ”خداعارت کرے ان کو.... پتا نہیں کیا جاں بچھایا ہے۔!“ لیڈی داؤد دانت پیس کر بولی۔  
 ”عمران خاموش تھا۔ وہ پھر بولی۔!“ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تمہارے اترنا چاہئے تھا تمہارے دکھائی دیئے تھے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور لیڈی داؤد کے پیچھے آکر اہول ”چلو....!“ وہ غریا تھا۔

”بار بار کہتی رہئے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔  
 ”کیا مطلب....؟“  
 ”اے اب اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ آپ نے کچھ کہا تھا اور میں نے اس پر عمل نہیں کیا۔!“  
 ”آخر یہ ہم کو کہاں لے جا رہے ہیں۔!“  
 عمران کچھ نہ بولا۔ سفر ایک گھنٹے تک جاری رہا تھا۔ پھر لامپ کہیں لنگر انداز ہوئی تھی۔ مزید پندرہ منٹ گذر گئے لیکن کسی نے بھی ان کی خبر نہ لی۔  
 ”کیا تم مسلح نہیں ہو....!“ لیڈی داؤد نے پوچھا۔  
 ”نہیں محمدہ....!“  
 ”بڑی عجیب بات ہے.... ایسی مہماں سے دوچار رہتے ہو.... اور غیر مسلح رہتے ہو....!“  
 عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔  
 ”اور تم فکر مند بھی نہیں معلوم ہوتے۔!“  
 ”فکر مندی جیسی بیماریاں مجھ سے بہیشہ دور رہتی ہیں۔!“  
 ”ایسے حالات میں بھی....؟“

”کچھ بھی ہو.... آپ اپنی زبان قطعی بند رکھیں گی۔ ایک محبت وطن کی طرح ہم سے پورا پورا تعاون کریں گی۔ جب تک کہ اصل مجرم ہاتھ نہ آ جائیں۔ ہمیں بھی خاموشی ہی اختیار کرنے پڑے گی۔!“  
 ”میں اپنے وطن کے لئے جان دے سکتی ہوں تم مطمئن رہو....!“ لیڈی داؤد نے سخت لہجے میں کہا۔ وہ اپنے اعصاب پر قابو پا چکی تھی۔  
 ”آہا.... ٹھہریے.... وہ دیکھئے.... اور ہر بھی ایک دروازہ موجود ہے۔!“ عمران نے باہم جانب اشارہ کیا تھا۔  
 ”اب دیکھو.... اور ہر کیا نکلتا ہے۔!“ لیڈی داؤد دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔  
 ”ٹھہریے....!“ عمران نے کہا۔ پھر خود اسی نے آگے بڑھ کر دروازے کو دھکا دیا تھا۔ دونوں پاٹ کھلتے چلے گئے لیکن یہ کوئی خونگوار منظر نہیں تھا۔ سامنے ہی تین آدمی نامی گھنیں لے کھڑے دکھائی دیئے تھے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور لیڈی داؤد کے پیچھے آکر اہول ”چلو....!“ وہ غریا تھا۔  
 بہر حال انہیں تعقیل کرنی پڑی تھی۔ ذرا سی بے اختیاطی بھی انہیں موت سے ہم آغوش کر سکتی تھی۔

”یہ ایک طویل سرگ نمارستہ ثابت ہو۔!“  
 ”آخر ہم کہاں جا رہے ہیں....!“ عمران ہوڑی دیر بعد بولا۔  
 ”جہنم میں....!“ جواب ملا تھا۔ ”خاموشی سے چلتے رہو۔ ورنہ چھلنی کر کے رکھ دیں گے۔!“  
 یہ سرگ نمارستہ قریباً ایک فرلانگ طویل ضرور رہا ہو گا۔ پھر انہیں آسمان دکھائی دیا تھا لیکن اب وہ ایک پھر میلی دراز کے درمیان چل رہے تھے۔ دونوں جانب پندرہ سولہ فٹ اونچی چانیں تھیں۔  
 عمران کے چاروں ماتحت عمارت کے باہر ہی ٹھہرے تھے۔ لہذا ان کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکا ہو گا کہ عمران پر کیا گذری۔  
 وہ چلتے رہے۔ حتیٰ کہ انہیں لہروں کے شور کے ساتھ آبی پرندوں کی بھی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔

”خدا جانے....!“

”اٹھو.... اس طرح کیوں بیٹھے ہوئے ہو!“

”اٹھ کر ہی کیا کرلوں گا!“ عمران کراہتا ہوا اٹھا تھا۔

”تہہ خانے میں داخل ہونے سے پہلے تم نے کہا تھا کہ میری حفاظت کرو گے!“

”یوں قوف لوگ حفاظت کے علاوہ اور کرہی کیا سکتے ہیں!“

و فتح عجیب قسم کا شور سنائی دیا تھا اور وہ چونک کر آواز کی سمت دیکھنے لگے تھے۔

”یہ کیا ہے....?“

”کسی بہت پرانے موڈل کی گاڑی معلوم ہوتی ہے!“

پھر انہیں وہ گاڑی دکھائی دے گئی تھی۔ جسے ایک جانی پچانی ٹھکل والا آدمی ڈرائیور کر رہا تھا۔

”شش.... شاہد....!“ لیڈی داؤڈ ہکلائی۔

”معلوم ہوتا ہے.... اس نے شاہد کے کمی خول بنوار کھے ہیں!“

چھپلی سیٹ پر دو آدمی تھے جنہوں نے مشین پتوں سنبھال رکھے تھے۔ شاہد نے انہن بند کیا اور چھلاگ مار کر گاڑی سے اتر آیا۔

”اخاہ.... تو آپ ہیں....!“ عمران پر نظر پڑتے ہی چکارا تھا۔

عمران جہاں تھا ہیں رک گیا۔ دونوں مسلسل آدمی بھی گاڑی سے اتر آئے۔

”تم کون ہو اور یہ سب کچھ کیا کرتے پھر ہے ہو....!“ لیڈی داؤڈ نے شاہد کو مخاطب کیا تھا۔

”میں آپ کا وہی پرانا خادم ہوں لیڈی داؤڈ....!“

”میں تمہاری اصلیت جاننا چاہتی ہوں....!“

”میرا بابا اسی فکر میں دنیا سے چل با تھا۔ آپ ان فضولیات میں پڑ کر وقت نہ ضائع کیجئے۔

لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ یہاں تک کیسے پہنچیں....!“

”میا تم نہیں جانتے!“ لیڈی داؤڈ نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”نہیں.... میں نہیں جانتا....!“

”ہم اس تہہ خانے سے گذر کر یہاں تک پہنچے ہیں۔ جہاں تم لوگوں نے الٹک کا ذخیرہ

کر رکھا ہے!“

”ایسے ہی حالات نے مجھے بے فکر بنا دیا ہے محترم۔ کچھ نہ کچھ تو ہو کر ہی رہے گا۔ پھر تو مندی کیسی....!“

”یا تم بالکل یوں توف ہو یا بہت زیادہ چالاک....!“

”یا ہم زندہ رہیں گے یا مردالے جائیں گے۔ اس لئے دیکھا جائے گا!“

”میا دیکھا جائے گا!“

”بس اب کچھ نہ کہئے....!“

”مشورہ دے رہے ہو یا فیصلہ صادر کیا ہے!“

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کیبن کا دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ ایک اے ہاتھ میں نامی گن تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں سوت کی موٹی ڈور کا چھا۔ نامی گن کے زدنے لے کر ان کے ہاتھ باندھے گئے تھے اور کیبن سے نکلنے کو کہا گیا تھا۔

وہ عرش پر آئے۔ لائق کسی دیران ساحل پر لنگر انداز ہوئی تھی ان دونوں کو خنکی پر اتارا گیا۔ لائق کے عرش پر کھڑا ہوا آدمی انہیں نامی گن سے کور کئے ہوئے تھا۔

دوسرے نے صرف لیڈی داؤڈ کے ہاتھ کھول دیئے اور پھر لائق پر واپس چلا گیا۔

لائق کا انہج جاگا تھا.... اور وہ تیزی سے دور ہوتی چلی گئی تھی۔

”یہ... یہ... تو... کوئی دیران جزیرہ معلوم ہوتا ہے!“ لیڈی داؤڈ کپکپائی ہوئی آواز میں بولی۔ ”بڑے کہنے معلوم ہوتے ہیں!“ عمران نے کہا۔ ”آپ کے ہاتھ کھول دیئے اور مجھے یوں چھوڑ گئے!“

”میں کھولے دیتی ہوں.... لیکن اب کیا ہو گا!“

اس نے عمران کے ہاتھ کھول دیئے اور وہ زمین پر اکٹوں بیٹھتا ہوا بولا۔ ”میری تو میشی پلید ہو گئی کیا کہنا چاہتے ہو....!“

”شاہد ہم اس دیران زمین کے آدم و حوا کھلائیں گے!“

”کیا بگو اس....!“

”یہاں ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں معلوم ہوتا میں لیڈی....!“

”آخر اس حرکت کا مطلب کیا ہو سکتا ہے!“

سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے مشین پستول کے لئے چھلانگ لگائی تھی۔ دوسرے آدمی کے مشین پستول سے گولیاں نکلی تھیں۔ لیکن عمران تو کبھی کا اس جگہ کو جھوڑ پکا تھا جہاں گولیوں نے ریت اٹائی تھی۔ دوسرے حملہ کی نوبت نہ آسکی کیونکہ عمران نے بھی ٹریگر پر زور ڈالا تھا۔ حملہ آور نے قلبازی کھائی اور پھر نہ اٹھ سکا۔

”اپنی جگہ سے جبکش بھی نہ کرنا تم دونوں....!“ عمران نے شاہد اور اس کے ساتھی کو کور کرتے ہوئے کہا۔ ”تم میرا بذریں انہی دیکھے ہی چکے ہو۔!“

”پستول زمین پر ڈال دو.... ورنہ چھلنی ہو جاؤ گے۔!“ دفعۂ عقب سے آواز آئی۔ عمران تو جہاں تھا کھڑا ہی رہ گیا تھا۔ لیکن لیڈی داؤد تیزی سے مزدی تھی۔ نیلے پر ایک آدمی نای گن چھیتی کھڑا نظر آیا۔

”پستول زمین پر ڈال دو....!“ پھر آواز آئی۔ اس بار عمران نے نبے چوں و چڑاوی کیا جس کے لئے کہا گیا تھا۔

شاہد و خیانہ انداز میں مشین پستول کی طرف چھٹا تھا۔ پستول اٹھا کر اس نے اس کا دستہ عمران کے شانے پر رسید کرتے ہوئے اوپھی آواز میں کہا تھا۔ ”راٹھور... وہ آدمی ہاتھ لگ گیا ہے جس کی تھیں تلاش تھی۔ یہ عمران ہے یہی بتائے گا کہ ایکس نو کون ہے اور کہاں ہے۔!“ نووار دشیلے سے اتر کر قریب آگیا تھا اور لیڈی داؤد کو لپھائی ہوئی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ ”تو یہ ہے عمران۔!“ اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

”نہیں وہ لیڈی داؤد ہیں.... عمران تو میں ہوں جتاب....!“ عمران نے کہا۔

”انہیں اسیمر پر لے چلو....!“ راٹھور نے شاہد سے کہا۔

”عمران کو لے جاؤ.... لیڈی داؤد میرے ساتھ جائیں گی۔!“ شاہد بولا۔

”نہیں.... پہلے اسیمر پر جائیں گی۔!“ راٹھور بولا۔

”یہ نامکن ہے....!“ شاہد کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔

”یہی مناسب ہے....!“ راٹھور لاپرواہی سے بولا۔

”لیڈی داؤد کا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔!“

”نہ ہو....!“ راٹھور نے لاپرواہی سے کہا۔ ”لیکن اب یہ ایک خطرناک گولہ ثابت ہو سکتی ہے۔!“

”میں ایسے کسی تہہ خانے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔!“

”یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”بیدا ہو کر سیدھے یہیں چلے آئے ہیں۔!“

”مشت اپ....!“ شاہد دہلا۔

”پھر اور کیا کہوں پیارے بھائی....!“

”تاب میں یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ داؤد کے قاتل تم ہی ہو۔ تم نے پہلے اسے در غلا کر اپنا کام نکلا۔ پھر راستے ہی سے ہٹا دیا۔!“

”تم بہت ذہین ہو لیڈی داؤد....!“

”لیکن تم اس وہم میں نہ رہنا کہ خود بچ رہو گے۔!“

”شاہد اسی لئے عمران کو ساتھ لے پھر رہی ہو....!“

”عمران.... کون عمران....؟“ لیڈی داؤد چوک پڑی۔

”بنیے کی ضرورت نہیں!“ شاہد نے سخت لہجے میں کہا۔ ”تم دونوں کی زندگی کا آخری دن ہے۔!“

وہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔ پھر اس نے اگلی سیٹ پر سے چڑے کا ہنتر اٹھایا تھا اور عمران کی طرف دیکھ کر بولا تھا۔ ”تمہارا بھی وہی حشر ہو گا اور نہ بتا دو کہ ایکس ٹوکون ہے۔!“

”اس ایندھن کو کہتے ہیں جس سے بچے را کٹ اڑاتے ہیں۔!“

”اچھی بات ہے.... یہ لو....!“ شاہد نے ہنتر سے ضرب لگانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن

عمران صاف بچ گیا تھا۔

”ٹھہر و....! میری بات کا جواب دو....!“ لیڈی داؤد ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”تم نے آخر میرے

مکان کو اسلیخ کا گودام کیوں بنار کھا ہے۔!“

”میں کیوں بنانے لگا۔ مکان تمہارا ہے۔ تم جانو۔ داؤد کی قبرستان کا مجاور تو نہیں تھا۔

اسکلر تھا اسکلر....!“

لیڈی داؤد دانت پیس کر رہ گئی۔

شاہد نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔ ”تم عمران کی تلاشی لینے کے بعد اسکے ہاتھ پشت پر باندھ دو۔!“

شاہد کے ساتھی نے مشین پستول ایک طرف رکھ دیا تھا اور عمران کی جامہ تلاشی لینے کے

لئے اس کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ اچاک عمران بہت زور سے چینا۔ پھر اس پل بھر کے تعل

”اور کیا... یہ تو قاعدے کی بات ہے۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔  
 ”تم خاموش رہو...!“ شاہد دہڑا۔  
 ”غصے میں نہ آؤ شاہد...!“ راٹھور زم لجھ میں بولا تھا۔  
 ”اچھا تو تم بھی اسے شاہد ہی سمجھتے ہو...!“ عمران نے جیرت سے کہا۔  
 ”چوپ رہو...!“ شاہد حلق چھاڑ کر چینا تھا اور پھر بڑھ کر عمران کے پیٹ پر ٹھوک ماری تھی۔  
 عمران دونوں ہاتھوں سے پیٹ دبائے بیٹھتا چلا گیا۔  
 ”تم کچھ کہتے ہو...!“ لیڈی داؤڈ غرائی تھی۔

”خبردار... وہ میں ٹھہرو... جہاں کھڑی ہو۔!“ شاہد نے مشین پتوں کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ کچھ اور بھی کہتا لیکن ٹھیک اسی وقت عمران نے دونوں ہاتھوں سے ریت اچھالی تھی۔ ایک مٹھی راٹھور کی آنکھوں میں جھوکی تھی اور دوسرا شاہد کی آنکھوں میں پھر راٹھور کی نامی گن پر قبضہ کرنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ ساتھ ہی گولیوں کی بوچھاڑ تیرے آدمی پر پڑی جس نے عمران پر فائر کرنا چاہا تھا۔  
 ”اب مشین پتوں پھینک دو شاہد...!“ عمران غرایا۔ ”تمہارا یہ آدمی بھی ختم ہو گیا ٹھیک لیڈی داؤڈ... آپ دونوں پتوں اٹھا لیجھ...!“  
 لیڈی داؤڈ نے خاصی پھرتی دکھائی تھی۔ ان دونوں کی آنکھیں بچھی ہوئی تھیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا کر کھٹکے تھے۔

”اب کیا خیال ہے مشر شاہد...!“ عمران بولا۔ ”یہ کھلیں کب تک جاری رہے گا۔!  
 ”تم یہاں سے نج کر نہیں جاسکتے۔!“ شاہد دہڑا۔  
 ”وہ تو میں بعد میں دیکھوں گا... وہ عورت ہمارے قبضے میں ہے جسے تم نے بیگم ایکس ٹوبنیا تھا۔ سعدیہ بہت کچھ اگل چکی ہے۔ اسلئے کاڑ خیرہ بھی لیکن ٹھہرو...!“ تمہیں تو میں پہچانتا ہوں۔  
 ”یراٹھور کون ہے۔!  
 شاہد کچھ نہ بولا۔ راٹھور بھی خاموش تھا۔ دونوں کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔

”لیڈی داؤڈ... کیا آپ شاہد کا پھرہ دیکھنے کی کوشش نہیں کریں گی۔ ویسے میں تو اس خول کے باوجود بھی اسے پہچان پکا ہوں۔!  
 شاہد کچھ نہ بولا۔ راٹھور بھی خاموش تھا۔ دونوں کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔

”ضرور دیکھوں گی اچھے دوست...!“ وہ آگے بڑھتی ہوئی بولی اور عمران نے کہا تھا۔ ”شاہد جاؤ...!“  
 شاہد بھکھا تھا... لیکن حکم کی تعیل میں نہیں... بلکہ کسی ارنے ہمینے کی طرح جھپٹ کر عمران کے سینے پر نکل مارنی چاہی تھی۔ لیکن اسی ہی لمحے میں عمران کی ٹھوڑی پر پڑی اور وہ بے ہنگمی آواز کے ساتھ اٹ گیا۔  
 ”بس اب اسی طرح پڑے رہتا... ورنہ نامی گن کی بوچھاڑ تمہیں چاٹ جائے گی۔ لیڈی داؤڈ جلدی سمجھے۔!  
 لیڈی داؤڈ اس کے بال پکڑ کر زور لگانے لگی تھی۔ اور ہر شاہد نے مفبوطی سے اپنی گردن پکڑ رکھی تھی۔  
 ”چھوڑیے... کیا فائدہ...!“ ٹھکل دکھانا نہیں چاہتا تو نہ سکی... میں بتائے دیتا ہوں...  
 یہ نادر چندو لا ہے۔!  
 ”نہیں...!“ راٹھور اور لیڈی داؤڈ کی زبانوں سے بیک وقت نکلا تھا۔  
 ”وہی ہے... چہرے پر خول چڑھا سکتا ہے۔ لیکن انگلیوں کے نشانات کا انتظام اس کے بس میں نہیں ہے۔!  
 ”میں تجھے مار ڈالوں گا۔!“ شاہد لیڈی داؤڈ کو ایک طرف جھک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ کسی پاگل ہی آدمی کی طرح عمران پر ٹوٹ پڑا تھا۔  
 ”بہت جاؤ...!“ بیگم داؤڈ چھپتی۔ ”ورنہ مارتی ہوں گوئی۔!  
 لیکن یہ دھمکی بھی کارگر نہ ہوئی۔ شاہد کو غالباً نامی گن بھی یاد نہیں رہی تھی۔ عمران نے لیڈی داؤڈ سے کہا۔ ”یہ نامی گن بھی اپنے ہی قبضے میں رکھئے... نادریوں نہیں مانے گا۔!  
 لیڈی داؤڈ راٹھور کو کور کئے کھڑی رہی۔ ساتھ ہی کہتی جا رہی تھی۔ ”تم یہ نہ سمجھنا کہ مجھے ان حربوں کا استعمال نہیں آتا۔ زندگی عزیز ہے تو ہاتھ اٹھائے کھڑے ہی رہتا۔...!  
 اور نادر دیویوں کی طرح جھپٹ جھپٹ کر جملے کر رہا تھا۔ اسی دوران میں چہرے کا دوہ بہتر بھی عمران کے ہاتھ آگیا جو خود اس کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔ اس نے ٹھوک مار کر شاہد کو دور اچھال دیا اور پھر چاپک والا ہاتھ گھوما تھا۔ شراب... شراب... شراب... پے در پے کٹ

دنوں تخریب کاروں کے لئے اسلحہ کی سپائی بھی اپنے ذمے لے لی تھی۔ راٹھور اسی بڑے اسمگلر کا نام نہ کھا اور ان دنوں لئے یہاں موجود تھا کہ اپنے آقا کے احکامات کے مطابق عمران اور ایک نو کو تلاش کر کے ٹھکانے لگوادے۔

نادر چندوالا نے ہوش میں آنے کے بعد مزید کئی ایسی جگہوں کی نشاندہی کی تھی جہاں اسلحہ کے ذخیرے موجود تھے۔ پرانے داؤ داس کا شریک کار تھا۔ لیکن لیڈی داؤ داس سے لاعلم تھی۔ وہ تو سمجھتی تھی کہ وہ قانونی طور پر نادر کا شریک کار ہے۔  
بہر حال وہ عمران کی بے حد ممنون تھی۔

سعدیہ درانی پر بھی فرد جرم عائد کر دی گئی تھی اور اسے جیل بھیج دیا گیا تھا۔ البتہ تم تو تھی سر کاری گواہ کی حیثیت سے ہسپتال میں زیر علاج تھی۔

نادر خود اپنے نائب کی حیثیت سے بٹکل شاہد اپنے آدمیوں کے ہاتھ بھی بناتا تھا اور ان پر کڑی نظر بھی رکھتا تھا۔ کچھ دوسرا شکلوں کے خول بھی اس کی قیام گاہ سے برآمد ہوئے تھے۔ جنہیں وہ قاتفو قاتا استعمال کرتا رہتا تھا۔

صفدر کی حالت اب پہلے سے بہتر تھی اور وہ اپنی شیش وارڈ کے ایک آرام دہ کمرے میں لینا ہوا بڑی محبت سے عمران کی طرف دیکھنے جا رہا تھا۔

”اوہ بھائی!“ عمران گزر جو کر بولا۔ ”زس باہر گئی ہے۔ یہ میں ہوں تمہارا خادم عبدالمنان!“  
”آپ سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں ہے۔!“ صفر نہنڈی سانس لے کر بولا۔

”آہستہ....!“ عمران نے خوف زدہ لمحے میں کہا۔ ”کہیں کوئی نامحرم نہ سن لے!“  
”آپ ناقابل تغیر ہیں!“

”اب تو تم نے لوٹنیوں کی سی باتیں شروع کر دیں!“  
صفدر نے مسکرا کر آنکھیں بند کر لیں۔

﴿ ﴿ تمام شد ۷﴾

ہاتھ شاہد پر پڑ گئے اور اب عمران اچھل کو د کر اتنا فاصلہ برقرار رکھنا چاہتا تھا کہ چاک کو بخوبی استعمال کر سکے۔ اسی دوران میں ایک بار وہ راٹھور اور لیڈی داؤ دے کے درمیان آگیا تھا۔ راٹھور نے موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نکل جانا چاہا لیکن لیڈی داؤ داس سے زیادہ پھر تسلی ثابت ہوئی تھی۔ اس نے بڑی تیزی سے اپنی پوزیشن تبدیل کی اور راٹھور پر فائزگ شروع کر دی۔

وہ جیتنا ہوا ذہیر ہو گیا تھا۔ کئی گولیاں اس کی پشت میں اتر گئی تھیں۔

اوھر عمران پر بھی دیوانگی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ شاہد کو چجزے کے چاک سے پیٹھی ڈال رہا تھا۔ پھر شاہد بھی گر پڑا اور عمران نے لیڈی داؤ دے پوچھا۔

”کیا راٹھور ختم ہو گیا...؟“

”بالکل.... کئی گولیاں گلی ہیں....!“

”تم اہوا... وہ ایک پڑوی ملک کا اسمگلر تھا۔ خیراب آئیے اور نادر چندوالا کے درشن بھی کر لیجھے!“  
اس نے جھک کر شاہد کے چہرے سے خول اتار دیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ پلکیں بھی جبکار رہا تھا۔ لیکن جنبش کرنے کی سکت اس میں نہیں رہ گئی تھی۔

”یہ مردود.... معقول معاوضے پر آدمیوں کو بھی اسمگل آؤٹ کر دیتا تھا۔“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ ”پتا نہیں کتنے بھولے بھالے لوگ اس کی وجہ سے عرب کے ریگستانوں میں ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں!“  
لیڈی داؤ دے کچھ نہ بولی۔

عمران سیدھا کھڑا ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”یہ میرے ہی جزیرے کا شہل دیران ساحل ہے۔!“ وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔ ”اس لائچ کے لوگوں نے ہمیں دھو کے میں رکھنے کیلئے پورا ایک گھنٹہ صرف کر دیا تھا۔ عمران میں تمہاری مشکور ہوں۔ ساری زندگی تمہیں اپنا بہترین دوست تصور کرتی رہوں گی اور یہ حرمازدہ اسکے بارے میں مبن سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اسے لوگ فرشتہ سمجھتے تھے۔ اور یہ دوہر اک دردار ادا کر تارہ رہا تھا۔“

﴿ ﴿

نادر چندوالا لبے کاروبار والا ثابت ہوا تھا۔ یہی نہیں بلکہ وہ ایک پڑوی ملک کے بہت بڑے اسمگلر کے ابجٹ کی حیثیت سے بھی کام کر رہا تھا۔ نشیات اور آدمیوں کا اسمگلر تو تھا ہی لیکن ان

## پیشہر

”شہباز کا بسیرا“ ملاحظہ فرمائیے۔ کتاب کسی قدر دیر سے آپ تک پہنچ رہی ہے۔ بے حد افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کراچی کے موسم کونہ عمران کی خوش فعلیوں سے دلچسپی ہے اور نہ فریدی کے دھاکڑپن سے۔ جہاں گرم اور خشک ہوا چلی فریدی اور عمران کے خالق صاحب پٹختنی کھا گئے۔ دماغ شل اور روح بو جھل، بہت زیادہ جھو نجھل میں آئے تو آس پاس کے لوگوں سے اس طرح لجھنا شروع کر دیا جیسے فن ناول نویسی پر تواحسان کر رہے ہیں ورنہ پیشہ آبا پسہہ گری تھا۔

اسلام آباد والی بھتیجی اور بھتیجے کو شکایت ہے کہ موجودہ دور کی کہانیاں ذہن پر کوئی خاص اثر نہیں چھوڑتیں۔ کتاب ختم کی اور ذہن صاف، یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ نہ تکدر نہ ملال (کہانی کے سلسلے میں) ورنہ پیسوں کے ضائع ہونے کا ملال تو ہوتا ہی ہو گا۔ ویسے یہ

## شہباز کا بسیرا

(مکمل ناول)

کر دوں گا۔“

بہت دنوں سے فرماش جاری تھی کہ عمران کو ایک بار پھر ”شکرال“ لے جایا جائے۔ سو آپ اس کہانی (شہباز کا بسیرا) کے اختتام پر اس کو شکرال ہی کے راستے پر پائیں گے۔ لیکن خدارا! بھی سے آپ خود ہی کوئی پلاٹ نہ بنانا شروع کر دیجئے گا۔ ورنہ پھر بھی ہو گا کہ ”واہ یہ بھی کوئی بات ہوئی۔“ ویسے میراد عویٰ ہے کہ مخفی ریشوں کی یلغار“ نام کی بناء پر آپ کوئی پلاٹ نہ بنا سکیں گے۔

یہ ”سینم ایکس ٹو“ نہیں ہے۔ ”کیا سمجھے؟“

بہر حال میں زندہ اور آپ کی جان لیوا تفہید باتی۔

والسلام

ابن صفحہ

۱۹۷۵ء / اپریل ۱۹۸۶ء

دوسری بات ہے کہ سال بھر بعد آپ کو یہی کہانیاں بہت اچھی لگیں گی۔ یہ بھی ایک تجربہ ہے، دیدہ و دانستہ ایسا کر رہا ہوں۔ فلم ”دھاکہ“ میں بھی میں نے یہی تجزیہ کیا تھا۔ دیکھنے والے کہتے تھے ”دیکھتے وقت بڑا مزہ آتا ہے، لیکن ہال سے باہر نکلو تو یاد ہی نہیں آتا کہ کیا دیکھا تھا۔“ کتنی اچھی بات ہے۔ آپ تفریق کی خاطر فلم دیکھنے گئے تھے، جب تک دیکھتے رہے ذرہ برابر بھی بوریت محسوس نہیں کی۔ صاف سخرازہن لے کر گھر پہنچے.... یہ تو نہیں کہ پڑے کروٹیں بدل رہے ہیں بستر پر اور سوچ رہے ہیں ”ہائے کیسی پتا پڑی تھی بیچاری پر۔ پہلے باپ مر۔ پھر ماں مری۔ پھر سارے بہن بھائی بھی مر گئے۔ بالکل اکیلی رہ گئی۔ بیچاری۔ اور وہ بھی تو نہ ہوا اپنا جسے اپنا سمجھتی تھی۔ سہیلی کو لے بھاگا بد بخت.... وغیرہ وغیرہ۔“

سعودی عرب سے ایک اسٹور کیپر صاحب نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ اگر بیسہ ہی کمانا ہے تو آلو چھولے بیچا کروں۔ بھائی! آپ تو پیسہ کمانے کے سلسلے میں وطن تک کو خیر باد کہہ بیٹھے ہیں اور مجھے اتنا آسان مشورہ دے رہے ہیں۔ دو روپے والی کتاب اگر آپ کو وہاں تین ریال میں ملتی ہے تو اس میں میرا کیا تصور ہے۔ یہاں دو روپے والے تو بہت خوش ہیں مجھ سے۔ آر۔ بھی (والپر) آ جائیے اور یہیں دو روپے کی خرید کر پڑھئے۔ مزونہ آ جئے تو دو روپے والیں

رہ جن لوگوں تک اسے پہنچا ہے وہ اس کی آمد کے متوقع ہوں گے لیکن دن اور وقت کا تعین  
نہیں کیا گیا تھا ورنہ انہی میں سے کوئی ایئر پورٹ پر اُس کا منتظر ہوتا۔

بہر حال وہ تو یہ نہیں جانتا تھا کہ یہاں کے ٹیکسی ڈرائیور اتنی اچھی اور بامحاورہ انگلش نہیں،  
بلکہ جتنی یہ ٹیکسی ڈرائیور بولتا رہا تھا۔

قریباً پندرہ ہیاٹیں منٹ بعد ٹیکسی ایک عمارت کی کپاؤڈ میں داخل ہو کر پورچ میں جارکی تھی۔  
”کیوں...؟“ وہ چاروں طرف دیکھتا ہوا جیرت سے بولا۔ ”یہ وہ عمارت تو نہیں معلوم ہوتی!“  
”وہی ہے....!“ ٹیکسی ڈرائیور مسکرا کر بولا۔

”تم مجھے غلط جگہ لے آئے ہو.... وہ کوئی بڑی عمارت ہے۔ کمی منزلہ جس کے ایک فیٹ  
میں مجھے جانا ہے۔“

”اتھے میں وہ گاڑی بھی پیچھے آر کی جو ایئر پورٹ ہی سے تعاقب میں رہی تھی۔ وہ اس کی  
طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ پھر ڈرائیور کی طرف مڑا ہی تھا کہ اس کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر طویل  
سانس لی۔ آنے والی گاڑی سے دو آدمی اترے تھے اور انہوں نے بھی روپاں اور نکال لئے تھے۔ وہ  
نہیں سے ہونٹ بھنج بھینچارہا۔

”اترو...!“ باہر سے ایک آدمی نے سخت لمحہ میں کہا۔

”مم.... میرے پاس زیادہ رقم نہیں ہے.... تم حلاشی لے سکتے ہو!“ وہ بھرائی ہوئی آواز  
میں بولا۔

”نیچے اتر کر بات کرنا....!“ ڈرائیور نے اپنے پستول کو جنبش دے کر کہا۔

”بب.... بریف کیس....!“

”بریف کیس.... اٹھا لو.... اور نیچے اتر جاؤ....!“

”بہت.... بہت اچھا.... تم دیکھو گے کہ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ بریف کیس میں ایک  
سلپنگ سوٹ اور سگریٹ کے پیکنٹوں کے علاوہ اور کچھ نہیں!“

”میں نے کہا تھا نیچے اتر کر بات کرو!“ ڈرائیور نے سرد لمحہ میں کہا۔

”ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے....!“ اس نے کہا اور دروازہ کھول کر نیچے اترنے لگا تھا۔ انداز  
سے بوکھلاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔ دونوں ٹانگیں آپس میں الجھ گئیں اور وہ بریف کیس سیست

اگر اس نے طیارے سے اتر کر فضائی کمپنی ہی کی گاڑی سے پہنچے کا ارادہ کیا ہوتا تو شائد انی  
آسانی سے ان لوگوں کے ہتھے نہ چڑھ جاتا۔ ٹیکسی خود ہی اس کی طرف آئی تھی اور ڈرائیور نے  
اس سے پوچھا تھا کہ وہ کہاں جائے گا اور وہ اسے پتہ بتا کر کچھیں نہست پر بیٹھ گیا تھا اس کی پاس  
ایک بریف کیس کے علاوہ اور کوئی سامان نہیں تھا۔

”یہ تو بڑی اچھی بات ہے جتاب....!“ ڈرائیور بولا۔ ”بس یہ میرا آخری ٹرپ ہے اور مجھے  
بھی اور ہر ہی جاتا ہے۔“

ٹیکسی حرکت میں آگئی تھی۔ وہ پوری طرح مطمئن تھا کہ اسے یہاں کوئی نہیں جانتا۔ اس  
لئے بہت زیادہ احتیاط کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ دیے ہے وہ حق بھی نہیں تھا۔ اپنے ساقیوں  
میں اول درجے کا ذہین اور پھر تیلا سمجھا جاتا تھا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ

جہاں بازو سئٹنے ہیں وہیں صیاد ہوتا ہے  
اگر اپنے ملک میں وہ کسی گھم پر نکلا ہوتا تو اتنا بے خبر نہ ہوتا کہ ایک گاڑی نے اس کی ٹیکسی کا  
تعاقب اسی وقت شروع کر دیا تھا جب وہ ایئر پورٹ سے شہر کی طرف روانہ ہوئی تھی۔  
وہ نہست کی پشت گاہ میں تیک لگائے سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔ کسی قدر غنوڈی  
بھی اس پر طاری تھی۔

وہ یہاں پہلی بار آیا تھا۔ صرف ایک نام اور پہا تھا اس کے پاس۔ پہا اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو نہ  
دیا تھا اور اسے یقین تھا کہ کسی دشواری کے بغیر منزل مقصود تک پہنچے گا۔ اسے اس کا بھی علم نہ

دشمنت گذر گئے لیکن بدستور سنانا طاری رہا۔ پھر آہستہ آہستہ چلنے لگا تھا۔ جلد ہی اونچی گھاس کے الجھیڑوں سے نجات مل گئی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر ایسے میں بارش شروع ہو گئی تو کیا ہو گا۔ کچھ دور پل کر ڈھلان شروع ہو گئی تھی اور وہ بہت احتیاط سے قدم اٹھانے لگا تھا۔ ابھی ڈھلان کا سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا کہ بڑی بڑی بوئیں آگئیں اور اس نے غیر ارادی طور پر پھر دوڑنا شروع کر دیا۔

اس بارہ دشمن کے بل قد آدم جھائیوں میں گرا تھا۔ بوکھلا کر اٹھا تو ایسا لگ جیسے ان جھائیوں کی دوسری طرف کوئی عمارت موجود ہو۔

اور وہ بیچ بیچ ایک چھوٹی سی عمارت ہی تھی۔ وہی نہیں وہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کئی میل تھیں۔ وہ جھپٹ کر قریبی عمارت کے برآمدے میں جا پہنچا۔ یہاں بھی اندر ہرا تھا۔ بارش جس زور و شور سے شروع ہوئی تھی اُسی طرح اچانک کھم بھی گئی اور وہ دیوار سے نکلا کر اس پہنچا رہا۔ آخر اب کیا کرے۔

پھر اچانک اُسے کتوں کا شور سنائی دیا تھا۔ آوازیں دور کی تھیں لیکن بتدریج قریب ہوتی جانی تھیں اس نے سوچا کیوں نہ اس عمارت کے مکنوں کو جگا کر اُن سے مدد طلب کی جائے یہی ذرا بیور کی فریب دہی کی کہانی مناسب رہے گی۔ اس کے سفری کاغذات تو اس کی جیب ہی میں تھے۔ اُن لوگوں کو مطمئن کیا جاسکے گا۔

بھی مناسب ہے ورنہ اگر آوارہ کتوں کے ہتھے چڑھ گیا تو شکل بھی نہ پہنچانی جاسکے گی۔ وہ دیوار ٹوٹتا ہوا دروازے تک پہنچا تھا اور پھر دستک دینے ہی والا تھا کہ ہاتھ اس قفل سے کٹایا جو دروازے پر لٹک رہا تھا۔

اوہ.... تو عمارت مغلل ہے.... اس کا یہ مطلب ہوا کہ خالی ہے۔ کتوں کی آواز کچھ اور قریب ہو گئی تھی۔

ایک نئے خیال نے اس کے ذہن میں سر اٹھایا۔ ہو سکتا ہے عمارت خالی نہ ہو۔ بلکہ اس کے بن کئیں اور گئے ہوں اور یہاں ٹیلی فون ڈائرکٹری بھی موجود ہو۔ ڈائرکٹری میں وہ اپنے بیان کافون نمبر تلاش کر سکتا تھا جس کا علم اسے نہیں تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس نے کوٹ نالہ روئی جیب سے پرس نکالا اور اس کے ایک خانے میں انگلی ڈال کر کچھ تلاش کر تارہ پھر وہ

گھنٹوں کے بل بیچ آپڑا.... پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کا بریف کیس پورچ میں لگے ہوئے بل کی طرف اچھلا تھا اور ہلکے سے دھماکے کے ساتھ وہاں اندر ہرا چھا گیا تھا۔ وہ کسی چچکی کی طرح دوسری گاڑی کے بیچے ریک گیا۔ ”خبردار... گولی مار دی جائے گی!“ کسی نے چین کر کھا تھا لیکن اتنی دیر میں وہ لان پر بیچنے لگا تھا۔

مطلع ابر آکوہ ہونے کی وجہ سے گہر اندر ہرا تھا۔ ورنہ وہ سیدھا کھڑا ہو کر دوڑنے لگا سکتا۔ دینے اُس نے دو فائزوں کی آوازیں بھی سنی تھیں۔ چھالک کی طرف جانے کی بجائے وہ بائیں جانب مڑ گیا۔ اتنا اندازہ تو اسے ہوئی گیا تھا کہ وہ اس چہار دیواری کو کسی بھی جگہ سے چھالانگ لے کے گا۔ دوبارہ روشنی کا انتظام ہونے سے قبل ہی وہ اس عمارت کی حدود سے نکل جاتا چاہتا تھا۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر اچھلا اور دیوار کا سر اٹھائے ہوئے اٹھتا چلا گیا۔ دوسری طرف اترتے وقت اُس نے خاصی احتیاط سے کام لیا تھا۔ زمین سطح اور سخت تھی۔

اُس پاس اور کسی عمارت کے آثار نہ دکھائی دیے۔ تو یہ قریب قریب دیرانہ ہی تھا۔ پھر سمت کا تین کے بغیر اس نے ایک طرف دوڑ لگادی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے مڑ کر دیکھا تھا بہت دور دو محرك نار چین نظر آرہی تھیں۔ اس نے رفتار اور تیز کر دی۔ نارچوں کے جیطے انکا سس سے دور ہی رہ کر محفوظ رہ سکتا تھا۔ انہیں کو شکر رہا تھا کہ بے آواز دوڑتا رہے۔ بد حواس کے عالم میں بھی اسے اس کا احساس رہا تھا۔

پھر تارچ کی روشنی بہت پیچھے رہ گئی اور اب وہ اتنی تیزی سے دوڑ بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ اب وہ لمبی لمبی گھاس کے درمیان تھا۔

دوڑ کے اختتام پر اس نے محسوس کیا تھا کہ اب دم لیتا ضروری ہے۔ دوڑتے وقت تو اُنہوں نے تھکن نہیں معلوم ہوئی تھی مگر اب وہ نبڑی طرح ہانپ رہا تھا۔ برادر تھکنے آور اندر ہی میں نہ جانے کہاں بھکتے پھر رہے ہوں گے اور اب تو تارچ کا تا معلوم جملہ آور اندر ہی میں نہ جانے کہاں بھکتے پھر رہے ہوں گے اور اب تو تارچ کا روشنی بھی نظر وہ سے او جھل ہو گئی تھی۔

وہ رک گیا اور کھڑا آگے پیچھے جھولتا ہوا ہاتھ رہا۔ لیکن سوال تو یہ تھا کہ اب جائے کہاں۔ یہ تو کوئی دیرانہ تھا اور وہ بادلوں سے ڈھکے ہوئے آسمان کے بیچ ستوں کا تین بھی نہیں کر سکتا تھا۔

”محبے صرف آپ کا پتہ بتایا گیا تھا... فون نمبر نہیں دیئے گئے تھے۔ یہ تو میں نے ڈائریکٹری سے تلاش کیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس وقت کہاں ہوں!“

”اسی طرح بولتے رہو... میں ابھی معلوم کے لیتا ہوں۔ اگر بولنے کے لئے کچھ نہ ہو تو حافظہ کی کوئی عدمہ سی غزل شروع کر دو....!“

”میں سمجھ گیا...!“

”ٹھیک ہے....!“ عمران نے کہا اور رسیور میز پر ڈال دیا۔

پھر وہ اس کمرے میں آیا جہاں ایکس ٹووالا فون تھا۔ اس پر سائیکلو میشن کے نمبر ڈائل کے اور جواب ملتے پر بولا۔ ”عمران کے ذاتی فون پر کہیں سے کال ہو رہی ہے۔ ایکس چین سے دوسرا“ طرف کا نمبر اور پتہ معلوم کر کے مجھے مطلع کرو....!“ اس نے ایکس ٹوکی بھراں ہوئی آواز میں ٹنٹنگو کی تھی۔ رسیور رکھ کر وہ پھر خواب گاہ میں آیا۔ میز سے رسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے حافظہ کی غزل بھد خوش الحانی جاری تھی۔ غزل کے اختتام پر عمران نے کہا۔ ”تم تو اچھے خاصے گلوکار ہو۔!“

”بظاہر ٹوی کافنکار بھی ہوں جتاب....!“

”اب کوئی فلمی گاتا بھی ہو جائے تاکہ معیار کا اندازہ لگا سکو۔ ہمارے یہاں تو پیارِ ذمہ دہ ہوتا ہے!“

”میں نہیں سمجھا جتاب....!“

”ایک فلمی گیت کا لکھ رہا ہے۔!“

”مگر ذمہ دہ...!“ دوسری طرف سے بھد جیرت پوچھا گیا۔

”ہاں ہاں.... گھوڑوں گدوں کا گیت ہے۔!“

”میں نے حال ہی میں آپ کے یہاں کی ایک فلم دیکھی تھی۔ کیا نام تھا۔ ہاں یاد آیا۔...“

”کھوئے دا پتہ گلڑ...!“

”اچھا... اچھا... ہاں اسے نیشنل ایواڑی مل چکا ہے۔!“

”اب کیا بولوں جتاب....!“

”شادی شدہ ہو...?“

باریک سا اوزار قفل کے سوراخ میں ریگ گیا تھا۔ جو اس کے پرس سے برآمد ہوا تھا۔

قفل کھلنے میں دیر نہ لگی۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ دائیں باسیں سوچ بورڈ تلاش کرنے کے لئے ہاتھ ہلاکے تھے۔ باسیں جانب سوچ بورڈ تھا لیکن وہ فوری طور پر روشنی کر دیئے گا۔ خطرہ نہیں مول لینا چاہتا تھا۔ جیب سے ماچس کی ڈینیا نکال کر ایک تیلی جلائی۔ کھڑکیوں پر پردے موجود تھے۔ لیکن اتنے دیزیر بھی نہیں معلوم ہوتے تھے کہ لائٹ جلانے کے بعد باہر سے کھڑکیاں روشن نہ نظر آئیں۔

ماچس کی تیلیوں ہی کی روشنی پر قناعت کرنی پڑی۔ تین کروں کے اس چھوٹے سے مکان میں اُسے وہ چیز بالآخر مل ہی گئی جس کی اُسے تلاش تھی۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری اور فون بھی موجود تھا۔ اس نے جھک کر اس کے نمبر معلوم کرنے چاہے لیکن ساکٹ میں نمبر کا رذہ موجود نہیں تھا۔ کرہ ایسی جگہ واقع تھا کہ اس کی روشنی باہر نہیں جا سکتی تھی۔ اس نے بلب روشن کیا اور ڈائریکٹری کی ورق گردانی کرنے لگا۔ دھنعتاں کے چہرے پر تازگی نظر آنے لگی۔ شائد وہ نمبر لے گیا تھا جس کی اُسے تلاش تھی۔



فون سربانے ہی رکھا تھا جیسے ہی ٹھٹھی بجی ہڈا چھل کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر پلے آکھے گلی تھی۔ رسیور اٹھا کر بھراں ہوئی آواز میں بولا۔ ”بیلو....!“

”میں آقائے علی عمران کی اقامت گاہ ہے۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ہے تو....!“ عمران کی غنوڈگی رفوچکر ہو گئی۔

”ہفت اف....!“ دوسری طرف سے کہا گیا۔ ”آپ کون ہیں....؟“

”علی عمران.... لیکن تم کہاں سے بول رہے ہو۔!“

”میں دشواری میں پڑ گیا ہوں جتاب ٹیکسی ڈرائیور کو آپ کا پتہ بتایا تھا لیکن وہ کہیں اور لے گیا۔ دو آدمی اور آگئے.... وہ مجھے پکڑنا چاہتے تھے۔ لیکن نہ پکڑ سکے۔ البتہ میرا برف کیس دہیا رہ گیا۔ وہ عمارت کی دیوان جگہ پر ہے.... میں بھاگ نکلا اب ایک مکان کا قفل کھول کر اس

میں داخل ہوا ہوں۔ یہاں فون تو موجود ہے لیکن اس پر نمبر کا رذہ نہیں ہے۔!“

”تم نے ایسے پورٹ ہی سے فون کیوں نہیں کیا تھا....!“

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔ چند لمحے پکھ سوچتا رہا تھا۔ پھر جو لیکے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ تین بار ڈائیل کرنے کے بعد دوسرا طرف سے جو لیکی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز آئی تھی۔

”لیں سر...!“

”پہلے تم پوری طرح بیدار ہو جاؤ...!“ عمران ایکس نوکی آواز میں بولا۔

”میں بیدار ہوں جتاب...!“

”صدر، خاور، چہاں اور صدقی کو مطلع کر دو کہ انہیں پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر کیٹ کر اسگ پر پہنچا ہے۔ عمران وہاں ان کا منتظر ہے۔!“

”بہت بہتر جتاب...!“

سلسلہ منقطع کر کے عمران نیاس تبدیل کرنے لگا۔ پھر دس منٹ کے اندر ہی اندر وہ اپنی نویں میں نظر آیا تھا اور نویں کیٹ کر اسگ کی طرف اڑی جا رہی تھی۔

پھر ان چاروں سے پہلے ہی وہاں پہنچ گیا تھا۔ ایک ایک کر کے وہ لوگ سات آٹھ منٹ کے اندر اندر کیٹ کر اسگ پر آمیود ہوئے تھے۔

”فرمائیے سر کار... کیا کوئی بھی ایک خواب دیکھا ہے۔!“ خاور نے ہس کر عمران کو مخاطب کیا تھا۔

”تمہارے چوہے نے دیکھا ہو گا خواہ مخواہ میری نیند بر باد کرو۔!“

”کیا قصہ ہے...?“

”ملایا بر فیکٹری تک چلتا ہے۔!“

پانچ عدد گاڑیوں کا یہ قافلہ منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گیا۔ تین میل کی مسافت منٹوں میں طے ہوئی تھی۔ عمران سب سے آگے تھا۔ وہ اپنی گاڑی اشاف کوارٹر کی طرف لیتا چلا گیا۔

ناڑ کی روشنی میں اس نے ایک کوارٹر کا نمبر دیکھا تھا اور پھر گاڑی سے اتر کر پیدل ہی آگے چلا گیا تھا۔ آخری کوارٹر کے سامنے پہنچ کر اس نے آہستہ سے آوازو دی۔ ”ھفت الاف پیلس...!“

آواز کے ساتھ ہی کوئی برآمدے سے اتر کر اس کے قریب آکھڑا ہوا۔ بقیہ لوگ اپنی گاڑیوں سے نہیں اترے تھے۔

”آؤ...!“ عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

”بی ہاں...!“

”بیوی کے والدین زندہ ہیں...?“

”بی ہاں...!“

”تب پھر تم کیوں زندہ ہو...!“

”نہیں سمجھا جتاب...!“

”کیا تمہاری بیوی تمہارے اصل بُرنس سے واقف ہے...?“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر معلوم ہو جائے تو فوراً اطلاق کا مطالبہ شروع کر دے گی۔ بھلا کون عورت پنڈ کرے گی کہ اس کا شوہر پیشہ در قاتل ہو۔ وہ تو مجھے فلمی ہیر و بنانے کے خواب دیکھ رہی ہے۔!“

”عمر کیا ہے تمہاری...?“

”ستائیں سال...!“

”کتنی بارز خی ہوئے ہو...!“

”گیارہ مرتبہ...!“

”خبر جیسے ہی میں کہوں کہ اب سلسلہ منقطع کر دو۔... ریسیور رکھ کر باہر برآمدے میں نکل آتا اور مکان کو دوبارہ مغلل کر سکو تو زیادہ بہتر ہو گا۔ ورنہ اگر ہمارے پہنچ سے پہلے ہی دھر لئے گئے تو جیل بھجوادیے جاؤ گے اس کے بر عکس اگر برآمدے میں پائے گے تو بارش سے بچنے کا بہانہ بھی چل جائے گا۔!“

”میں یہی کروں گا جتاب...!“

اتنے میں ایکس ٹو کے فون کی گھنٹی بجی تھی اور عمران اسے ہولڈ آن کئے رکھنے کا مشورہ دے کر دوسرے کرے میں چلا آیا تھا۔

ساٹیکو مینشن کے آپریٹر نے اسے فون کے نمبر اور مکان کے پتے سے آگاہ کر دیا سلسلہ منقطع کر کے وہ خواب گاہ میں آیا اور ریسیور اٹھا کر ماڈ تھ پیس میں بولا۔

”اب سلسلہ منقطع کر کے برآمدے میں آ جاؤ۔... ہم بچنے رہے ہیں۔!“

”بہت بہتر جتاب...!“

پڑھتا ہے اور ایسے لوگوں کے بھتے چڑھ جاتا ہے جو اسے پکڑنا چاہتے تھے۔ کیوں...؟ ایک بہت بڑا سوالیہ نشان اس کی آنکھوں کے سامنے چکرانے لگا تھا۔

گاڑی کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی اور عمارت کے قریب پہنچنے سے قبل ہی کچھ اور سست ہونئی کیونکہ سامنے ہی سچھ سڑک پر سیاہ رنگ کا ایک بریف کیس پڑا دکھائی دے رہا تھا۔

عمران نے گاڑی اس سے اتنے فاصلے پر روکی تھی کہ وہ روشنی ہی میں رہے۔ مین بن کے بغیر وہ گاڑی سے اتر کر بریف کیس کی طرف بڑھا۔ اس کے قریب گھٹھوں کے بل بیٹھ کر جھکا تھا اور دہنہ کا ان اس کی اوپری سطح پر رکھ کر کچھ سننے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ پھر اسے بہت احتیاط سے اٹھا کر گاڑی کی چھت پر رکھ دیا۔ اکینشن سے کنجی نکال کر ڈکھی کھولی اور بریف کیس کو اس میں بن کر دیا۔ دوبارہ اجنبی اشارث کرنے سے قبل وہ کچھ سوچتا رہا تھا۔ پھر اس نے گاڑی شہر کی طرف موڑ دی۔ دوبارہ اجنبی اشارث کرنے سے اس پر توجہ تھی کہ اس کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا تھا۔ پوری طرح ہوشیار تھا۔ خصوصیت سے بعد سائیکو مینشن پہنچا تھا اور اپنی ٹو سیٹ کی ڈکی سے وہ بریف کیس نکالا تھا، جو سڑک پر ڈالا تھا۔ پینڈل پکڑ کر اٹھائے ہوئے سائیکو مینشن کی لیبارٹری میں داخل ہوا۔

”آئیے... آئیے جتاب...!“ لیبارٹری انچارج مکرا کر بولا۔ عمران کے مداحوں میں سے تھا اور اتفاق سے اس وقت وہی ڈیوٹی پر تھا۔

”یہ بریف کیس دھماکے کے ساتھ پہٹ بھی سکتا ہے!“ عمران نے اسے احتیاط سے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”نامم بم...؟“

”نہیں.... نیڑا خیال ہے کہ اس قتل کو چھیڑنے سے دھماکہ ہو سکتا ہے۔!“

”تو پھر ڈھکنے کا قبضہ نکلا جائے۔!“

”نہیں.... یہ بھی نہیں۔ کارروائی کرنے والے دوسری طرح بھی سوچ سکتے ہیں۔!“

”پھر کیا خیال ہے....!“

”پچھا حصہ کاٹ دو....!“

”بہت بہتر....!“

ذریعی سی دیر میں عمران کے مشورے پر عمل ہو گیا۔

سیٹ پر بیٹھ جانے کے بعد اس نے پوچھا تھا۔ ”کیا تم مجھے اس عمارت تک پہنچا سکو گے؟“ ”کیوں نہیں.... لل.... لیکن موسیو علی عمران کہاں ہیں۔!“

”تمہارے برابر ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔!“

اس نے بے ساخت قسم کی ہنسی کے ساتھ گرم جوش سے مصافحہ کیا تھا۔

”ذرا ایک منٹ.... میں ابھی آیا۔!“ وہ گاڑی سے اترتا ہوا بولा۔

اپنے ساتھیوں کے قریب پہنچ کر انبیں وہیں منتظر رہنے کو کہا تھا اور دوبارہ اپنی گاڑی کی طرف پلٹ آیا تھا۔

”تم تو سڑک سے گزر کر اس کوارٹر تک نہ پہنچے ہو گے۔!“

”نہیں موسیو....! میں عمارت کے عقب سے اس طرف آیا تھا۔!“

”اچھا تو اب ہم سڑک ہی سے مغرب کی سمت جائیں گے۔!“

”اگر یہ مغرب ہے تو ہمیں سمت ہے۔!“ وہ ایک جاتب ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”ٹھیک ہے....!“ عمران نے کہا اور گاڑی اشارث کرتا ہوا بولा۔ ”ادھر صرف ایک ہی بڑی عمارت ہے۔ پھر بھی اپنا اطمینان کرنا چاہتا ہوں۔!“

گاڑی سڑک پر آکر مغرب کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔

کچھ دیر نواروں نے کہا۔ ”ہمیں عمارت ہے موسیو۔ شاند پورچ میں دوسری لمبی گاڈیا گیا ہے۔“

گاڑی آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔ تھوڑی دور جا کر پھر پلٹائی گئی تھی۔

صدر وغیرہ وہیں عمران کے منتظر تھے جہاں اس نے انہیں چھوڑا تھا۔

واپسی پر اس نے نواروں کو صدر کے حوالے کیا تھا۔

”اے رانا پیلس میں پہنچاؤ...!“

”اوہ آپ....؟“

”میں کچھ وقت یہیں گزارنا چاہتا ہوں۔!“ اس نے کہا تھا اور اپنی ٹو سیٹ میں جا بیٹھا تھا۔ اجنبی اشارث ہوا اور گاڑی پھر اسی عمارت کی طرف سڑکی تھی۔

عمران کسی گھری سوچ میں تھا۔ اسے علم تھا کہ ایک پڑوی دوست ملک کا سیکرٹ ایجنت اس کے لئے کچھ اہم اطلاعات لانے والا ہے لیکن دن اور وقت کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔ وہ ایک پورٹ

”میرے کوٹ کے استر میں....!“  
 ”گڑ... تواب یہ کوٹ اتار دو....!“  
 ”بریف کیس مل جانے کا مطلب سبھی ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی آپ کے ہاتھ لگ گیا  
 ہے!“ اس نے کوٹ اتارتے ہوئے کہا۔  
 ”نہیں.... یہ بریف کیس مجھے مرٹک پر پڑا ہوا ملا تھا....!“  
 ”تو اس کا یہ مطلب ہوا....!“  
 ”فی الحال کچھ مطلب نہیں ہوا!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ اس نے اس سے کوٹ لیا اور  
 دوسرا سے کمرے میں چلا آیا تھا۔  
 ”اس کا استر از ہیزر کر کاغذات نکالو....!“ اس نے بلیک زیر کی طرف کوٹ اچھالتے ہوئے  
 کہا اور خود فون کی طرف متوجہ ہو گیا جس کی گھنٹی دفتہ بجتے گئی تھی۔  
 ”بیلو....!“ وہ اسکس ٹوکی آواز میں بولا۔  
 دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی تھی۔ ”اس عمارت کے مکین نے پہلی رات ایک  
 نامعلوم آدمی کے خلاف روپرٹ درج کرائی ہے جو بارش سے بچنے کے بہانے کو تھی کی  
 کپاؤٹنٹ میں داخل ہوا تھا اور ریو اور دکھا کر مالک مکان کا پرس چھین لے گیا جس میں قرباً ذیڑھ  
 ہزار کے بڑے نوٹ تھے!“  
 ”علیے درج کرایا ہے....!“ عمران نے سوال کیا۔  
 ”جی ہاں.... رنگت سرخ سفید.... بال سنبھرے گھونگھریا لے اور باہمیں نتھنے کے قریب  
 ابھر اہوا بڑا سائز اڑک براؤن ٹل.... ٹھوڑی میں گڑھا.... کشاہد بیشانی.... ستوان ناک...!“  
 ”ٹھیک ہے....!“ عمران نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔  
 پھر وہ بلیک زیر کی طرف مڑ کر بولا۔ ”میرا اندازہ غلط نہیں تکلا۔ اس کے خلاف ڈاکے کی  
 روپرٹ درج کرائی گئی ہے۔!“  
 ”لیکن وہاں کون رہتا ہے۔!“  
 ”ایک سیاسی لیڈر....!“  
 ”اگر اس سے پہلے ہی خود اسی کی طرف سے روپرٹ کر ادی جاتی تو....؟“

”واقعی قبضہ نکالنا بھی خطرناک ثابت ہوتا!“ انچارج نے طویل سانس لی۔ اس کی پیشانی  
 پسینے کی بوندیں بچوٹ آئی تھیں۔  
 ”قل کھولنے یا قبضہ نکالنے کی کوشش اس چھوٹے سے بم کا سیفی کچھ ہٹادیتی جو بریف میں  
 میں رکھا ہوا تھا۔  
 ”میا آپ کو یقین تھا مم کی موجودگی کا....!“ اس نے عمران سے سوال کیا۔  
 ”صرف شبہ تھا....!“  
 ”بہر حال....! اس کے سلسلے میں لاپرواںی اور ہوشیاری دونوں ہی خطرناک ثابت ہوتی۔“  
 انچارج بولا۔ ”بم بے حد طاقت ور معلوم ہوتا ہے۔“  
 ”اسے ضائع کر دو....!“  
 ”بہت بہتر....!“  
 یہاں سب اپنے کام سے کام رکھتے تھے۔ انچارج نے عمران سے یہ معلوم کرنے کی کوشش  
 نہیں کی تھی کہ وہ کس کا بریف کیس تھا اور عمران کے ہاتھ کیسے لگا تھا۔  
 بریف کیس میں اس بم کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ خالی جگہوں کو پر کرنے کے لئے  
 روڈی کاغذ کی وافر مقدار استعمال کی گئی تھی۔

•

”یہ میرا ہی بریف کیس ہے۔!“ غیر ملکی مہمان نے کہا۔ ”مل... لیکن.... اسے کیا ہوا ہے۔!  
 ”محبوب آہوا ہے....!“ عمران مٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”اگر قفل میں کنجی لگائی جاتی تو یہ  
 دھماکے کے ساتھ پھٹ جاتا۔!  
 ”نہیں....!“ مہمان اچھل پڑا۔  
 ”اور اس میں اس بم اور روڈی کاغذ کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔!  
 اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کچھ کہنا چاہا تھا لیکن عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”مجھے  
 یقین ہے کہ اس میں تمہاری ضروریات کی اشیاء کے علاوہ اور کچھ بھی نہ رہا ہو گا۔!  
 ”میں یہی کہنا چاہتا تھا....!“  
 ”میرے لئے جو کاغذات لائے ہو وہ کہاں ہیں....؟“

بے۔ اس نے انہیں الٹ پلٹ کر دیکھا تھا اور پھر عمران کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

”صد فیصد قربانی کا بکرا....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”ہو سکتا ہے..... یہ اوراق حقیقتاً سادہ نہ ہوں!“ بلیک زیر و بولا۔

”میک انک.....؟“

”بی ہاں.... ممکن ہے....!“

”یہ بھی کر کے دیکھ لو.... جتنے نئے ہیں تمہارے پاس آزمالو.... اگر حروف ابھر آئیں تو مجھے گولی مار دینا....!“

”تجربہ تو کرنا ہی چاہئے!“

”ضرور.... ضرور.... جاؤ....!“

بلیک زیر و کرے سے چلا گیا۔ عمران کھڑا کچھ سوچتا رہا تھا پھر فون پر اپنے فلیٹ کے نمبر ذائق کے تھے۔

”ہیلو...!“ دوسرا طرف سے جو زف کی آواز آئی جسے فلیٹ ہی تک محمد درہنے کو کہہ آیا تھا۔

”میا خبر ہے....؟“

”اوہ باں.... ہر تین چار منٹ بعد کوئی تمہیں فون پر مسلسل کال کئے جا رہا ہے لیکن کوئی پیام دینے پر تیار نہیں ہے کہ تمہی سے بات کرے گا!“

”اس سے کہو.... تین چار تین پر رنگ کرے!“

”بہت اچھا باں.... کچھ دیر پہلے ایک عورت آئی تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ ہرگز نہیں تھی جو خود کو ظاہر کر رہی تھی۔“

”تفصیل....!“

”کسی نئی جراشیم کش دوازاز کمپنی کی نمائندہ تھی۔ فلیٹوں کا سروے کرتی پھر رہی تھی۔ دونوں کی شہرت کے لئے بعض علاقوں کی عمارتوں میں نفت دوا چھڑکی کی جائے گی۔ میرا خیال ہے باس

کہ وہ اس بہانے فلیٹوں میں کسی کو تلاش کر رہی ہے۔ میں نے سلیمان کو اس کی نگرانی پر لگا دیا ہے۔ اگر دو چار فلیٹوں کے بعد کھکھ گئی تو میں سمجھوں گا کہ اصل نارگث ہمارا ہی فلیٹ تھا!“

”تجھ پر میری محنت ضائع نہیں ہوئی.... بس یہ دیکھنا کہیں وہ سلیمان کا بچہ اُسے دوپھر کا

”سیکرٹ ایجٹ رپورٹ درج نہیں کرایا کرتے!“

”احقانہ خیال تھا۔ معافی چاہتا ہوں جناب۔!“ بلیک زیر و جلدی سے بولا اور پھر اسے او ہیزرنے لگا۔

”میرے فلیٹ والی عمارت کی نگرانی بھی شروع ہو گئی ہے۔ تمن آدمی ہیں!“

”بہر حال خصوصیت سے آپ پر توجہ نہیں ہے!“

”اس نے نیکی ڈرائیور کو صرف عمارت کا نام اور پریمہ تباہا تھا....!“

بلیک زیر و کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا۔ ”لیکن جیسے ہی وہ فلیٹ کے مکنوں کے پارے میں چھان بیٹن شروع کریں گے!“ جملہ لوہورا چھوڑ کر کچھ سوچنے لگا۔ بلیک زیر و سر اٹھا کر سکریا تھا۔ دونوں کی نظریں ملیں اور عمران نے باہمیں آنکھ دباتے ہوئے کہہ ”شہر میں اونٹ بدنام!“

”مگر سوال تو یہ ہے کہ اس کی آمد کے صحیح وقت سے آپ کو مطلع کیوں نہیں کیا گیا!“

بلیک زیر و بولا۔

”شائد اس کا باس اپنے مجھے کی کالی بھیڑوں کا پیہ لگانا چاہتا ہے۔ مجھے اس کی آمد کا صحیح وقت معلوم نہیں لیکن محلہ آور جاننے تھے۔ بہر حال اس دوقوع کی بنا پر اسے اندازہ ہو جائے گا کہ اس کے مجھے راز، راز نہیں رہتے!“

”پھر بھی میری دانست میں یہ کچا ہی کام تھا۔ اگر وہ لوگ اس پر قابو پا ہی لیتے تو کیا صورت ہوتی۔ کس طرح اندازہ ہوتا....?“

”یہ بات تم میرے ماتحت ہونے کی حیثیت سے کہہ رہے ہو کیونکہ میں اپنے کسی آدمی و قربانی کا بکرا بنانے کا قائل نہیں۔ ایجٹ ہفتھ اف کی موت سے بھی اس کا باس وہی اندازہ لکھا لیتا جو اس کی رپورٹ فراہم کرتی!“

بلیک زیر و نے تھیہ انداز میں سر کو جنبش دی تھی۔ کوٹ کے استر سے ایک لفافہ برآمد ہوا۔ سیلڈ لفاف۔۔۔ سیل توڑ کر عمران نے کاغذات نکالے تھے اور اس کی تہہ کھولتے ہی بے ساختہ مسکرا پڑا تھا۔

بلیک زیر و کی توجہ اسی کی طرف تھی۔ ”چار عدد قطعی سادہ ورق.... یہ دیکھو....!“ اس نے کاغذات بلیک زیر و کی طرف بڑھا

کھانا نہ کھلا دے.... اور نبیرا دے ہے.... جو انہیں بتایا تھا!

”ہاں باس.... تمن چار تن....!“

”ٹھیک ہے....!“ کہہ کر عمران نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

دس منٹ بعد بلیک زیر و کمرے میں داخل ہوا تھا اور اسی وقت فون کی گھنٹی بجی تھی۔

عمران نے رسیور اٹھایا تھا۔ اس کی نظر بلیک زیر پر تھی جس کے ہاتھ میں سادہ کاغذ کے

چاروں شیٹ تھے جنہیں کچھ دیر پہلے وہ تجویز کے لئے لے گیا تھا۔

”ہیلو.... عمران اسپلینگ....!“ اس نے ماڈ تھی پیس میں کہا۔

”چہارم الف....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”اوہ.... اچھا کیا خبر ہے....!“

”ہفتم الف آپ تک پہنچایا نہیں....!“

”مجھے اس تک پہنچا پڑا تھا.... تھیریت ہے....!“

”پہلی رات ہم نے اس کا سراغ کھو دیا تھا!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”وہ محفوظ ہے....!“

”تو پھر کاغذات آپ کو مل گئے ہوں گے!“

”اور میں اصل کاغذات کا منتظر ہوں....!“ عمران نے کہا۔

”وہ آپ تک پہنچ جائیں گے!“

”فلیٹ میں نہیں.... میں فلیٹ میں نہیں مل سکوں گا!“

”تو پھر....?“

”نو بے شب...، پٹ ناپ نائٹ کلب...، تم اپنے کوٹ کے کار میں مل داؤ دی کے تبا

پھول لگاؤ گے اور میرے آدمی کے شناختی الفاظ ”مر جیا اخی“ ہوں گے!“

”بہت بہتر.... ہفتم الف کو اپنے پاس ہی روکے رکھئے.... کاغذات ملے کے بعد وہ آپ

کے لئے کار آمد ثابت ہو گا!“

”بہت اچھا....!“

دوسری طرف سے سلسہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے رسیور رکھ دیا تھا۔

”میں ہی....؟“ اس نے بلیک زیر دے پوچھا۔

”آپ کا خیال درست تھا....!“ اس نے مردہ سی آواز میں کہا۔

”اصل کاغذات آج رات کو نوبجے پٹ ناپ میں ملیں گے اور تمہیں جا کر لاؤ گے!“

”میں نہیں سمجھا....!“

”میں غلط سمجھا تھا.... وہ قربانی کا بکرا نہیں تھا۔ جزل اسفنڈیار کے کسی آدمی نے اس پر

پہاں نظر کھی تھی اگر وہ پکرا گیا ہوتا تو وہ اس کے لئے کچھ کرتا۔ لیکن اس کے نقش نکلنے کے بعد

سے اس دوسرے آدمی نے اس کا سراغ کھو دیا تھا!“

”تو کیا یہ کال اسی دوسرے آدمی کی تھی!“

”ہاں اسی نے مجھے پہلے بھی اطلاع دی تھی کہ جزل کا کوئی آدمی کچھ اہم کاغذات کے ساتھ

مجھ تک پہنچنے والا ہے!“

”اُن لوگوں کے لئے کیا اسکیم ہے جنہوں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی تھی!“

”نیالاں انہی کو میرے خلاف کوئی اسکیم تیار کرنے دو۔ میرے فلیٹ کی تلاشی تک لی جا چکی

ہے!“ عمران نے کہا اور جوزف سے ہونے والی گفتگو سے متعلق بتانے لگا۔



گیارہ بجے شب کو کسی نے دروازے پر دستک دی تھی۔ سلیمان نے دروازہ کھولا تھا اور وہ

دونوں اسے دھکا دیتے ہوئے اندر گھس آئے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں ریو اور تھا۔

سلیمان نے حیرت سے پلکیں جھپکائی تھیں۔

”عمران کہاں ہے....؟“ ریو اور واپسے نے کڑک کر پوچھا۔

”یہ کیا بد تیزی ہے.... تم اس طرح کیوں گھس آئے!“ سلیمان دھاڑا تھا۔

”خاموش رہو.... یہ کھلتو نہیں ہے....!“ ریو اور واپسے نے ہاتھ بلا کر کہا۔ ”میرے

سوال کا جواب دو وہ پیشانی میں سوراخ ہو جائے گا!“

”میں نہیں جانتا ہو کہاں ہیں۔ پتا کر نہیں جاتے!“ سلیمان نے کہا اس نے سکھیوں سے

جوزف کو دیکھا تھا جو پوری طرح اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ وہ اپنے کمرے سے نکلا اور بے

آواز چلتا ہوا دونوں کے پیچھے آکھڑا ہوا تھا۔

”میں نہیں سمجھا آکھڑا ہوا تھا۔“

جوزف کو علم تھا کہ عمران راتا پیلس ہی میں مل سکے گا اُس نے وہاں کے غیر ڈائیل کئے اور  
نہوزی دیر بعد عمران کی آواز سنی۔

جلدی جلدی اس نے اُسے اس دلقطے سے آگاہ کرنے کے بعد پوچھا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔  
”سلیمان کو ریسیور دو...!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ایک منٹ باس...، دو دوسرے آدمی کے ہاتھ پاندھ رہا ہے!“  
”تم نے رویالور کو تو ہاتھ نہیں لگایا...!“

”نہیں باس....! اسکے لئے میں نے روپال استعمال کیا تھا اور روپال ہی میں لپیٹ کر احتیاط  
سے رکھ دیا ہے۔ الگیوں کے نشانات ضائع نہیں ہوں گے!“  
”شباباش....، بہت اچھا جارہا ہے....!“

”یہ سلیمان ہے.... بات کرو باس....!“ جوزف نے کہا اور ریسیور سلیمان کی طرف بڑھا دیا۔  
”میں کیا کروں....!“ سلیمان جھنجلا کر بولا۔

”بات کرو سالا....!“  
”جی.... سلام میلکم....!“ سلیمان نے ہاتھ پیس میں کھلا۔

”وعلیکم السلام.... فرمائیے.... مراجع بغیر ہیں....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔  
”آن آخر ہو گیا ہے....!“

”آئے کے بچے.... تم نے کیا سمجھ کر دروازہ کھول دیا تھا!“  
”سلیم صاحب کے باور پی کی بیچبی سمجھ کر....!“

”کیا مطلب....?“  
”زعفرانی قورسے کی ترکیب بتانے آجیا کرتی ہے کبھی کبھی....!“

”بارہ بجے رات کو....?“  
”بارہ بجے رات ہی کو کہتا ہے زعفرانی قورسہ.... اس سے پہلے رنگت نہیں آتی!“

”ابے کیوں ذلت کرائے گا پڑوس میں....!“  
”پہلے ہی کون سے بڑے عزت دار ہیں۔ پہلے لفگے آئے دن دھاوا بولتے رہتے ہیں اور جو یہ  
”اعداد اس وقت لثار کئے ہیں مولوی صاحبان تو نہیں ہیں!“

”اچھی بات ہے.... ہم یہیں ٹھہریں گے۔!“ رویالور والے نے کہا۔  
”اور میں تمہیں کافی بنا بنا کر پلاوں گا!“ سلیمان نہ کر بولا۔  
”بکواس مت کرو....!“

ٹھیک اسی وقت جوزف کا ایک ہاتھ اس کے رویالور والے ہاتھ پر پڑا تھا اور گردان دوسرے  
ہاتھ اور کلائی کے درمیان آگئی تھی۔ باہمی ناگہ برابر کھڑے ہوئے دوسرے آدمی کے پہلو پر  
پڑی تھی۔ وہ اچھل کر دیوار سے جا گکرایا جس کو دوسرے ہی لمحے میں سلیمان دبوچ بیٹھا تھا۔  
اُدھر رویالور والے کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ باڑا اور کلائی کے درمیان بچھی ہوئی گردان  
حلق سے خرخراہیں بلند کرنے لگی تھیں اور رویالور تو کبھی کا ہاتھ سے نکل کر دروازے کے  
قریب جا پڑا تھا۔

سلیمان نے اپنے ڈکار کے بال پکڑے تھے اور دھڑادھڑاں کا سر فرش سے نکرانے لگا تھا۔  
اُدھر جوزف کی گرفت میں آئے ہوئے آدمی نے بچ نکلنے کے لئے جدو جهد تیز کر دی تھی  
لیکن کسی طرح بھی اپنی گردان چھڑا لینے میں کامیاب نہ ہوا سکا بالآخر کچھ دیر بعد دونوں ہی فرش پر  
بیہوش پڑے تھے اور جوزف سلیمان کو گھوڑے جارہا تھا۔

”ابے تو کیا اب مجھے کھا جائے گا!“ سلیمان آنکھیں نکال کر بولا۔  
”یہ لوگ اندر کیسے آیا....؟“

”دروازہ کھکایا تھا میں نے کھول دیا....!“ سلیمان نے کہا۔  
”بن کھول ڈیا....!“ وہ ہاتھ نچا کر بولا۔ پھر اس نے سلیمان ہی کی سکھائی ہوئی ایک گندی  
سی گالی اُسے دی تھی اور آگے بڑھ کر دروازہ بولٹ کر دیا تھا۔ پھر روپال سے پکڑ کر رویالور اٹھا  
تھا اور روپال ہی میں لپیٹ کر اسے احتیاط سے الماری میں رکھ دیا تھا۔

”ابے یہ تو نے مجھے کیوں گالی دی....!“  
”اور کس کو ڈیتا.... سالا ایسے کھولنا ڈروازہ.... پہلے پوچھو کون ہے.... پھر کھولو  
ڈروازہ....!“

”میں پولیس کو فون کرنے جا رہا ہوں!“  
”نہیں.... ہم پہلے باس کو فون کرے گا.... ثم ان کا ہاث پیر باٹھ ھو....!“

”بکواس بندر.... تو افلاطون کا کھانا نہیں پکاتا۔ زعفرانی قورے کی ترکیب کے لئے اُنے کہیں اور لے جایا کر....!“

جوزف نے بڑے غصیلے انداز میں سلیمان کے ہاتھ سے رسیور چھپت لیا اور ماڈھ پیس میں بولا۔ ”یہ جھوٹ بولنا باس.... اذھر کوئی بھلگی نہیں آتا.... میں کھذاں کا گرڈن توڑے.... اگر آئے!“

”اچھا.... اچھا.... اب تم کیپین فیاض کو فون کر کے اس واردات کے متعلق بتاؤ۔ اس سے کہہ دینا کہ بس کے خیال کے مطابق شائد کسی خاص سلسلے کے لوگ ثابت ہوں!“

”بہت اچھا بس....!“

دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی رسیور کھدیا تھا۔

”اب تو بھتیجیوں کی فوج آئے گی یہاں دیکھتا ہوں تو کیا کر لیتا ہے!“ سلیمان اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

”میک بک مٹ کرو....!“ جوزف نے کہا اور کیپین فیاض کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ فیاض شائد گھر پر موجود نہیں تھا۔ جوزف نے کال رسیو کرنے والے کو عمران کے نمبر لکھا وائے تھے اور کہا تھا کہ وہ جس وقت بھی آئیں ضرور رنگ کر لیں۔

سلیمان اس دوران میں اُسے نہ ابھلا کھتارا تھا۔

”اٹھاڑو... ان کو.... اذھر لے چلو....!“ جوزف بیہوش آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

”تم خود اٹھاڑو.... میں تو نہیں اٹھاتا....!“

”تم سالا نہیں سمجھتا.... اذھر اور آدمی بھی ہو گا۔ وہ آسکلا.... پوچھ سکتا!“

”میں جا رہا ہوں سونے.... تم سالے ٹھہرے تھیں مارخاں۔ خود ہی سمجھتے بوجھتے رہتا۔“ سلیمان بیچ چلا گیا تھا۔ جوزف نے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا پھر بیہوش آدمیوں کو وہاں سے کہیں اور منتقل کرنے کی بجائے خود وہیں بیٹھ گیا تھا۔ قریباً دس منٹ بعد سلیمان پھر واپس آیا۔ اس کے ہاتھ میں کافی کی پیالی تھی۔

”لو پیو.... بیٹا.... رحم آگیا تمہاری حالت پر....!“ وہ اس کی طرف پیالی بڑھاتا ہوا بولا۔

جوزف کے دانت نکل پڑے تھے اور وہ پیالی لیتا ہوا اُسے آنکھ مار کر بولا تھا۔ ”تم لڑکی ہو نا۔

م شاذی بناتا....!“

”میں لڑکی ہوتا تو تم جیسے صورت حراموں سے مجھے کیا لینا ہوتا اور نہ یہاں جھک مار رہا ہوتا!“

”سالا تم پیارا بھی لکھا....!“

”چل بے.... مکھن نہ لگا.... جلدی سے پی لے.... نہیں تو انہیں بھی پلانی پڑے گی۔ اگر مالے ہوش میں آگئے پتا نہیں کون ہیں اور کیا چاہتے تھے!“

جوزف کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی لگھنی بھی۔ اس نے کافی کی پیالی میز پر رکھ کر رسیور غایا تھا۔ دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔

”کیپین گھر پر موجود نہیں ہے بس....!“ جوزف نے کہا۔

”اچھا تو میرے حوالے سے حلقة کے تھانے میں فون کرو۔ جو آفسر ڈیوٹی پر ہو اُسے پورا اندھتا کر کہو کہ وہ حملہ آوروں کو لے جائے!“

”اوے بس.... میں بھی نہیں چاہتا کہ وہ دیر تک یہاں پڑے رہیں.... ہو سکتا ہے کہ ادا..... کے کچھ اور ساتھی بھی انہیں تلاش کرتے ہوئے بیٹھ جائیں!“

”اس کی فکر نہ کرو.... اب کوئی بھی فلیٹ میں قدم نہیں رکھ سکے گا!“ دوسری طرف سے داڑ آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

کافی پیچنے کے بعد جوزف نے عمران کے مشورے پر عمل کیا تھا۔.... آدھے گھنٹے کے اندر مانور فورس آئی تھی اور بیہوش حملہ آوروں کو ریو اور سمت لے گئی تھی۔



عمران بڑے انہاں سے کاغذات کا جائزہ لے رہا تھا۔ بالآخر اس نے ایک طویل سانس لی اور رٹھا کر بولا۔ ”سب کچھ چوپٹ ہو گیا!“

بیک زیر و میز کی دوسری جانب خاموش بیٹھا تھا۔ کچھ دیر قبل طے شدہ پروگرام کے مطابق اسی نے نپ تاپ کلب میں ایک ایسے شخص سے یہ کاغذات وصول کئے تھے جس کے شکر کا لار میں گل داؤ دی کے تین پھول کچھ اس انداز میں لگے ہوئے تھے جنہیں پہلی ہی نظر نہ شمار کیا جاسکتا۔

”کیا چوپٹ ہو گیا جتاب....!“ اس نے حیرت سے پوچھا۔

”میں نہیں سمجھ سکتا....!“  
 ”آرڈر از آرڈر.... اگر انکار کرو گے تو گولی مار کر جہاں دل چاہے گا و فن کراؤں گا۔!“  
 ”یا میں خوب دیکھ رہا ہوں یا آپ پاگل ہو گئے ہیں۔!“  
 ”کیوں.... کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے۔!“  
 ”قطیعی ہو چکی ہے۔!“  
 ”اور تمہاری بیوی تمہارے پیشے سے واقف ہے۔!“  
 ”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا....!“  
 ”تمہاری ہم قوم ہے۔....؟“  
 ”نہیں.... جرم ہے۔!“  
 ”کوٹ کے استر میں لفاظ کس نے رکھا تھا۔!“  
 ”میں نہیں جانتا.... کوٹ مجھے جزل سے ملا تھا۔!“  
 ”بیوی کر سچیں ہے۔....!“  
 ”نہیں.... آخر یہ سب کچھ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ اُوہ.... میں سمجھا۔ جی ہاں وہ  
 یہودا ہے لیکن جو کچھ آپ سوچ رہے ہیں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔!  
 ”کیوں نہیں کر سکتے۔....؟“  
 ”وہ نہیں جانتی کہ میرا اصل پیشہ کیا ہے۔!  
 ”اُسے کیا بتایا ہے۔....!“

”ایک فرم کا ٹریوائیکٹ اجنبی ہوں اور یہ جھوٹ بھی نہیں ہے۔.... میں باقاعدہ طور پر اس  
 فرم کا بھی ملازم ہوں۔ ویسے مو سیو علی عمران میں اس قسم کی گفتگو کا عادی نہیں ہوں۔!“ دفنا  
 ہفتم الف کا لہجہ ناخوش گوار ہو گیا تھا۔  
 عمران نے جیب سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا اور اُسے اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ”تم  
 جزل اسفنڈیار کے حکم سے میرے چارج میں دینے گئے ہو۔ یہ رہا حکم نامہ۔....!  
 ہفتم الف نے اُسے دیکھا تھا۔.... ایک طویل سانس لی تھی اور مستفرانہ نظر وہ نہیں کو دیکھا تھا۔

”مجھے کاغذات کی نوعیت کا علم نہیں تھا ورنہ ان دونوں کو ہرگز تھانے نہ بھجوانا جنہیں  
 جوزف نے پکڑا تھا۔“  
 ”میں نہیں سمجھا۔....!“  
 ”اب وہ شخص پوری طرح چوکنا ہو جائے گا جس کے وہ بھیجے ہوئے تھے۔!  
 ”آخر یہ کیسے کاغذات ہیں۔....!“  
 ”اس میں ایک ایسے مقامی لیڈر کی نشاندہی کی گئی ہے جو عرصہ سے مفقود الحیر تھا۔ حد ہو گئی  
 حماقت کی۔.... مجھے جزل اسفنڈیار نے بے خبر رکھا لیکن خود اس کے مجھے کی کسی کامل بھیز کو  
 کاغذات کی نوعیت تک کا علم تھا تبھی تو اجنبیت ہفتم الف کے اغوا کی کوشش کر ڈالی گئی تھی۔ بر  
 حال اب صور تھاں یہی ہو سکتی ہے کہ۔....!  
 عمران جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔.... کچھ سوچنے لگا تھا۔ بلکہ زیور بات پوری ہونے کا  
 منتظر رہا۔

”کچھ نہیں۔....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”دیکھا جائے گا۔!  
 ”میا اُن دونوں نے بتا دیا ہے کہ وہ کس کے بھیجے ہوئے تھے۔!  
 ”نہیں ان کا بیان ہے کہ وہ پچھلی رات بہت زیادہ نشے میں تھے۔ انہیں یاد نہیں کہ کیا ہوا  
 تھا۔ نہیں اس سے بھی انکار ہے کہ وہ عمران نامی کسی آدمی سے واقف ہیں۔ اب انہیں صرف اسی  
 الزم کے تحت روکا جاسکتا ہے کہ ان کے پاس سے بغیر لا تنس کاریو الور بر آمد ہوا تھا۔!  
 ”آپ کسی مفقود الحیر لیڈر کی بات کر رہے تھے۔!  
 ”ختم کرو۔....!“ عمران گردن جھٹک کر اٹھ گیا۔  
 کچھ دیر بعد اس نے ہفتم الف والے کمرے کے دروازے پر دسک دی تھی۔  
 دروازہ کھلنے میں دیرگی تھی۔ سوتے سے اٹھا تھا۔ ویسے بھی نصف سے زائد رات گذر چکی تھی۔  
 ”خی..... خیریت۔....!“ وہ ہکلایا۔  
 ”تمہیں۔.... شادی کرنی ہی پڑے گی۔!  
 ”میا مطلب۔....؟“ وہ عمران کو گھوڑتا ہوا چکھے ہٹا تھا۔  
 ”بزر نے بھی لکھا ہے۔!  
 ”

”تو پھر یہ شادی داوی کا کیا چکر ہے....!“  
 ”موت کے منہ سے نجٹے کے بعد فور اشادی کرنی چاہئے۔!  
 ”وہ تو میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔!  
 ”ناکافی تھی.... اسی لئے تو دوبارہ موت کے منہ میں پہنچ تھے۔ میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ دو بیویوں کے شوہر سے موت بھی دور بھاگتی ہے۔!  
 ”پتہ نہیں میں پاگل ہو گیا ہوں.... یا آپ موسیو علی عمران....!  
 ”میں ہی پاگل ہوں کہ ابھی تک ایک بھی شادی نہ کر سکا....!“ عمران منہ سکھا کر بولا۔



عمران چلا گیا تھا اور ابھی ہفت الف نے بڑی بے چینی سے رات گزاری تھی۔ یہ شخص اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ صورت سے احتقان تین نظر آتا تھا۔ کبھی انتہائی عقل مندی کی باتیں کرتا اور کبھی بالکل لگامز معلوم ہوتا۔ لیکن یہر حال کوئی ذمہ دار ہی آدمی معلوم ہوتا تھا ورنہ اس کا چیف اُسے اس کے پاس کیوں بھیجا۔ اُس نے اس کی یہودن یوی کا ذکر بھی چھیڑا تھا۔ اگر وہ کاغذات کو بچانے لایا ہوتا تو شاکد خود اس کا چیف بھی یہی سمجھتا کہ وہ بھی اس سازش میں شریک ہے۔

دوسری صبح عمران پھر اس کرے میں آیا تھا اور دو عدد پاپسپورٹ سامنے ڈال دیئے تھے۔  
 ”تمہارا اور تمہاری یوی کا پاپسپورٹ....!  
 اس نے خاموشی سے دونوں کا جائزہ لیا تھا اور اکتائے ہوئے انداز میں بولا تھا۔ ”نہ یہ میرا پاپسپورٹ ہے اور نہ میری یوی کا....!

”تم اس کی فکر نہ کرو... آؤ میرے ساتھ...!“ عمران اس کا شانہ تھپک کر بولا۔ وہ اسے دوسرے کرے میں لے گیا تھا... اور پاپسپورٹ والی تصویر کے مطابق اس کا میک اپ کرنے لگا تھا۔  
 ”آخر اس کی ضرورت کیوں پیش آئی....؟“ ہفت الف نے سوال کیا۔

”اس لئے کہ اس کے بغیر تم شہر سے باہر قدم نہ نکال سکو گے۔ یہ جو تمہارا عمل ہے ناک کے پیچے۔ کل اس کی تلاش میں ایز پورٹ پر ایک زخمی آدمی کے چہرے کی پی کھلوادی گئی تھی۔ میں اسے سمجھنی موچھوں میں چھپاؤں گا۔!  
 ”میں نہیں سمجھ سکتا....!  
 ”تو پھر اب مجھے کیا کرنا ہوگا....؟“ اس نے بلا آخ روپ چھل۔

”دوسری شادی...!  
 ”کیا آپ سنجیدہ ہیں موسیو عمران....?  
 ”میں ایک ذمہ دار آدمی ہوں میرے دوست....!  
 ”میں احتجاج کرتا ہوں....!  
 ”پہلی والی نہ تمہارے اصل پیشے سے واقف ہے اور نہ دوسری شادی سے واقف ہو سکے گی۔!  
 ”ضمیر.... موسیو....!  
 ”تم ایک پیشہ در قاتل ہو لیکن تمہاری یوی تمہیں ایک شریف آدمی سمجھتی ہے۔ کیا کہا ہے تمہارا ضمیر اس معاملے میں...!  
 ”وہ اور بات ہے....!  
 ”تمہاری شادی ہو کر رہے گی۔!  
 ”کیا جزوی یہی چاہتے ہیں....?  
 ”میں چاہتا ہوں.... اس وقت تم صرف میری ذمہ داری ہو۔!  
 ”دفعتا ہفت الف کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس نے نجتی سے جڑے بچھے تھے اور عمران کو قہر آلوں نظر دی سے گھوٹا رہا تھا۔  
 ”میں دو عورتوں کا بار نہیں اٹھا سکتا۔!“ اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔  
 ”دوسری کا بار مجھ پر ہو گا.... تم صرف شہر رہو گے۔!  
 ”کیا بات ہوئی....?  
 ”لبس اب سو جاؤ۔.... صبح کو بتاؤں گا کہ کیا بات ہوئی۔!  
 ”موسیو عمران....!  
 ”ہاں.... ہاں.... میں سن رہا ہوں۔!  
 ”خود میں نے کسی کو اطلاع نہیں دی تھی کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ اگر میں خود بھی اس سازش میں ملوث ہوتا تو اپنادہ کوٹ وہیں اتار کر پھینک آتا جس کے استر میں کاغذات پوشیدہ تھے۔  
 ”ہائیں.... ہائیں.... میں نے کب کہا کہ تم ذاتی طور پر کسی سازش میں ملوث ہو۔!

”ایک سیاہی پارٹی کے لیڈر نے تمہارا حلیہ وعی درج کرایا ہے جو اس پر قاتلانہ حملہ کرنے والے کا تھا۔!“

”لل..... لیکن پہلے توڑا کے کی روپورٹ تھی۔!“

”تمکمل اطلاع تھی..... اس نے لکھوایا ہے کہ تم نے اس پر پے درپے دو فائر کئے تھے۔ بس اتفاقاً تھے گیا۔!“

”اور آپ اس کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔!“

”فی الحال کچھ بھی نہیں کرنا چاہتا۔!“

”میادا وہ برس اقتدار پارٹی کا کوئی لیدر ہے۔!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

اس کے بعد اجتہد ہفتہم الف نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور عمران خاصی دلجمی سے اس کے چہرے پر اپنے فن کے نقش بھاتا رہا تھا۔ پورا ایک گھنٹہ صرف ہو گیا اور پھر جب اس نے آئینے پر نظر ڈالی تھی تو ہنسی روکنا محل معلوم ہونے لگا تھا۔

”یہ کوئی بیرون شیخ میر معلوم ہوتا ہے موسیٰ عمران۔!“ اس نے قد آدم آئینے کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

عمران نے اس طرح سر کو جنبش دی تھی جیسے کچھ اور سوچتا رہا ہو۔

”اب کیا کرتا ہے۔!“

”پولیس کو تمہاری تلاش ہے اور لیدر کے گزرے مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اس لئے مجھے بھی اپنے جیلے میں تبدیلی کرنی پڑے گی۔!“

”تو یہ آپ بھی میرے ساتھ چلیں گے۔!“

”یقیناً..... ورنہ تم اپنی بیوی کا تابوت تھا کیسے لے جاؤ گے۔!“

”کیا مطلب.....؟“ ہفتہم الف بوکھلا گیا۔

”دوسری بیوی کا تابوت....!“ عمران باسیں آنکھیں دبا کر بولا۔ ”مجھے بے حد افسوس ہے کہ تمہارے نکاح میں آنے سے قبل ہی بے چاری اللہ کو پیاری ہو گئی۔!“

”میں تھج پاگل ہو جاؤں گا۔!“

”مجھے سرحد پار کرادینے کے بعد تمہیں کھلی چھٹی ہو گی خواہ پاگل ہو جاؤ خواہ تھج دوسری شادی کرو لو.....!“

”وہ عمران کو تیکھی نظر دوں سے دیکھا رہا۔ عمران نے پاپورٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”اس پاپورٹ کے مطابق تمہارا نام خرم خان ہے اور تابوت والی فرزانہ خانم تھی۔ تم اس ساتھ لے کر یہاں آئے تھے۔ اتفاقاً وہ مر گئی اور اب تم اس کی لاش لے جا رہے ہو تاکہ اپنے آبائی قبرستان میں دفن کر سکو۔!“

”میادا وہ تھج مر گئی ہے۔!“

”دیکھو دوست کوئی زندہ عورت کبھی تابوت میں لیٹھنا پسند نہ کرے گی۔!“

”خدا جانے..... میں خود کو بالکل احمد محسوس کر رہا ہوں۔!“

”ایک بیٹھے کے اندر اندر میں تمہیں احقوف کا تابدار بنا دوں گا۔ فکر نہ کرو۔!“

”تابوت کہاں ہے.....؟“

”روانگی کے وقت ساتھ ہو جائے گا۔!“

عمران نے اپنا میک اپ شروع کر دیا تھا۔



تابوت کا ڈھکنا ہٹایا گیا..... وہ کفن میں لپٹی ہوئی تھی صرف چہرہ کھلا ہوا تھا۔ اجتہد ہفتہم الاف نے تمہرے انداز میں پلکنی جھپکائیں۔

”اگر زندہ ہوتی تو تم شادی سے انکار نہ کر سکتے۔!“ عمران نے آہستہ سے کہا۔

”ایک حسین عورت میں میں نے کم ہی دیکھی ہوں گی۔ یہ کون تھی موسیو.....؟ میرا مطلب ہے حقیقت کون تھی۔!“

عمران نے کوئی جواب دیئے بغیر ڈھکنا بند کر دیا اور قریب ہی کی میز پر ایک نشہ پھیلاتے ہوئے اُسے قریب آنے کا اشارہ کیا۔

”جزل اغذیہ کے خیال کے مطابق اس ملک کے ویران حصے تمہارے دیکھے بھالے ہیں۔!“

”جی ہاں۔!“

”اور شمالی سرحد کے قریب ہی کہیں تم نے اپنا ٹھکانا بھی بنایا کر رکھا ہے۔!“

لے بھیجے گے ہو کہ اس ملک میں میری راہنمائی کر سکو۔ ورنہ کاغذات تو دوسرے ذرائع سے بھی پہنچ سکتے ہے۔!

”میں کبھی گیا۔۔۔ لیکن تابوت ابھی تک کبھی میں نہیں آسکا۔۔۔!“

”انگریزی کی اپائی فلمیں دیکھتے ہو۔۔۔؟“ عمران نے پوچھا۔  
”بھی۔۔۔ کبھی۔۔۔!“

”یکٹ اینجنت کے ساتھ ایک عورت ضرور ہوتی ہے۔!“

”اوہ۔۔۔!“ اوہ ہنس پڑا۔

”زندہ عورت اسلئے ساتھ نہیں رکھتا کہ بکواس بہت کرتی ہے۔ زندہ۔۔۔ عورت سے محبت ہی کرنی پڑتی ہے اور اس کی محبت برداشت کرنے کے لئے دماغ کو کبلا خانہ بنانا پڑتا ہے۔ باتفاقات کوئی ایسی بھی مل جاتی ہے کہ شادی کے بغیر نہیں مانتی جیسا کہ تمہارے ساتھ ہوا تھا۔!“

”آپ کیا جانیں۔۔۔؟“ ہفتہم الف اچھل پڑا۔

”سب کی کہانی ایک ہی ہے۔ میرے دوست۔۔۔ فطرت آدم زاد بھی ایک ہی ہے۔ صرف اب دلے ہوتے ہیں کرداروں کے۔!“

”کیا آپ جوچ غیر شادی شدہ ہیں۔۔۔؟“

”الحمد للہ۔۔۔ میں اپنی بیوی کو کسی طرح باورنا کر سکوں گا کہ ترکاریوں کی آڑھت کرتا ہوں۔!“

”آپ کے ساتھ وقت بہت اچھا گذرے گا موسیو عمران۔۔۔!“

شام تک ان کی روائی ہو گئی تھی۔ گاڑی پر صرف چار افراد تھے۔ ایک ڈرائیور ایک کلیز اور ہاؤں۔۔۔ تابوت پچھلے حصے میں رکھا ہوا تھا۔

”آپ کاملک بہت خوبصورت ہے۔!“ ہفتہم الف نے کہا۔

”ٹکریا۔۔۔! مجھے بھی تمہارا ملک بہت پسند آیا تھا۔۔۔!“

”کیا آپ وہاں بکھی نہیں گئے۔۔۔؟“

”گیا ہوں۔۔۔ لیکن صرف شہروں تک محمد و رہا تھا۔ غیر آباد جگہوں سے واقف نہیں ہوں۔!“

”پورا ملک میرا چھانا ہوا ہے۔!“

”اسی لئے جzel اسفندیار نے تمہیں اس مہم کے لئے منتخب کیا ہے۔!“

”یہ بھی درست ہے۔۔۔!“

”اور یہاں کے باشندوں کی زبان بالکل انہی کے لمحے میں بول سکتے ہو۔!“

”جی ہاں۔۔۔!“

”بس تو پھر ہم اسی جگہ سے سرحد پار کریں گے۔!“ عمران نے نقشے را ایک جگہ انگلی رکھ رہے کہا۔

”اوہ۔۔۔ آپ نے باقاعدہ نشانات لگا رکھے ہیں۔!“

”یہ نقشہ انہی کاغذات میں تھا جو تم لائے ہو۔!“

”اچھا۔۔۔ تو اس میں تو اس جگہ بھی نشان لگا ہوا تھا جہاں میرا قیام ہوتا ہے۔!“

”ہم سرحد پار کر کے سیدھے وہیں چلیں گے۔ پورا سفر دونوں میں طے ہو گا۔!“

”کیا بذریعہ طیارہ نہیں ہو گا۔!“

”صلٹن نہیں ہو گا۔۔۔ ہم لاری ہی سے تابوت لے چلیں گے۔!“

”میں نہیں سمجھ سکتا۔۔۔!“

”کیا نہیں سمجھ سکتے۔۔۔؟“

”کیا اس سفر کے لئے تابوت ضروری ہے۔!“

”اشد ضروری ہے۔۔۔!“

”لیکن دونوں میں لاش کا کیا حال ہو گا۔!“

”اس کا انظام بھی کر لیا گیا ہے کہ لاش خراب نہ ہونے پائے۔!“

”ایسے عجیب حالات سے پہلے کبھی دوچار نہیں ہوں۔!“

عمران نے اس کے اس ریمارک کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ لیکن شامہد ہفتہم الف خاموش نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔ ”اور یہ بھی پہلی بار ہوا ہے۔!“

”س نے اپنے میک اپ کے ہوئے چہرے کی طرف انگلی اٹھائی تھی۔

”کیا اس سے تمہیں کوئی تکلیف ہو رہی ہے۔۔۔؟“

”نہیں۔۔۔ لیکن الجھن ضرور ہو رہی ہے۔!“

”تمہُری دیر بعد عادی ہو جاؤ گے اور ہاں اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تم قیام ہو۔“

”یہ طیہ صرف سرحد پر چینگ کے لئے ہے آگے بڑھتے ہی سب کچھ ختم ہو جائے گا!“  
”اور یہ تابوت....؟“

”میری وہ قیام گاہ کی دیرانے میں نہیں ہے... آس پاس کچھ اور بھی رہتے ہیں اور مجھے ایک اسکار کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ شہر کی رہائش سے اتنا کر میں اس گوشہ عافت کا رخ کرتا ہوں!“

”وہاں یہ میری بیوی کا تابوت بن جائے گا۔ تم قطعی فکر نہ کرو... مردہ عورتیں میرے کان نہیں چاٹ سکتیں!“

اس رات کو وہ سفر جاری نہیں رکھ سکے تھے کیونکہ اپنک بادل گھر آئے تھے اور گرج چک کے ساتھ بارش شروع ہو گئی اور ہوا بھی تیز تھی۔ لاری سڑک سے اتار کر ایک میدان میں کھڑی کردی گئی۔ کھڑکیوں کے شکستے چڑھادیئے گئے۔ ابھت ہفتہ الف بہت خوش نظر آہا تھا۔ اس نے کہا۔

”موسیو عمران کیا آپ مر طوب موسم میں بھی نہیں پیتے...!“  
”پینے پلانے کا موسم سے کیا تعلق....!“

”کچھ لوگ کیف برخیاں کو دو بالا کرنے کے لئے شوقی بھی پی لیتے ہیں!“  
”یار مجھے کبھی کسی چیز کا شوق نہیں رہا!“  
”چلتی پھرتی مشین ہیں آپ...!“

”تم پینا چاہو تو پی سکتے ہو... مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا!“  
ہفتہ الف نے تھیلے سے بوتل نکالی تھی اور پلاسٹک کے گلاس میں انڈیلنے لگا تھا۔ دفتار اس نے ہاتھ روک کر کہا۔ ”یہ میں کیا کرنے لگا ہوں۔ ہمارے ساتھ ایک جنائزہ بھی ہے!“  
”جنائزے کی پرواہ نہ کرو... مرنے کے بعد بھی جو عورت ساتھ چھوڑنے پر تیار نہ ہو اس کا کہاں کم خیال رکھا جائے گا!“

”تو پھر پی لوں...?“

عمران کچھ نہ بولا۔ ہفتہ الف بھلی ہلکی چکیاں لینے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ ”مجھے بار بار اس کا چیزوں یاد آ رہا ہے۔ بڑی دلکش عورت رہی ہو گی!“

”کیا تصدہ ہے!“

”اکھی سے ذہن کو نہ الجھاؤ... وہیں پہنچ کر دیکھا جائے گا!“

”اس بیچاری عورت کے اصل شوہر کو اس پر آمادہ کرنے میں خاصی دشواری پیش آئی ہو گی۔“  
عمران کچھ نہ بولا۔ ہفتہ الف سمجھ گیا کہ وہ اس کے بارے میں گفتگو نہیں کرنا چاہتا لہذا اس نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔

سفر رات بھر جاری رہا تھا۔ نصف شب کے بعد عمران نے ڈرائیور سے آرام کرنے کو کہا تھا اور خود اسٹریگ سنجال لیا تھا۔

دوسری صبح عمران نے گاڑی سڑک سے اتار کر ایک گاؤں کی طرف موڑ دی۔ وہاں انہوں نے ناشتہ کیا تھا۔ ہفتہ الف جیرت سے آنکھیں چھڑائے چاروں طرف دیکھتا رہا پھر خوش ہو کر بولا۔ ”وہی ہے!“

”کیا....؟“ عمران چوک کر اسے گھوڑے لگا۔

”وہی جگہ ہے... صد فیصد وہی جگہ....!“

عمران بدستور مستقرس ان نظرلوں سے اسے دیکھتا رہا۔

”میں آپ کے یہاں کی فلیں اکثر دیکھتا رہتا ہوں۔ وہ شاہد یہیں قلمائی جاتی ہیں۔ مجھے اس کنوئیں پر لے چلے جہاں سے ہیروئن پانی بھرتی ہے اور بہت سی لڑکیاں اسکے گرد رقص کرتی ہیں!“  
عمران نے روشنی صورت بنائی اور کراہ کر بولا۔ ”بھائی وہ گاؤں تو سرف چھپن چھپری اسٹوڈیو میں پایا جاتا ہے۔ یہ حاجی چودھری اللہ رکھا کا پڑھ ہے۔ حاجی صاحب کنوئیں پر ناچنے والیوں کے باوں کو ڈنڈے مار مار کر ہلاک کر دیں!“

”اوہ....!“ ہفتہ الف کے لجھ میں مایوسی تھی۔ ”آپ لوگ بہت نہ ہی ہیں!“

”بہت نہیں.... صرف میں فیصد... اگر بچپاں فیصد بھی ہو جائیں تو ساری دنیا میں کوئی ہم سے آگئے نہ ملا سکے!“

پھر وہ خاموشی سے ناشتہ کرتے رہے تھے۔ ہفتہ الف تو شروع ہی سے قفر مند نظر آتا تھا۔ ناشتے کے اختتام پر اس نے عمران سے کہا۔ ”لیکن اس حیلے میں تو وہاں نہیں جا سکوں گا۔ جہاں اپنا ٹھکانا بنا رکھا ہے!“

”ہاں تھی تو.... کیا خیال ہے.... اگر زندہ ہوتی تو تم شادی کر لیتے۔“

”بات دراصل یہ ہے موسیو عمران کہ ہر عورت چھ ماہ بعد مجھے نبڑی لگنے لگتی ہے۔“

”تو تم اپنی بیوی سے پوری طرح تفہیم ہو چکے ہو گے۔“

”ہاں..... لیکن چونکہ بیوی ہے اس لئے چھ ماہ کارانا ممکن ہے۔“

”کبھی کبھی نفرت کا اظہار بھی کرتے ہو گے۔“

”سب سے بڑی ترجیح یہی ہے کہ ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ اسی زبان سے اس کی محبت کے گستاخ کا ہوں۔!“

”سوال تو یہ ہے کہ محبت نفرت میں کیوں بدلتی گئی۔!“

”جب تک شادی نہیں ہوتی مجبوائیں تصویر بنتی رہتی ہیں اور شادی ہو جانے کے بعد کافی پھاڑنے لگتی ہیں۔ خدا نہیں غارت کرے۔!“

”ضرور.... ضرور....!“

”تو آپ مجھ سے متفق ہیں....!“

”دوسرے گلاس کے اختتام پر بالکل متفق ہو جاؤں گا۔!“

”آپ کو متفق ہونا ہی پڑے گا۔ میں غلط نہیں کہتا۔ مگر آپ کیا جائیں آپ نے شائد کبھی محبت بھی نہ کی ہوا۔!“

”اس کے لئے کوایفا یہ نہیں ہوں۔!“

”کیا مطلب....؟“

”میرا مدد کبھی خراب نہیں ہوا۔!...!“

”میں نہیں سمجھا۔!...!“

”مددے میں پیدا ہونے والی بعض ناقص رطوبتیں محبت کا قوام ہاتی ہیں۔!“

”لیا آپ تجھ کہہ رہے ہیں۔!“

”طبی حقیقت ہے۔!...!“

”سارا قصور میری ماں کا ہے۔!“

”کیا مطلب....؟“

”بچپن میں مجھے مار مار کر کیسٹ آئیں پلایا کرتی تھی۔!“

”ب توم معدہ باقی ہی نہ بچا ہو گا۔!“

”خدا جانے۔!“ اس نے دوسرے گلاس کا آخری گھونٹ لیا تھا۔

رات انہوں نے اسی میدان میں گذاری تھی۔ باری باری سے سوتے جا گتے رہے تھے۔  
ہری صبح ناشتے کے بعد پھر سفر شروع ہوا تھا۔

”تو آپ مجھے اس عورت کے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔!“ هفتم الف نے عمران سے کہا۔

”تد فین سے پہلے نہیں۔!“

”اپہاں دفن کریں گے۔!...?“

”بہاں بھی موقع مل گیا۔!“

”تو کیا اس بے چاری کی قبر گنماں ہی رہے گی۔!“

”اس کا انحصار بھی قبر بننے یا ان بننے پر ہو گا۔!“

”ہفتم الف نے لاپرواںی سے شانوں کو جنبش دی اور او گھنٹے لگا۔



سرحد پار کرنے سے قبل عمران نے اپنی طرف کے مخالفوں کو کاغذات دکھا کر مطمئن کر دیا  
اور گازی آگے بڑھ گئی تھی۔

”سری طرف کی سرحدی چوکی پر تابوت کا ڈھکنا اٹھا کر لاش بھی دکھانی پڑی تھی اور  
ذات پر خانہ بہری کے بعد سفر جاری رکھنے کی اجازت مل گئی تھی۔

”اب تم ہمیں اپنی یہاں کی قیام گاہ والے راستے پر ڈالو گے۔!“

”مزید پدرہ میل آگے بڑھنے کے بعد۔!...!“

”لیا تم اس بستی میں اپنی اصلی صورت ہی سے پہچانے جاتے ہو۔!“

”تھی ہاں۔!...!“

”تب تو ہمیں راستے میں کہیں رکنا پڑے گا۔ کوئی معقول ساغار مل سکے تو زیادہ بہتر ہو گا۔  
الا کی بناوٹ باتاری ہے کہ غار بکثرت ہوں گے۔!“

”ہفتم الف کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد یو لا۔ ”چھپی بات ہے۔!“

اس کی آنکھوں میں بھجن کے آثار پھر سے عود کر آئے تھے گاڑی سے اتر کر وہ پچھلے حصے کی طرف آئے اور تابوت کے قریب جا کھڑے ہوئے۔ عمران نے ڈھکنا اٹھایا اور پھر لاش کے بال سنی میں جذب کر جھکا مارا تھا۔

”ارے.... ارے....!“ ہفتہم الف بوكھلا کر پیچھے ہٹا۔

لاش کا سر گردن سمیت اکھڑ کر عمران کے ہاتھ میں آگیا تھا۔

”یہ... یہ...!“ ہفتہم الف کے لمحے میں احتجاج بھی تھا اور کسی قدر خوف زدگی بھی شامل تھی۔!

”پلاسٹک کا ہے....!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔

”نہیں....!“ ہفتہم الف بے ساختہ بنس پڑا۔ لیکن انداز میں شرمندگی بھی تھی۔ پھر اس نے نئے ٹوٹتے ہوئے کہا تھا۔ ”کمال ہے.... ہاتھ لگائے بغیر اندازہ نہیں ہو سکتا کہ یہ گوشت پست کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔!

”اور اب آؤ.... لاش کے بقیہ حصوں کی طرف...!“ عمران نے کہتے ہوئے کفن کے بند کول دیئے۔ اس بار ہفتہم الف نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبایا۔

کفن کے اندر سے ایک نائی گن، ایک مشین پتول، ایک سائلینس رنگا ہوا پستول اور ان کا یونیشن بر آمد ہوا تھا۔ یہ سارا سامان دو سوٹ کیسوں میں منتقل کر دیا گیا اور سوٹ کیسوں کا مالان تھیلوں میں پیک کرنے کے بعد عمران نے کہا۔ ”تابوت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بیچھے علاقاں میں پھیلک دیں گے مجھے جو ہم درپیش ہے اس کے لئے اسلخ ضروری تھا۔!

ہفتہم الف کچھ نہ بولا۔

”میرے خیال سے گاڑی کو چلتے ہی رہنا چاہئے۔!“ عمران نے کہا۔ ”تابوت کے سارے لئے ایک ہی جگہ نہ پھیکے جائیں۔!

”جیسی آپ کی مرضی....!“ ہفتہم الف نے خالی الذہنی کے سے انداز میں کہا۔

گاڑی کے حرکت میں آجائے کے بعد عمران نے تابوت کے تختے الگ کرنا شروع کیا تھا۔ اسی دیر میں یہ کام بھی اختتام کو پہنچ گیا۔ تختے ایک ایک کر کے پھینک دیئے گئے تھے۔

پھر عمران نے نقشہ نکلا اور اسے فرش پر پھیلاتے ہوئے ہفتہم الف کو قریب آنے کا اشارہ کیا۔

”یہاں.... وہ مقام ہے تا جہاں ہمیں قیام کرتا ہے....!“ اس نے ایک نشان پر انگلی رکھتے

دور تک بھورے رنگ کے نیلے پہاڑوں کے سلسلے بکھرے ہوئے تھے اور ان پر چکنے والی دھوپ آنکھوں میں چھپ رہی تھی۔

”تم بہت فکر مند نظر آنے لگے ہو۔!“ فتحاً عمران نے ہفتہم الف کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”اس بستی میں سمجھی ان پڑھ نہیں ہیں۔ ایک گھرانہ ایسا بھی ہے جہاں کے کئی افراد مغربی ممالک سے پچلے زور گری لے آئے ہیں۔!

”کماٹے تو نہیں دوڑتے....!“ عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

”میری بات سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ انہوں نے مجھے ہمیشہ تہادی کیا ہے۔!

”کہو تو میں عورت کامیک اپ کروں۔ اپنی بیوی کی حیثیت سے مجھے متعارف کروں یا۔!

”موسیٰ عمران.... پلیز....!

”تم اسکا لہو.... مجھے اپنے حاشیہ بردار کی حیثیت دے دینا۔ یہ ایسی کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔!

”دیکھا جائے گا....!“ اس نے طویل سانس لی۔

گاڑی دشوار گزار راستوں پر بہت احتیاط سے چلانی جاری تھی۔ اس نے رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔

پچھے دیر بعد ہفتہم الف نے کہا۔ ”اس طرف گاڑی کا گزرنہ ہو سکے گا جہاں غار پائے جاتے ہیں۔!

”آف.... فوہ....!“ عمران اپنے سر پر دھمک دھمکا تا ہوا بولا۔ ”رک رک کراطلاعات فراہم کر رہے ہو۔ میں نے سوچا تھا کہ تابوت کو کہیں احتیاط سے رکھ دیں گے۔ شائد پھر کبھی کام آئے۔

لیکن اب یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ اسے ضائع کر دینا پڑے گا۔!

”اور لاش کا کیا ہو گا....؟“

”ابھی بتاتا ہوں....!“ عمران نے کہا اور ڈرائیور کو گاڑی روک کر سڑک کی بائیں جانب اتار لینے کی ہدایت دی۔

”کیوں....؟ کیا بات ہے....!“ ہفتہم الف نے جرأت سے پوچھا۔

”اٹھو.... چل کر لاش کو ٹھکانے لگادیں۔!

”یہاں....؟“

”ہاں.... سیبیں....!

ہوئے پوچھا۔

”جی ہاں.... بھی ہے۔!

”اب اس نشان کو دیکھو....!

”دیکھ رہا ہوں....!

”دونوں کے درمیان انداز آکتنا فاصلہ ہو گا....؟“

”پیمانہ کیا ہے....؟“

”یار عقل کے ناخن لو.... اگر مجھے پیمانہ معلوم ہوتا تو تمہیں کیوں زبان ہلانے کی زحمت دیتا۔ خود ہی ناپ لیتا فاصلہ۔ یہ نقشہ تم ہی لائے تھے۔ ان کے پیمانے سے متعلق کوئی نوٹ مسلک نہیں تھا۔!“

”ٹھہریے....!“ ہفتہ الف کچھ سوچتا ہوا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میں فاصلہ بتا سکوں گا۔ عرض البلاد اور طول البلاد کی مدد سے۔ ہمارا اپنا طریق تفہیم ہے یہ یہاں... ٹھیک ہے۔ اس جگہ ”بلند“ ہی ہو سکتا ہے لیکن....!“

”لیکن کیا....؟“

”میری قیام گاہ سے شاکم بارہ تیرہ میل کے فاصلے پر ہو گا۔ انتہائی دشوار گزار۔ گاڑی یا کسی قسم کی سواری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

”اچھا تو پھر....؟“

”یہ بارہ تیرہ میل تین چار دن کھا جائیں گے۔!“

”مجھے نہیں پہنچا ہے.... نشان کے گرد دائرہ دیکھ رہے ہوتا.... یہ تمہارے جزل کا بنیا ہوا ہے۔!“

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ آپ جزل کی راہنمائی میں کہیں پہنچنا چاہتے ہیں۔!“ اس نے پر تشویش لجھ میں کہا۔

”یہی بات ہے اور جزل کی نمائندگی تم کرو گے اس سلسلے میں....!“

”آخر وہاں کیا ہے....؟“

”کیا تمہارا یہ سوال مناسب ہے۔!“ عمران نے خشک لجھ میں کہا۔

319  
”اہ.... مجھے افسوس ہے.... بہر حال یہاں تک پہنچنے کے لئے باقاعدہ طور پر پلانگ کرنی پڑے گی۔ لہذا میری قیام گاہ تک پہنچنے کے بعد ہی اس پر تفصیلی گفتگو کیجیے گا۔!  
”اچھی بات ہے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

وہ بڑی بُر فضا جگہ تھی۔ دور دور تک چاروں طرف باغات کے سلسلے بکھرے ہوئے تھے اور چھوٹی بڑی متعدد عمارتوں پر مشتمل یہ بُرتی ہر اعتبار سے خوشحال لوگوں کی بُرتی کھلائی جا سکتی تھی۔ چھلوں کے باغات ہی یہاں کے باشندوں کا ذریعہ معاش تھے۔  
یہاں پہنچنے سے قبل ہفتہ الف اپنی اصلی شکل میں آگیا تھا۔۔۔ لیکن عمران کا میک اپ بدستور برقرار رہا تھا۔

بُرتی کے لوگوں نے کھلے دل سے ہفتہ الف کی بُریائی کی تھی۔ وہ یہاں پر ویسرا دار کے نام سے بیچتا جاتا تھا۔ عمران کا تعارف اس نے ایک شاگرد کی حیثیت سے کرایا تھا۔  
یہ چھوٹا سا خوبصورت مکان ہفتہ الف ہی کی ملکیت تھا۔۔۔ اور اس کی عدم موجودگی میں اس کا دیکھ بھال ایک مقامی آدمی کرتا تھا۔

”میں یہاں دس ماہ بعد آیا ہوں....!“ ہفتہ الف یا پروفیسر دار نے عمران کو بتایا۔  
”بس اب کام کی بات کرو....!“

”میں اس جگہ کے بارے میں مقامی لوگوں سے مزید معلومات فراہم کئے بغیر کچھ نہ بتا سکوں گا۔!  
”اس میں کتنا وقت صرف ہو گا۔!  
”اگر یہ کوئی اہم معاملہ ہے تو مجھے اختیاط سے کام لینا پڑے گا۔!  
”انتہائی اہم سمجھو....!“

”بل تو پھر میں براہ راست قسم کے سوالوں سے گریز کروں گا۔ آپ جانتے ہی ہوں گے کہ طریق کارناتاگ کے لحاظ سے غیر یقینی نہ سہی تو دیر طلب ضرور ہوتا ہے۔!  
”کمال ہے....!“ عمران نے حیرت سے کہا۔ یہاں قدم رکھتے ہی تم نے مجھ سے بھی علی نماز بان میں گفتگو کرنا شروع کر دیا ہے۔!  
”محض اس لئے کہ کہیں دوسروں کے سامنے بھی نہ بہک جاؤں۔!“

بوزہ میں عورت عمران کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ دھنٹا اس نے پوچھا۔ ”کیا آپ علمنجوم میں  
بھی دخل رکھتے ہیں۔؟“

”نہیں محترمہ....! امیں نے عرض کیا کہ صرف طب کا درس لیتا ہوں۔!“  
”پروفیسر دارا علمنجوم میں بھی دست گاہ رکھتے ہیں۔!“  
”جی ہاں....!“

”آپ کو دلچسپی نہیں....!“

”صرف اس حد تک کہ شاند دن میں بھی جسمی کوئی ستارہ دیکھے سکوں۔!“  
”بے شمار فلمی ستارے دن میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔!“ لڑکی بولی۔

عمران اس طرح نہ پڑا تھا جیسے لڑکی نے حاضر جوابی کاریکارڈ توڑ دیا ہو۔

”اس نے آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کی ہے۔!“ عورت اُسے پیار سے دیکھتی ہوئی بولی۔

”میرا بھی تبھی اندازہ تھا....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”صاحب زادی کی تربیت بہت اچھی  
ہوئی ہے۔ غالباً انگلش کے علاوہ کچھ اور یورپی زبانیں بھی جانتی ہوں گی۔!“

”نہیں.... مجھے وقت ہی نہیں مل سکا۔!“ لڑکی بولی۔ ”فرنچ اور جرمون سیکھنا چاہتی تھی۔!  
اتنے میں پھر کسی نے دروازے پر دستک دی تھی۔

”معاف سمجھ گا۔!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

”وہ صدر دروازے کی طرف آیا تھا۔ لیکن جیسے ہی دروازہ کھولا ہفتہ الف اس پر آپڑا۔ شاند  
دروازے پر ہی زور ڈالے کھڑا رہا تھا۔

”کیا ہوا....؟“ عمران اسے سنبھالتا ہوا بولا۔ ویسے اسے پہلی ہی نظر میں پہنچا گیا تھا کہ  
اس کا داہنہ شاندہ رخی ہے۔ کوٹ کی آستین سے خون پک رہا تھا۔

”وہ.... وہ....!“ اس کے علاوہ کچھ اور نہ کہہ سکا۔ بیووش ہو کر عمران کے ہاتھوں میں  
جبول گیا۔ عمران نے ایک ہاتھ سے اُسے سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے دروازہ بولٹ کر کے  
دونوں عورتوں کو آواز دی۔

شاند ان کیلئے یہ چیز غیر متوقع تھی۔ اسلئے دوڑتی ہوئی صدر دروازے کی طرف آئی تھیں۔  
”ارے یہ کیا ہوا....؟“ دونوں نے بیک وقت کہا تھا۔

”احتیاط اچھی چیز ہے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔  
”اچھا باب میں چلا.... آپ ذرا محاط رہئے گا۔!  
”فکر نہ کرو....!“

اس کے چلے جانے کے بعد عمران نے ایک بار پھر نقشہ نکالا تھا اور بغور اس کا جائزہ لیے گا  
تھا۔ اسکیل سے کچھ فاصلے بھی نہیں تھے اور نہ تھکر انداز میں سر ہلا تارہ تھا۔

پندرہ میں منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اس نے انہر کر  
دروازہ کھولا۔ ایک او ہیز عمر کی عورت اور ایک نوجوان لڑکی سامنے کھڑی نظر آئیں۔ دونوں  
اُسے حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

”پروفیسر دارا....!“ عورت کی زبان سے نکلا۔

”وہ موجود نہیں ہیں محترمہ....!“ عمران نے بڑے ادب سے کہا۔  
”ہم انتظار کر لیں گے۔!“ عورت بولی۔

”ترشیف لائیے....!“ اس نے پیچے بٹتے ہوئے کہا۔

وہ انہیں نشست کے کمرے میں لایا تھا۔ دونوں بیٹھ گئیں۔ کچھ دیر خاموشی رہی تھی پھر  
عمر عورت نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ ”اس سے پہلے پروفیسر ہیشہ تھا ہی آتے  
ہوئے ہیں۔!“

”میں ان سے طب کا درس لے رہا ہوں۔ محترمہ....!“ عمران بولا۔ ”یہاں مجھے اس لئے  
لائے ہیں کہ جڑی بوٹیوں کی پہچان کرائیں۔!“

”تو کیا پروفیسر طب بھی پڑھاتے ہیں۔!“

”طب، قلفہ اور ہیبت تیوں کا درس دیتے ہیں۔!“

”بہت خوش مزاج آدمی ہیں۔!“ لڑکی بولی۔

”جی ہاں.... بہت زیادہ....!“

”کب تک واپسی کی توقع کی جائے۔!“ عورت نے پوچھا۔

”اس کے بارے میں کچھ بھی عرض نہ کر سکوں گا۔!“

”ہو سکتا ہے جلد ہی آ جائیں۔ کیوں نہ ہم انتظار کر لیں۔!“

”زخمی ہیں... پروفیسر اور یہ گولی ہی کی خرب ہو سکتی ہے۔ کوٹ میں سوراخ ہو گیا ہے!“  
”خداوند ایسے کیا ہوا....!“ عورت کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی تھی اور پھر وہ تنہوں ہی اُسے اٹھا  
کر کر کرے میں لائے تھے۔

”میں.... فرش پر.... نمیک ہے۔!“ عمران نے کہا۔

اُسے فرش پر ڈال دیا گیا۔ عورت اس کی بغض دیکھ رہی تھی۔

”اپنے بیرون ہی سے چل کر یہاں تک آئے ہوں گے۔!“ عمران نے کہا۔ ”اس لئے  
تشویش کی بات نہیں صرف یہو ہے۔!“

”میں کہتی ہوں کہ ایسے شریف اور بے ضرر آدمی پر کس بدجنت۔ نے گولی چلائی۔!“

”علم نجوم کا گھلپا معلوم ہوتا ہے۔!“ عمران نے اس کا کوٹ اتارنے کی کوشش کرتے ہوئے  
کہا۔ ”کسی کے لئے کوئی پیشگوئی غلط نکل گئی ہوگی۔!“

”صرف چند لوگوں کو معلوم ہے کہ پروفیسر پیشگوئی بھی کرتے ہیں۔!“

عمران نے زخم دیکھا۔۔۔ شانے کی ہڈی محفوظ تھی اور خون بھی جنمے لگا تھا۔

”لک.... کیا گولی اندر رہ گئی ہے۔!“ لڑکی نے خوف زده لبجھ میں پوچھا۔

”نہیں.... کھال پھاڑتی ہوئی گذر گئی ہے.... درست.... یہ یہاں تک نہ پہنچ سکتے۔ زخم بھی  
معمولی ہے۔!“

”اللہ تیرا شکر ہے....!“ عورت کراہ کر بولی۔

عمران نے اپنے سامان سے فرسٹ ایڈ بکس نکالا تھا اور لڑکی پانی گرم کرنے کے لئے کچن میں  
چل گئی تھی۔

”آخر کون ہو سکتا ہے۔!“ عورت نے پر تشویش لبجھ میں کہا۔

”میں کیا عرض کروں محترمہ.... یہاں اجنبی ہوں.... پہلی بار اس طرف آنا ہوا تھا۔!“

”یہاں کوئی بھی تو ان کا دشمن نہیں ہو سکتا۔!“

”ہوش میں آنے کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا کہ کیا چکر تھا۔!“

لڑکی پانی گرم کر کے لائی تھی اور عمران پروفیسر دارا کا زخم صاف کرنے لگا تھا۔ ذرینگ  
کردینے کے بعد اس نے اُسے پھر اٹھایا اور دوسرے کمرے میں لے جا کر بستر پر لٹا دیا۔

”اب یہ ہوش میں کیسے آئیں گے۔!“ عورت نے پوچھا۔  
”خداع جانے.... ابھی میں نے اتنی زیادہ طب نہیں پڑھی۔!“  
”کوئی خطرے کی بات تو نہیں....!“

”میری دانت میں تو خطرے سے باہر ہیں۔!“

”ذینا اچھے لوگوں کی قدر نہیں کرتی۔!“

”اور نہ رے آدمیوں کو بھی گالیاں ہی دیتی رہتی ہے۔!  
ہاں یہ بھی ہے۔!“

”تب پھر دنیا کا ذکر ہی فضول ہے۔!“

لڑکی اُسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ دھنٹا بولی۔ ”میں شروع ہی سے ایک عجیب کی بات  
محوس کر رہی ہوں۔!“

”وہ کیا محترمہ....؟“

”آپ پریشان نہیں ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے کوئی خاص بات ہی نہ ہوئی ہو۔!“

”گولی لگنا.... بھلا اس میں کیا خاص بات ہو سکتی ہے۔ خاص بات یہ ہوتی کہ پروفیسر بندوق  
کی نال چڑا لتے۔!“

”آپ عجیب آدمی ہیں۔!“

”جو دل چاہے سمجھتے۔ ہم پیدا ہوئے میں تو حادثات کا شکار بھی ہوں گے۔ ہمیں موت بھی  
آئے گی۔ بھلا واقعات میں کوئی خاص بات کہاں سے ہو سکتی ہے۔ خاص بات وہی کہلاۓ گی جو  
خلاف فطرت ہو۔!“

”کیا یہ ان باتوں کا وقت ہے....!“ عورت بولی۔

”میں خود تو نہیں کر رہا تھا باتیں.... صاحب زادی نے چھیڑی تھیں۔!“

دفعٹا پروفیسر دارا کر اپنے لگا تھا۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پہنچے جنہیں کر رہے تھے۔  
ہونٹوں میں کھکھا پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن آنکھیں نہیں کھلی تھیں۔ کر اپنے کا انداز اسی طرح بدھا  
جارہا تھا جیسے ہوش میں آرہا ہو۔

تحوڑی دیر تک وہ خاموش کھڑے رہے تھے۔ پھر عورت اُسے آوازیں دینے لگی تھی۔

”پروفیسر... پروفیسر... یہ میں ہوں... خانزادی جیلے...!“  
اس نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن ہلکی ہلکی کرایں اب بھی جاری تھیں۔

”بھی بولئے مت...!“ عمران نے عورت سے کہا۔

پروفیسر دارا چند لمحے ویران آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا رہا تھا پھر یہک بیک انھے بینجا تھا۔

”لیشے رہئے پروفیسر...!“ عمران اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

”نن... نہیں... ہم خطرے میں ہیں...!“

”یہ خواتین...!“ عمران اوچی آواز میں بولا۔

”کون خواتین...؟“ پروفیسر چونک پڑا اور اب ایسا معلوم ہوا جیسے اس نے پہلی بار ان دونوں کو دیکھا ہو۔

”اوہ... آپ... معاف کیجئے گا!“

”یہ آخر ہوا کیا پروفیسر...؟“ عورت نے نیترت سے پوچھا۔

”کوئی نادیدہ دشمن... اور کیا کہہ سکتا ہوں۔ بظاہر میرا کوئی بھی دشمن نہیں ہے۔ اس لئے کوئی واضح ختمی بھی نہیں کی جاسکتی!“

”لیٹ جائیے جتاب...!“ عمران نے نرم لمحے میں کہا۔ ”میرے جیتنے جی کوئی آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا!“

”اوہ... تم نہیں سمجھ سکتے!“

”ایک گھنٹہ گذر چکا ہے آپ کی بیوی شی کو... ابھی تک تو کسی نے بھی اور کارخ نہیں کیا!“

”اوہ... اوہ...!“ وہ کراہتا ہوا پھر لیٹ گیا۔

”ہمیں بے حد افسوس ہے پروفیسر...! آپ کی دیکھ بھال بے حد ضروری ہے۔ کیوں نہ آپ ہمارے ساتھ چلے...!“

”ارے دیکھ بھال کی فکر نہ کیجئے... میں جو یہاں ہوں۔ پروفیسر تھا نہیں ہیں!“

”مرد کیا جانیں کہ دیکھ بھال کیسے کی جاتی ہے!“ لڑکی نے کہا۔

”نہیں...! انکلیف نہ کیجئے!“ پروفیسر نے کہا۔ ”یہ بخوبی میری تیارداری کر سکیں گے!“

”اچھا تو پھر یہی منظور کر لیجئے کہ رات کا کھانا ہم بھجوادیں۔ جب تک پوری طرح صحت یا ب

”نہ ہو جائیں۔ یہ خدمت ہمارے سپرد کر دیجئے!“

”جیسی آپ کی مرضی...!“

”مُخْرِيَّہ...!“

”شام کو ہم آئیں گے۔!“ عورت بولی۔

”تھوڑی دیر تھہر کر وہ دونوں چل گئی تھیں۔ عمران انہیں رخصت کرنے کے بعد دروازہ بولٹ کر کے پروفیسر دارا کے پاس واپس آگیا۔ وہ بستر سے انھ کھڑا ہوا تھا۔

”یہ کیا...؟“ عمران نے حیرت سے کہا۔

”وہ ہمیں گھیر کر مار لیں گے...!“

”دور دور تک کسی کا پتہ نہیں ہے۔ آخر یہ ہوا کیے۔!“

”میں کچھ خریداری کرنا چاہتا تھا۔ اسی لئے باہر گیا تھا اور بلند اسے متعلق معلومات بھی فراہم کرنی تھیں۔ ایک ویران راستے سے گزر رہا تھا کہ اچانک بائیں جانب سے بے آواز فائر ہوا تھا۔ میں نے دائیں جانب والی چٹانوں کے پیچے چھلانگ لگادی۔ اور ایک خنک تالا ہے جس کے کنارے پر اوچی اوچی خاردار جھیڑیاں ہیں۔ میرا خیال ہے کہ حملہ آور ایک سے زیادہ نہیں تھے۔ درنہ میں قل نکلنے میں کامیاب نہ ہو سکتا۔!“

”اور اب ان دونوں عورتوں کی وجہ سے پوری بستی کو معلوم ہو جائے گا۔!“ عمران نے بڑھ تشویش لجھے میں کہا۔

”میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ وہ یہاں پہلے ہی سے موجود تھیں۔ میرے خدا... میرا ملکہ... اب کسی راز کو راز رکھنے کا اہل نہیں رہا۔!“

”یہ بات تو ہے...! تمہارے گھر کا بھیدی اتنا تیز معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی متعلقہ لوگوں کا علم ہو گیا۔“

”اب بھی اگر آپ مجھے اصل معاملے سے آگاہ نہ کریں گے تو یہ بہت بڑی زیادتی ہو گی۔!“

”میا تم یہاں اتنی دیر تھہر تا پسند کرو گے کہ میں پوری کہانی دہرا دوں۔!“

”اوہ... شام دیر ادامغ خراب ہو گیا ہے۔!“ وہ پھر اٹھتا ہوا بولا۔

”بیٹھ رہو...! اب اتنی ہی دیر زندہ رہ سکو گے جتنی دیر اس چہار دیواری تک محمد درہتے ہو۔!“

عمران نے دروازہ کھول دیا۔ لڑکی کے پیچھے دو سلیخ آدمی کھڑے ہوئے نظر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔

”یہ دونوں آپ لوگوں کی حفاظت کریں گے!“ لڑکی نے کہا۔ ”کیا میں پروفیسر کو دیکھتی ہوں؟!“ ”ضرور.... ضرور....!“ عمران پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ لڑکی نے ان دونوں سے کہا۔ ”تم میں سے ایک دروازے پر پھربرے گا اور دوسرا مکان کے گرد چکر لگانا تارہ ہے۔!“ پھر وہ عمران کے ساتھ پروفیسر کے کمرے میں آئی تھی۔

”پروفیسر....!“ اس نے اسے خاطب کیا۔

”اوہ.... بے بی....!“ اس نے آنکھیں کھول کر اٹھنے کی کوشش کی تھی۔

”میں دراصل اسلئے آئی ہوں کہ آپ کو شہدار کے ہسپتال لے چلو، باہر جیپ موجود ہے۔“ ”اس کی ضرورت نہیں۔!“

”ضرورت ہے پروفیسر.... بات پھیل گئی ہے۔ شہدار کے پولیس اشیش پر بھی اطلاع دینی پڑے گی ورنہ پوری بستی دشواریوں میں جتلنا ہو جائے گی۔ آپ تو جانتے ہیں پولیس والوں کو۔!“ عمران نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”پولیس والوں کو فلمے سے کوئی دلچسپی نہیں۔!“

”عمران سختی سے ہونٹ بھج کر رہ گیا۔!

”لل..... لیکن میں اسے مناسب نہیں سمجھتا....!“ پروفیسر بولا۔

”یہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں پروفیسر.... پولیس والوں کو فلمے سے کوئی دلچسپی نہیں۔!“ عمران بولا۔

”تو پھر.... تو پھر....؟“

”ہمیں شہدار چلتا پڑے گا۔!“

پل بھر کیلئے اس کی آنکھوں میں حریت کے آثار نظر آئے تھے۔ پھر خود کو سنبھال لیا تھا۔

”فلک مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں بھی ساتھ چلوں گی۔!“ لڑکی بولی۔

”میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔!“

”میرا فرض ہے.... اور پھر آپ کے ان شاگرد کی باتیں۔ اور جھنجلانے کو جی چاہتا ہے۔!“

”ہا۔.... شامند آپ ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں۔!“

”تمہارا ذہن کام نہیں کر رہا اس وقت لہذا صرف کہانی ہی سے دل بہلاو۔.... میرے ملک کا ایک لیڈر جو موجودہ حکومت سے اختلاف رکھتا تھا ایک دن پر اسرار طور پر غائب ہو گیا۔ پھر کوئی دونوں کے بعد کسی نامعلوم ریڈیو اسٹیشن سے اس کی تقریبیں سنی جانے لگیں۔ وہ ایک خاص علاقے کے لوگوں کو حکومت کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کر رہا ہے۔ تمہارے چیف کو کسی طرح اس مقام کا علم ہو گیا ہے جہاں آج کل اس لیڈر کی رہائش ہے۔ بہر حال اس کے بارے میں پوری تفصیل انہی کاغذات میں موجود تھی جو تمہارے توسط سے مجھ تک پہنچے ہیں۔!“

”کتنی عجیب بات ہے....!“ پروفیسر کرایا۔

”ہے ناجیب بات کہ تمہیں تو علم نہیں تھا کہ وہ کاغذات کیسے ہیں لیکن دوسرا کوئی اس حد تک جانتا تھا کہ یہاں بھی تم محفوظ نہ رہ سکتے۔!“

”جزل کو اس کا علم ہونا چاہئے کہ ان کے نکھلے میں کیا ہو رہا ہے۔!“

”بہت پہلے ہو چکا ہے۔ ورنہ کاغذات لے کر تم نہ آتے میرا ہی کوئی آدمی تمہارے ملک میں جزل سے وصول کر لیتا۔!“

”اوہ.... تو کیا....!“

”زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ورنہ زخم مزید خون لگنے لگے گا۔!“ عمران زم لجھ میں بولا۔

”ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی تھی۔

”بہت احتیاط سے۔!“ پروفیسر آہستہ سے بولا۔

عمران دروازے کے قریب آیا تھا۔ باہمیں جانب دیوار سے گل کر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔ ”گون ہے....؟“

”دروازہ کھولو....!“ باہر سے گوچیلی سی آواز آئی تھی۔ ”ہم پروفیسر کی خیرت دریافت کرنے آئے ہیں۔!“

”دروازہ کھول دیجئے۔!“ اس بار نسوائی آواز آئی اور یہ خانزادی جیلہ کی بیٹی ہی کی آواز ہو سکتی تھی۔

روانگی سے قبل پروفیر نے اسے سمجھنے کی کوشش کی تھی کہ اُسے ان کے ساتھ نہ جانا  
چاہئے لیکن وہ نہیں مانی تھی۔

بیچ چل پڑی۔ مسلسل آدمیوں میں سے ایک ڈرائیور کر رہا تھا۔ عمران نے گھنکھیوں سے لڑکی  
کی طرف دیکھا۔ وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے کچھ سوچ رہی تھی۔



موڑ سائیکل تیز رفتاری سے پہاڑی سڑک پر اڑی جا رہی تھی۔ سوار کو خطرناک ڈھلانوں نے  
پرواہ معلوم ہوتی تھی اور نہ دشوار گزار چڑھائیوں کی۔ ایک جگہ وہ سڑک کے نیچے اتری تھی اور  
ایک پتلے سے درے میں گھستی چلی گئی تھی یہاں سوار نے ہیڈ لیپ روشن کر دیا تھا پھیلوں کے  
نیچے ایسی ہی مسطح زمین تھی جیسے اُسے دست انسانی نے ہموار کیا ہو۔

ذراد پر بعد وہ پھر کھلے میں نکل آئی تھی اور پھر ایک جگہ رک ہی گئی اور اس کا جن بند کر دیا گیا۔  
بائیں جانب کی ایک چنان کی دراز سے کسی نے سر نکال کر سائیکل سوار کو آواز دی تھی۔  
موڑ سائیکل سوار ہاتھ ہلا کر چینا۔ سب کچھ توقعات کے مطابق ہوا ہے۔ وہ شہدار کی طرف  
جا رہے ہیں۔ خائزادی اپنے دوسپا ہیوں کے ساتھ انہیں لے جا رہی ہے۔!

دوسری آدمی دراز سے نکل کر سائیکل سوار کی طرف چل پڑا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے کہا۔  
”تم نے بہت بُری خبر سنائی۔ خائزادی کو ان کے ساتھ نہیں ہونا چاہئے تھا۔“

”کیا فرق پڑتا ہے....!“

”ہم سے یہی کہا گیا تھا کہ بُتی میں سننی پھیلائے بغیر ان دونوں کو قابو میں کر لیں۔ مار  
ذالنے کا بھی حکم نہیں دیا گیا!“

”بُتی والے پروفیر دار کے ہمدرد ہیں۔!“ سائیکل سوار بُرے لمحے میں بولا۔

”خیر چلو.... مجھے دیکھنا پڑے گا کہیں وہ لوگ بُتی کے ان تینوں افراد پر بھی تعدد نہ  
کر بیٹھیں۔!“

وہ موڑ سائیکل کے کیر سیر پر بیٹھ گیا تھا اور موڑ سائیکل دونبارہ اسٹارٹ ہوئی تھی اور جس  
راتے سے آئی تھی اسی راتے سے واپس ہوئی۔ سڑک پر پہنچ کر دوسرے آدمی نے کہا۔ ”جتنی  
تیز رفتاری سے چل سکتے ہو چلو۔!“

”یہ میں کیا سن رہا ہوں.... عبد العالان....!“  
”آہا.... تو ان کا نام عبد العالان ہے....!“

”ناموں میں کیا رکھا ہے۔ اگرچہ ہوا ہو ایں پیدا ہوتا تو نام ”چوتیاری“ ہوتا۔!  
”خیر تو اب جلدی کیجئے....!“ لڑکی نے کہا اور صدر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

”آپ کے اسلوب کا کیا ہو گا....؟“ پروفیر نے آہتہ سے پوچھا۔

”سارا گھر پر نہیں ہے کچھ پہلے ہی باہر ایک مناسب جگہ پر چھپا دیا تھا لہذا ہماری عدم  
موجود گی میں اگر گھر کی تلاشی بھی لی گئی تو.... تو کوئی پرواہ نہیں۔!“

”سوال تو یہ ہے کہ ہم اس طرح پھنس جائیں گے۔!“

”فکر نہ کرو....!“ عمران آہتہ سے بولا۔ ”حمدہ دیہاں سے کتنی دور ہے۔!“

”چھ سات میل کے فاصلے پر....!“

”راستے ہی میں کہیں جل دے کر کسی طرف نکل چلیں گے۔ پولیس اسٹیشن پہنچا  
قطعی مناسب نہ ہو گا۔ حملہ آور نے شائد دیدہ و دانتہ ایسے زاویے سے فائر کیا تھا کہ تم بس  
معمولی طور پر زخمی ہو جاؤ.... ہو سکتا ہے اُسے یہ بھی معلوم رہا ہو کہ بُتی کے دو افراد تمہارے  
گھر پر موجود ہیں۔!“

”میں نہیں سمجھا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔!“

”بُتی میں ہنگامہ کرنے کی بجائے وہ ہمیں ہمداد کے راستے میں گھرنا چاہتے ہیں۔!“

”دیکھنے اسی لئے مجھے صرف معمولی ساز خدمتی کیا ہے کہ ہم ہمداد کی طرف روانہ ہو جائیں.....!“

”باتوں میں وقت نہ ضائع کرو۔ تیار ہو جاؤ اور ہو سکے تو لڑکی کو ساتھ چلنے سے باز رکھو....  
وہ مسلسل آدمی اور جیپ ہی کافی ہے۔!“

”میں کوشش کروں گا.... آپ اُسے نہیں جانتے وہ بہت ضدی لڑکی ہے۔ اس کی مال نے  
بھی اُسے روکنے کی کوشش کی ہو گی۔!“

عمران کچھ نہ بولا۔ پروفیر روانگی کی تیاری کرنے لگا تھا۔ عمران نے دونوں سوٹ کیس اٹھائے۔  
مکان کو مقفل کر کے وہ جیپ کے قریب پہنچ۔ دونوں مسلسل آدمی اگلی سیٹ پر تھے۔ لڑکی  
چھپلی سیٹ پر ایک کنارے بیٹھی نظر آئی۔

نے اپنے ایک سپاہی سے کہا۔ ”تم چاہو تو انہیں بتا سکتے ہو کہ کیا ہوا تھا!“  
سپاہی چند لمحے انہیں گھورتا رہا تھا پھر بولا تھا۔ ”یہاں پہنچ کر پروفیسر کو پیشاب کی حاجت  
ہوئی تھی اور ان کا شاگرد یعنی امارت لے گیا تھا۔ جب دیر تک واپسی نہیں ہوئی تو میں انہیں دیکھنے  
گا۔ لیکن ان کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ہم تینوں ہی انہیں تلاش کرنے لگے تھے۔ تحکم ہار کرو واپس آئے  
تو ان کے دونوں سوت کیس بھی غائب تھے!“

”اس میں کتنی سچائی ہے....؟“ سپاہی سے سوال کیا گیا۔ اس پر خان زادی پھر گئی تھی اور  
دونوں سپاہی بھی مارنے مرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ قریب تھا کہ یقین جھگڑا شروع ہو جاتا کہ  
توہڑے ہی فاصلے پر ایک زور دار دھماکہ ہوا۔  
”بھاگو....!“ کوئی چیخنا۔ ”دستی بم تھا!“

اور پھر وہ سب تتر بڑھ گئے۔ ان کی گاڑیاں وہاں کھڑی رہ گئی تھیں۔ موڑ سائیکل سوار اور  
اس کا ساتھی بھاگ کر ایک چنان کی اوٹ میں ہو گئے تھے۔  
پھر مزید دودھا کے ہوئے تھے اور ان میں سے کسی کی بھی ہمت نہیں پڑی تھی کہ سڑک کی  
طرف رخ بھی کر سکتا۔

اس کے بعد کسی گاڑی کے اشارت ہونے کی آواز آئی تھی اور سائیکل سوار کے ساتھی نے  
کہا تھا۔ ”گئے.... نکل گئے.... ادا..... یہ خان زادی! اب انہی تینوں کو تلاش کر کے لے چلنا  
پڑے گا۔ ورنہ شامت آجائے گی!“

”میرا خیال ہے وہ تینوں اپنی جیپ پر ہی بیٹھے رہ گئے تھے!“ سائیکل سوار بولا۔  
”نہیں.... وہ بھی بھاگ گئے تھے.... میں نے دیکھا تھا!“

”آہستہ آہستہ وہ سب سڑک پر پہنچ گئے۔ دو گاڑیاں اب بھی موجود تھیں۔ موڑ سائیکل بھی  
دیں ٹلی جہاں کھڑی کی گئی تھی۔ البتہ دونوں گاڑیوں کا ایک ایک تار بیکار کر دیا گیا تھا۔ غالباً بعد  
کہ دودھا کے انہی تارزوں کے پہنچنے سے ہوئے تھے۔

”ارے.... وہ ہماری ہی ایک گاڑی لے گئے ہیں!“ کوئی بولا۔  
خان زادی اور اس کے دونوں سپاہی بھی واپس آگئے تھے۔  
”خان زادی صاحبہ اب یہ کسی طرح بھی نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کو اس ایکم کا علم نہیں

قریباً آدھے گھنٹے بعد وہ ایک ایسی گگہ پہنچ تھے جہاں تین گاڑیوں نے سڑک گھیر رکھی تھی۔  
انہیں رکنا پڑا۔

”آٹھ سالخ افراد سڑک پر ایک جیپ کو گھیرے کھڑے تھے۔ اس جیپ پر انہیں تین افراد  
نظر آئے ایک لڑکی تھی اور دو باوردی سپاہی۔ وردی نجی تھی۔ سر کاری نہیں!“

پہنچے کھڑے ہوئے آٹھوں سالخ آدمیوں میں سے ایک تیز لمحے میں بولے جا رہا تھا۔  
دفعتہ جیپ پر بیٹھی ہوئی لڑکی چیخ۔ ”خاموش ہو جاؤ.... ورنہ میرے سپاہی نہیں دیکھیں  
گے کہ تم آٹھ ہو!“

”آٹھ نہیں.... دس کہنے خان زادی!....!“ موڑ سائیکل پر آنے والے دوسرے آدمی نے  
آگے بڑھ کر کہا۔

اُن آٹھوں نے موبائل اندیز میں اسے رابطہ دیا تھا۔

”آپ سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہے خان زادی!....!“

”میں نہیں جانتی تم کون ہو....!“ خان زادی نے تیز لمحے میں کہا۔

”میں تو آپ کو جانتا ہوں.... وہ دونوں کہاں ہیں....؟“

”مجھے خوشی ہے کہ تمہارے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی فرار ہو گئے....!“

”اس گاڑی پر ہمیں ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ملا!“ آٹھوں سالخ آدمیوں میں سے  
ایک نے کہا۔

”یہ کیسے مکن ہے....!“ موڑ سائیکل سوار بول پڑا۔ ”میرے سامنے ہی رو انہ ہوئے تھے!“

”دو کے لئے دس آدمی.... کیسی بزرگی ہے!“ خان زادی نے نفرت سے کہا۔

”آخر وہ گئے کہاں....؟“

”میں نہیں جانتی....!“

”یہ تو آپ کو بتانا ہی پڑے گا!“

”ناممکن....!“

”ہمیں تشدد پر مجبور نہ کیجئے.... آپ کے یہ دونوں آدمی لمحے بھر کی بات ہیں!“  
خان زادی فوراً ہی کچھ نہ بولی۔ اب وہ کسی قدر فکر مند نظر آنے لگی تھی۔ توہڑی دیر بعد اس

تحا۔!“ سائیکل سوار کے ساتھی نے کہا۔  
”میں کسی سے بات کرنا نہیں چاہتی۔!“ اس نے سخت لمحے میں کہا اور اپنے سپاہی سے بول۔  
”گاڑی کا ناکارہ پہبہ بدلو۔!“  
سائیکل سوار کے ساتھی نے اپنے آدمیوں کو کسی قسم کا اشارہ کیا اور وہ سب دونوں سپاہیوں  
پر ٹوٹ پڑے اور ان کی رانفلین چھین لیں۔  
”اور اب تم تینوں کو ہمارے ساتھ چلا پڑے گا۔!“ سائیکل سوار کا ساتھی خان زادی کی  
طرف دیکھ کر بولا۔ ”یہی میں نہیں چاہتا تھا۔ اگر وہ دونوں ہاتھ آجائتے تو ہمیں تم سے کوئی  
سر و کار نہ ہوتا۔!  
خان زادی کچھ نہ بولی۔

◆◆◆◆◆

333

ہاری رکھیں۔!  
”مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہو گا۔!“ پروفیسر مختار بانہ انداز میں بولا۔  
”ویکھا جائے گا۔!  
”آخر یہ دستی بم کہاں سے نکل آیا۔ آپ نے تو کہا تھا کہ اسلخ آپ نے کہیں مکان کے  
زیریب چھپا دیا ہے۔!  
”سب نہیں۔۔۔ کچھ ان دونوں سوٹ کیسون میں بھی موجود ہے۔!  
”ویسے مجھے اعتراف ہے کہ آپ بے حد پھر تیلے ہیں۔ ایک بھی ضائع نہیں کرتے اور  
آپ کے اندازے بھی غلط نہیں ہوتے۔!  
”سیلانی تھویڈ باندھ رکھا ہے بازو پر۔۔۔ سب اس کی برکت ہے۔!  
پروفیسر نے اسے غور سے دیکھا تھا۔ کچھ بولا نہیں تھا۔  
تحوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ ”ہمدراد سے آگے ایک سڑائے ہے۔ لیکن اس گاڑی کی وجہ سے  
م کہیں بھی چھپے نہ رہ سکیں گے۔ ایک موڑ سائیکل بھی تو تھی شائد۔ ہمارے لئے تو وہی  
ناسب رہتی۔!  
”اور یہ وزنی سوٹ کیس شائد ہم اپنے سروں پر اٹھاتے۔!“ عمران بولا۔  
”سوٹ کیس اتنے وزنی کیوں ہیں۔!  
”تم اتنے زیادہ زخمی بھی نہیں ہو کہ بچوں کی سی باتیں کرنے لگو۔ سوٹ کیسون میں کس چیز  
اوزن ہو سکتا ہے۔!  
”سارا اسلخ۔۔۔!  
”لب کاب ختم بھی کرو۔۔۔ ایسی جگہ سوچو جہاں گاڑی سمیت چھپے رہ سکیں۔!  
”مجھے ایسی جگہیں بھی معلوم ہیں۔ لیکن وہاں ہم بھوکے مر جائیں گے۔!  
”اچھا تو شائد تم گولی کھا کر مرتا چاہتے ہو۔ علمند آدمی فی الحال ہمیں فوری طور پر ایسی کوئی  
جگہ تلاش کرنی چاہئے جہاں کچھ وقت گذارنے کے بعد ہم آگے بڑھیں گے۔!  
”بس تو پھر کچھ دور اور چلنے۔۔۔ ان اطراف میں ایک جگہ کا علم ہے مجھے۔ لیکن اس کی  
نمائت نہیں دی جاسکتی کہ وہ ہمیں وہاں تلاش نہ کر لیں گے۔!  
◆◆◆◆◆

عمران کچھ نہ بولا۔ اس نے دور میں کے ذریعے گرد و پیش کا جائزہ لینا شروع کر دیا تھا۔  
دفعتہ کسی آواز پر اُس نے کان کھڑے کئے تھے اور دور میں آنکھوں سے ہٹا کر کچھ سننے کی  
کوشش کرنے لگا تھا۔

”کیا بات ہے....؟“ پروفیسر نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔  
”آواز..... ہو سکتا ہے موڑ سائیکل ہی کی ہو۔ ابھی خاصی دور ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے  
ہاں ایک موڑ سائیکل بھی تھی!“

اور پھر وہ آواز پروفیسر نے بھی سن لی۔ لیکن سوت کا تعین نہ کر سکا۔

”اگر ان میں سے کوئی ہاتھ آجائے تو کیا کہتا....!“ عمران بولا۔

”موڑ سائیکل کی آواز واضح طور پر سنائی وینے گی تھی۔ لیکن سڑک کی جانب سے نہیں  
آرہی تھی!“

”وری!....!“ دفعتہ پروفیسر نے کہا۔

لیکن وہ اس راستے سے اس طرف نہیں آرہی تھی جس سے وہ آئے تھے۔ عمران دائیں  
جانب کی ڈھلان سے نیچے اترتا چلا گیا۔ پروفیسر کی پوزیشن ایسی نہیں تھی کہ اس پر پوری طرف  
نظر رکھ سکتا۔ بہر حال اندازے سے یہی معلوم ہوا تھا جیسے وہ ٹھیک جیپ کے پاس آرکی ہو۔  
اُسے اپنادل کھوپڑی میں دھمکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ چوت کی بناء پر اس وقت جو اس کی کیفیت  
تھی اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس سے قبل بھی ایسے حالات سے دو چار ہو چکا تھا۔ لیکن  
اتی تشویش میں کبھی بتلا نہیں ہوا تھا جتنا اس وقت تھا۔

اچانک اس نے نای گن کا قہقهہ سا تھا اور پھر عمران کی آواز سنائی دی تھی۔ ”خبر وار!....  
جہاں ہو وہیں ٹھہر و....!“

اس نے مقامی زبان استعمال کی تھی اور لمحے میں بھی اجنبیت نہیں تھی تو اس کی خواہش کے  
طابق ان میں سے کوئی ہاتھ لگ ہی گیا۔ پروفیسر نے سوچا۔

”زمیں پر اوندھے لیٹ جاؤ!.... تمہارے ہاتھ سر پر ہونے چاہئیں۔ چلو چلو!.... جلدی کرو!....  
لرنے چھلنی کر دوں گا!“ پھر اس نے پروفیسر کو آواز دی تھی۔ ”آجاو!.... دو پرندے ہیں!“

پروفیسر بدقت نیچے پہنچا تھا۔ وہ دونوں زمیں پر اوندھے پڑے تھے اور عمران نے انہیں نای

”تم اس کی فکر نہ کرو.... اسے میں دیکھ لوں گا!“

پھر خاموشی سے راستہ طے ہو تارہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد پروفیسر کی ہدایت کے مطابق عمران  
نے گاڑی ایک ناہموار راستے پر اتار دی تھی اور اپنی ڈرائیور کی مشائق کے مظاہرے کرتا ہوا  
بالآخر اسی جگہ گاڑی روکی تھی جو سڑک سے کافی فاصلے پر ہونے کی بناء پر محفوظ تھی۔ یعنی گاڑی  
کے سڑک پر سے دیکھ لئے جانے کا امکان نہیں تھا۔

”ٹھیک ہے....!“ عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ”میں جلد ہی کوئی ایسی جگہ علاش  
کر لوں گا جہاں سے سڑک پر بھی نظر رکھی جاسکے!“

گاڑی سے اتر کر اس نے وقت نہیں ضائع کیا تھا۔ سوت کیس سے نای گن نکالی تھی اور ایک  
چین پر چڑھتا چلا گیا۔ پروفیسر جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا۔ اسے تو ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے کوئی بندرا اس  
اعتماد کے ساتھ چھلا نکیں مارتا ہوا چین پر چڑھتا جا رہا تھا کہ وہ ہر حال میں اپنا توازن برقرار ہی رکھے  
گا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اپر پہنچ گیا اور ہاں سے ہاتھ ہلا کر شائد اسے مطمئن رہنے کا اشارہ کیا تھا۔  
پندرہ بیس منٹ گذر گئے۔ لیکن اس کی واپسی نہ ہوئی۔ پروفیسر کے شانے کی تکلیف بڑھ  
رہی تھی لیکن وہ پر سکون رہنے کی کوشش میں نگارہ۔

ٹھیک پچیس منٹ بعد اس نے عمران کو واپس آتے دیکھا۔

”دونوں گاڑیاں شہدار ہی کی طرف گئی ہیں۔“ اس نے قریب پہنچ کر کہا۔

”تو پھر اب کیا ارادہ ہے....!“

”پکھ دیر بعد بتاؤں گا...!... تم ادھر لیٹ جاؤ لیکن ٹھہر و.... مجھے موڑ سائیکل کا تودھیاں ہی  
نہیں رہتا۔“

”اوہو!....!“ پروفیسر بوکھلا کر کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ ”موڑ سائیکل خطرناک ثابت ہو سکتی  
ہے۔ موسیو عمران۔ ہو سکتا ہے وہ جیپ ادھر لانے کی جدوجہد سے جان چڑھائیں۔ لیکن موڑ  
سائیکل تو بہ آسانی!....!“

”چلو آؤ!....! جب تک یہ خطرہ باقی ہے ہمیں اس چین ہی پر قیام کرنا چاہئے۔ چاروں طرف  
نظر بھی رکھ سکیں گے!“

”میرا خیال ہے کہ زخم سے پھر خون رنسے لگا ہے!“ پروفیسر ہانپتا ہوا بولا۔

”لڑکی کہاں ہے.....؟“  
 ”وہ اپنے آدمیوں سمیت وہیں پہنچا دی گئی ہے جہاں تمہیں جانا تھا۔ اگر تم ہاتھ آ جاتے تو ہم اسے وہیں چھوڑ دیتے!“  
 ”کیوں.....؟“  
 ”ہم اتنا ہی کرتے ہیں جتنا ہم سے کہا جاتا ہے....!“  
 ”جب لڑکی کے بارے میں تمہیں کوئی حکم نہیں ملا تھا تو اسے ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہئے تھا!“  
 ”مجبوراً.... آخر ہمارے بیان کی تقدیم کون کرتا!“  
 عمران نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور پروفیسر سے بولا۔ ”بھائی.... ان کے روی اور چاقو واپس کر دو!....!“

پروفیسر نے اسے حرمت سے دیکھا۔

”اس طرح کیا دیکھ رہے ہو....!“ عمران نہیں پڑا۔ دریکھ ہستارہا پھر بولا۔  
 ”کسی غلط فہمی کی بناء پر دو محکے آپس میں نکرا گئے ہیں۔ تم مجرم جزل کو نہیں جانتے!“  
 اب وہ دونوں بھی حرمت سے اسے دیکھ رہے تھے۔  
 ”اس طرح نہ دیکھو دسو! اسے تم نے ابھی تک ان کا اسلحہ واپس نہیں کیا۔ خیر.... ہاں تو یہ کہہ رہا تھا کہ یہ سب کچھ غلط فہمی کی بناء پر ہوا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ مجرم جزل کے آدمیوں سے سابقہ ہے تو ہم خود ہی چلے چلتے۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ پروفیسر کے کسی ذاتی دشمن نے ہمارے لئے یہ جال پھیلایا ہے!“

”میں نہیں سمجھا کہ تم کیا کہہ رہے ہو....!“ ان میں سے ایک بولا۔  
 ”سر کاری راز ہے....!“ عمران بائیک آنکھ دبا کر بولا۔ ”اب تم نہیں بتاؤ.... کیا مجرم جزل کے علاوہ کوئی اور بھی تمہارے پیشے سے واقف ہے!“  
 ”نہیں....!“

”کیا تمہیں پولیس گرفتار نہیں کر سکتی!“  
 ”کر سکتی ہے....!“  
 ”حالانکہ تم بھی سر کاری آدمی ہو۔ چاہو تو اپنی اصلاحیت ان پر ظاہر کر سکتے ہو۔ لیکن مجھے

گن سے کوئی کھا تھا۔

”ان کی جامہ ستلاشی لو....!“ اس نے پروفیسر سے کہا۔

پھر ان دونوں کے پاس سے ایک چاقو اور دوریاں اور برآمد ہوئے تھے۔

”اب اٹھ بیٹھو.... اور بولنا شروع کر دو....!“ عمران نے انہیں حکم دیا اور انہوں نے فرما ہی تمیل کی تھی۔ دونوں کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انہیں اپنی موت کی اطلاع مل گئی ہو۔

”چلو.... شروع ہو جاؤ....!“

”ہم کچھ نہیں جانتے....!“ ایک بولا۔

”کیا نہیں جانتے....?“

”نہیں جانتے کہ تم لوگ کون ہو....! ہمیں حکم ملا تھا کہ تمہیں پکڑ کر شہباز کے ببرے تک لے جائیں!“

”یہ کیا بلا ہے.... میرا مطلب ہے شہباز کا بیرا....!“

”ایک چھوٹی سی عمارت.... جو بلند اکی چوٹی پر واقع ہے!“

”کس کے حکم سے....?“

”مجرم جزل کے حکم سے....?“

”نام بتاؤ....!“

”ہم صرف مجرم جزل جانتے ہیں۔ نام نہیں معلوم....!“

”وہ وہیں رہتا ہے....!“

”یہ بھی ہمیں نہیں معلوم....!“

”تم نے اسے دیکھا ہے....?“

”ہاں.... ہمیں برا اور است احکامات ملتے ہیں!“

”پروفیسر پر گولی کیوں چلائی گئی تھی جبکہ صرف گرفتار کرنے کا حکم تھا!“

”مجرم جزل نہیں چاہتے تھے کہ بستی میں ہنگامہ ہو۔ اس لئے ہم تمہیں بستی سے نکالنا چاہتے تھے۔ حملہ قاتلانہ نہیں تھا صرف کسی قدر رخصی کرنا مقصود تھا....!“

”آپ کو سمجھنا بے حد مشکل ہے۔!“  
 ”رُخْم کا کیا حال ہے....؟“  
 ”شاند دوبارہ خون رستے گا ہے۔!“  
 ”شہزاد پہنچ کر دیکھیں گے۔ اب بالکل بے فکر ہو جاؤ۔ یہی دونوں تمہاری مرہم پڑ کر ایں  
 گے۔ دیکھ لینا۔!“



خان زادی یہاں پیشی کے لئے لائی گئی تھی۔ اس کے دونوں سپاہی بھی ساتھ تھے اور اس طرح سر جھکائے کھڑے تھے جیسے خان زادی کا تحفظ نہ کر سکتے کی بنا پر شرمندہ ہوں۔ ان تینوں کے علاوہ میشن پتوں سے مسلح ایک آدمی اور بھی تھا۔ خان زادی کے سپاہیوں کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

ٹھوڑی دیر بعد ایک قد آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ مسلح سپاہی بنے سلیوت کیا تھا۔ نووار نے قیدیوں پر اچھتی ہوئی سی نظر ڈالی تھی اور سامنے والی کرسی پر جا بیٹھا تھا۔ پھر اس نے خان زادی کی طرف اشارہ کر کے مسلح سپاہی سے کہا۔ ”کرسی پیش کرو۔!  
 اس نے فوری طور پر قیل کی تھی لیکن خان زادی کھڑی ہی رہی۔ نووار نے ہاتھ ہلا کر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گئی لیکن اسے ایسی ہی نظر وہ سے دیکھے جا رہی تھی جیسے موقع ملتے ہی جھپٹ پڑے گی۔

”وہ آدمی وہاں کب سے مقیم تھا....؟“ نووار نے نرم لمحے میں سوال یا۔  
 ”کون آدمی....؟“

”جسے تم شہزاد اعلیٰ جا رہی تھیں۔!“

”پروفیسر دارا.... انہوں نے بستی میں ایک مکان خریدا تھا اور کبھی کبھی تبدیلی کے لئے آیا  
 کرتے ہیں۔!“

”مشتعل قیام کہاں ہے....؟“

”یونیورسٹی میں....!“

”میری دامت میں وہاں کوئی ایسا معلم نہیں ہے جس کا نام دارا ہو۔!“

کے قواعد کے مطابق تم ایسا نہیں کر سکتے۔!“

”یہ بات بھی درست ہے....!“

”لہذا میں تمہیں نہیں بتا سکتا کہ ہمارا تعلق کس سمجھے سے ہے۔ بس تم ہمیں مجرم جز لے  
 پاس لے چلو....!“

”ٹھیک ہے....!“ دوسرے نے پہلے کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”ہم سے یہی تو کہا گیا تھا کہ  
 انہیں وہاں تک پہنچا دو....!“

پھر ذرا اسی دیر میں ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے وہ چاروں ایک دوسرے کو عرصے سے جانتے  
 ہوں۔ پروفیسر عش عش کرتا رہ گیا۔

پھر یہ طے پایا تھا کہ موڑ سائیکل آگے جائے گی اور جیپ پیچے رہے گی۔  
 روائی ہو گئی۔ عمران جیپ ڈرائیور کر رہا تھا اور وہ دونوں قریباً سو گز کے فاصلے سے آگے

جاری ہے تھے۔

سرٹک پر پہنچنے کے بعد پروفیسر نے ہونٹ کھولے تھے۔

”میری تو کچھ سمجھ ہی میں نہ آسکا....!“

”دیکھو.... اب باعزم طور پر جاری ہو۔!“

”کیا بات ہوئی....؟“

”اچھا بتاؤ.... میں ان دونوں کا کیا کرتا۔ خواہ مخواہ بھکتے پھرنے سے تو زیادہ مناسب ہیں  
 علوم ہو اکہ کسی کی راہنمائی میں وہاں تک پہنچیں۔!“

”آپ حیرت انگیز طور پر حالات کارخ موڑ دیتے ہیں۔!“

”جب مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ یہ دونوں ہماری اصلاحیت سے واقع نہیں ہیں تو میں نے اسکیم  
 بلخت بد دی۔ تم دیکھ ہی رہے ہو۔!“

”اگلا قدم....؟“

”آئندہ حالات پر منحصر....!“

”یہ رویہ خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔!“

”ہم دعویٰ میں کھانے نہیں نکلے ہیں۔ پروفیسر صاحب....!“

کیا مطلب....؟

”تم لوگ ابھی تک ایک غیر ملکی جاسوس کی اعانت کرتے رہے ہو۔!

”تم کون ہو....؟

”محکمہ کار خاص کا سربراہ....؟

”میں خان دوراں کی بھتی ہوں....؟!

”مجھے معلوم ہے۔!

”محکمہ کار خاص کے سربراہ کو جواب دی کرنی پڑے گی۔ اگر وہ جاسوس بھی تھا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہوا نہیں تھا۔!

”ٹھیک ہے.... اسی نے تمہیں اس وقت تک یہاں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ ہاتھ نہیں لگ جاتا۔!

”اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرلو تو بہتر ہے۔!

”دوسرा آدمی کون تھا....؟

”میں نہیں جانتی.... وہ پہلی بار پروفیسر کے ساتھ بستی میں آیا تھا۔ اس کا کوئی شاگرد ہے۔!

”حیله بتاؤ....!

خانزادی نے عمران کا میک اپ کیا ہوا حیله بیان کیا تھا اور بولی تھی۔

”سوال تو یہ ہے کہ محکمہ کار خاص اچاک کیوں جاگ پڑا۔ بستی میں پروفیسر کو متعارف ہوئے ایک عرصہ گزرا ہے۔!

”اپنے کام سے کام رکھو... تم کیا سمجھتی ہو۔ خان زادی دوراں کی بھتی ہونے کی بناء پر تمہارے ساتھ کوئی رعایت کی جائے گی۔!

”وہ کچھ نہ بولی۔ خلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گئی تھی۔

”انہیں لے جاؤ....!“ نوارد نے مسلح آدمی کی طرف دیکھ کر کہا۔

”صرف ایک بات اور....!“ خان زادی ہاتھ اٹھا کر بولی۔

”کیا کہتا ہے....؟

”اگر وہ واقعی غیر ملکی جاسوس ہیں تو تم سے کہیں زیادہ چالاک معلوم ہوتے ہیں۔!

”کیا مطلب....؟!

”انہوں نے اُسے ٹاکم حملہ نہیں سمجھا تھا بلکہ تمہاری اس چال کو بخوبی سمجھ گئے تھے ورنہ اس طرح مجھے دھوکہ دے کر فرار ہو جانے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔!

”خان دوراں سمیت پورے خاندان کو بھگتا پڑے گا۔!“ نوارد غرایا۔ خان زادی مزید کچھ کہے بغیر دروازے کی طرف مڑ گئی۔

وہ تینوں باہر لے جائے گئے تھے اور نوارد وہیں بیٹھا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی تھی اور ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

”شہباز کو بیلوادا....!“ اس نے اس سے کہا۔  
وہ آدمی چلا گیا۔

کچھ دیر بعد وزنی قدموں کی آواز سنائی دی تھی اور ایک آدمی اجازت لے کر کرے میں داخل ہوا تھا۔

”بیٹھ جاؤ....!“ اس نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔  
”مکر یہ جزل....!

”مجھے جلدی ہے.... زیادہ دیر تک یہاں نہیں رک سکتا۔!“ جزل نے کہا۔ ”لڑکی اس کا اعتراف نہیں کرتی کہ وہ پروفیسر اکی اصلاحیت سے واقف ہے۔!

”تو پھر نہ ہوگی....!“ شہباز اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”تم اس سے اعتراف کراؤ گے....!

”اگر میں اسے نہ جانتا ہو تو ضرور کر دیتا۔....!“ شہباز نے لاپرواں سے کہا۔  
”کیا مطلب....?“ جزل کی تیوری پر مل پڑ گئے۔

”وہ خان دوراں کی بھتی ہے۔!

”میری نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں....!

”دیکھو دوست....!“ شہباز ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میں نے تم سے اس نے تعاون نہیں کیا ہے کہ تم حکومت کی آنکھوں کا تارا ہو۔ اس کی وجہ تھا کہ میری بچپن کی دوستی نہیں ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ میں تم سے ہربات پر متفق ہو جاؤں گا۔ مجھ پر خان دوراں کے بہت

ملاٹے میں اتنا با اختیار بھی نہیں رہا کہ ان لوگوں سے اختلاف رائے کر سکوں لیکن میں نے یہ بات جزل سے کھل کر کہہ دی ہے کہ خانداراں کی بھتیجی اور اس کے ملازم یہاں معزز بہانوں کی حیثیت سے رہیں گے!۔

”شکریہ خان....!“

”خان دوراں میرے بزرگ ہیں۔ مجھ سے زیادہ باحیثیت ہیں۔ لیکن اب میری ہی طرح مجبور ہم جزو اس سب کچھ برداشت کر رہے ہیں۔ جو کچھ یہاں ہو رہا ہے میں اس سے بھی متفق نہیں!“

”یہاں کیا ہو رہا ہے....؟“

”بلند اکو ایک پڑوی ملک کے خلاف کارروائیوں کا مرکز بنایا گیا ہے۔ وہاں کے مفروروں کو بلند ایں پناہ دی جا رہی ہے اور یہ سب کچھ اس بڑی طاقت کے اشارے پر ہو رہا ہے جس کی مدد سے یہ لوگ بر سر اقتدار آئے ہیں!“

”تو پروفیسر دوراں اسی ملک کا جاؤں ہے جس کے خلاف یہاں کارروائیاں ہو رہی ہیں!“

”میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا!“

دفعہ ایک ملازم اجازت لے کر کمرے میں داخل ہوا۔

”کیا بات ہے....؟“

”جزل کے دو آدمی باریابی چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے ہم وہ ہیں جو پیچھے رہ گئے تھے!“

”اوہ.... اچھا....!“ شہباز اٹھتا ہوا بولا۔

وہ اس کمرے میں آیا تھا جہاں دونوں بھائے گئے تھے۔ شہباز کو دیکھ کر وہ اٹھ گئے۔

”کیا بات ہے....؟“ شہباز نے پوچھا۔

”وہ دونوں آگئے ہیں.... جتاب....!“ ایک بولا۔

”جزل تو موجود نہیں....!“ شہباز بولا۔ ”وہ دونوں کہاں ہیں!“

”ہم انہیں بسیرے میں چھوڑ آئے ہیں۔ دراصل یہ سب کچھ غلط فہمی کی بناء پر ہوا ہے!“

”کیا مطلب....!“

”جب انہیں معاملات کا علم ہوا تو خود ہی ہمارے ساتھ چلے آئے ہیں۔ وہ دونوں بھی حکومت کے کسی خفیہ شبے ہی سے تعلق رکھتے ہیں!“

سے احسانات ہیں۔ لہذا میں دو غلام کا ہلایا جانا پسند نہ کروں گا!“

”یعنی جزل اسے خاموشی سے گھورتا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ ”خیر اس دوستی کی بناء پر میں تم پر جبرا نہیں کروں گا اور نہ تم جانتے ہو کہ میں کتنا با اختیار ہوں!“

”ہاں.... ہاں.... میں جانتا ہوں....!“

”لوگی اور اس کے دونوں آدمی بیٹیں رہیں گے!“ جزل نے کہا۔

”مہمانوں کی حیثیت سے....!“

”ہوں.... اچھا....!“ جزل اٹھتا ہوا بولا۔ ”مجھے ان دونوں کی فکر ہے!“

شہباز کچھ نہیں بولا تھا۔ جزل باہر چلا گیا۔

شہباز وہیں بیٹھا رہا۔ آنکھوں کی بنا پر دلیر اور بیباک معلوم ہوتا تھا۔ اعضاء مضبوط تھے۔ عمر تین اور چالیس کے درمیان رہی ہو گی۔ جزل ہی کی طرح قد آور تھا۔ جبزے بھاری اور ہونٹ پتے تھے۔

وہ تھوڑی دیر بیٹھا کچھ سوچتا رہا تھا پھر اٹھ گیا تھا۔ اس عمارت سے نکل کر مغرب کی سمت والی

ڈھلان میں اترنے لگا۔ ایک چکردار است اسے دوسرا عمارت تک لایا اور اسی عمارت میں اس کی

ملاقات خان زادی سے ہوئی۔ اس کا حصہ فرو ہو چکا تھا۔ شائد جزل سے گفتگو کر لینے کے بعد ہی

یہ کیفیت ہوئی تھی۔ تیکے خدو خال میں تھکر آمیز سبجدی کی جھلکیاں نظر آنے لگی تھیں۔

”مجھے بے حد افسوس ہے بیٹی....!“ شہباز بالآخر بولا۔

”آپ کون ہیں....?“

”ہو سکتا ہے تم نے میرا نام سنا ہو....!“

”آپ بلدا کے خان شہباز تو نہیں ہیں!“

”تمہارا خیال درست ہے....!“

”یہ سب کیا ہو رہا ہے.... بنتی والوں کو علم نہیں تھا کہ پروفیسر کون ہے....!“

”مجھے یقین ہے....!“

”تو پھر آنحضرت مجھے یہاں روکے رکھنے کا کیا حواز ہو سکتا ہے!“

”میں بھی نہیں چاہتا کہ ایسا ہو.... لیکن مجبوری.... حالات بدلتے ہیں۔ میں اپنے

”کمال ہے....!“ شہباز اٹھتا ہوا بولا۔ ”چلو....! میں دیکھتا ہوں۔!“

ایک پار پھر اُسی عمارت کی طرف جا رہا تھا جہاں جزل سے گفتگو ہوئی تھی۔ جزل کے دونوں آدمی اس کے ساتھ تھے۔ لیکن عمارت میں پہنچ کر جزل کے آدمی تمیر رہ گئے۔ آن دونوں کا کہیں پتہ نہ تھا۔ یہ عمارت مختصر سی تھی اس لئے آن کی آن میں کھنگل ڈان گئی۔ لیکن لا حاصل....!

”اوہ....!“ شہباز منہیاں بھینچ کر غریا۔ ”بالآخر تم لوگ خود ہی انہیں یہاں لے آئے۔ ان اطراف کے غاروں اور دروں کو چھان ڈالنے کے لئے تمہاری آدمی فوج بھی ناکافی ہو گی۔!“  
وہ دونوں خاموش کھڑے تھے۔

”جزل تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔!“

”ہمیں بچا لجھے خان....!“ دونوں گھکھیاۓ۔

”میں کیا کر سکتا ہوں....!“

”بجزل نہیں سمجھیں گے.... لیکن آپ سمجھ سکتے ہیں ہم دونوں ان کے قابو میں تھے۔ چاہیے تو مار ڈالتے۔ لیکن جب انہیں اصلیت کا علم ہوا تو انہوں نے ہمارے روی اور واپس کر دیئے اور خود ہی تیار ہو گئے ہمارے ساتھ چلنے پر.... ایسے حالات میں زیرِ تین آدمی بھی دھوکا کھاسکتا ہے۔!“

شہباز کچھ سوچنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ ”میرے ساتھ آؤ....!“

وہ انہیں اس عمارت کی طرف لے چلا تھا جہاں سے کچھ دیر پہلے یہاں آیا تھا۔ وہ دونوں خاموشی سے اس کے ساتھ چلنے لگے تھے۔ آن کے چروں سے ظاہر ہونے والی سراہیگی بڑی حد تک کم ہو گئی تھی۔

لیکن ان کی خوش فہمی اس عمارت میں پہنچتے ہی دور ہو گئی تھی۔

شہباز نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا تھا کہ انہیں پڑکر بند کر دیں اور تا حکم عالی بند ہی رکھیں۔ ”خان.... خان....!“ دونوں گھکھیاۓ۔

”میں کچھ نہیں کر سکتا....!“ شہباز بولا۔



لومیاں پروفیسر دارا....!“ عمران دونوں سوٹ کیس ایک طرف رکھتا ہوا بولا۔ ”نی الحال یہیں ذیرہ ذال دو... اگر دہانے سے کوئی غار میں داخل ہوا تو ہم اس درے سے باہر نکل جائیں گے۔“

”اب تو زبان ہلانے کی بھی تاب نہیں رہی۔!“

”لیٹ جاؤ.... اور آہستہ آہستہ سانس لینے کی کوشش کرو....!“

”اگر وہ شکاری کتے لے کر ادھر آگئے تو دشواری ہو گی۔!“ پروفیسر بولا۔

”دیکھا جائے گا۔!“

”لیکن کھائیں گے کیا....!“

”خنکی کے مینڈک اور چھپکیاں.... وہاں اور غذا یت سے بھرپور موگ کی ذال سے تو بہر حال بہتر ہوں گے۔!“

”تے ہو جائے گی مجھے.... اسی باتیں نہ کہجئے....!“

”تو پھر پھر چبنا....!“

وہ کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا۔ ”اچھا دوست.... اب ہمیں اپنے جیسے تبدیل کر لینے چاہیں۔!“

”پروفیسر بدستور خاموش رہا۔ عمران نے اسی سے ابتداء کی۔ گھنی ڈاڑھی اور موچھوں میں اس کے چہرے کے امتیازی نشانات چھپا دیئے اور اس کے لئے توریٹی میڈ میک اپ موجود ہی تھا۔ پھولی ہوئی بد نمائناک اور گھنی موچھوں والا میک اپ....!“

”اور اب تم آرام کرو.... میں ذرا اگر دوچیش کا جائزہ لوں گا۔ پوری طرح ہوشیار رہنا۔!“

”زخم کی تکلیف مجھے سونے نہیں دے گی۔ مطمئن رہئے....!“

عمران ایک پتلی سی دراز میں داخل ہو کر نظروں سے او جمل ہو گیا۔ ایجنت ہفتمن اف نے طویل سانس لی تھی اور خود بھی اس دراز کے قریب آبیٹھا تھا۔ آنکھیں غار کے دہانے کی طرف گئی ہوئی تھیں۔ جس سے وہ اندر داخل ہوئے تھے۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ عمران... یہ خود سر آدمی کس طرح حالات کا مقابلہ کرے

”میرا بھی تبی خیال ہے....!“ شہباز نے کہا۔  
 ”جاؤ.... تم دونوں باہر میرا انتظار کرو....!“ جزل ان کی طرف دیکھے بغیر بولا اور وہ کسی  
 نہ فرم ہو کر دروازے کی طرف مڑ گئے۔  
 ان کے چلے جانے کے بعد جزل نے شہباز سے پوچھا۔ ”لڑکی سے کچھ معلوم ہوا۔!  
 ”مجھے یقین ہے کہ بستی والے پروفیسر کی اصلاحیت سے لاطم ہیں اور خان دوراں کا گھرنا بھی  
 ناکے بارے میں کچھ نہیں جانتا ورنہ یہ لوگ اس کی جرأت نہ کرتے۔!  
 ”ہو سکتا ہے....!“ جزل نے پر ٹھکر انداز میں سر کو جبکش دی اور چند لمحے خاموش رہ کر  
 لے۔ اور اب وہ دونوں آس پاس ہی کہیں موجود ہوں گے۔ پوری طرح ہماری مخبری ہوتی ہے  
 کہ اس طرف سے محتاط رہنا....!  
 ”اگر میں ان پہاڑوں کی بناوٹ سے واقف نہ ہوتا تو....!  
 ”مجھے علم ہے کہ سارے کے سارے اندر سے کھوکھلے ہیں۔!“ جزل نے اسے جملہ پورا  
 نہ کی زحمت سے بچا لیا۔  
 ”اسی صورت میں تبی کر سکتا ہوں کہ اپنی عمارت کے گرد پہرہ سخت کر دوں....!“ شہباز نے کہا  
 ”باکل ٹھیک ہے....!  
 ”لڑکی اور اس کے ملازم کو داہیں ہی بھجوادیتے تو بہتر تھا۔!  
 ”ابھی تھہر و.... اپنی رپورٹ مکمل کئے بغیر ایسا نہ کر سکوں گا۔ ان سے مزید پوچھ چکھ کرنی  
 اور آج رات بھر میں تمہارے کھوکھلے پہاڑ کھگل ڈالے جائیں گے۔ تم مطمئن رہو....!  
 ”اسی کوئی صورت پیدا ہو سکے تو کیا کہنا....!  
 ”پولیس ہی کی طرح میری ڈکشنری میں بھی لفظ ”ناممکن“ نہیں پایا جاتا.....!  
 ”تم بیچن ہی سے ایسے ہو....!“ شہباز مسکرا کر بولا۔  
 ”چھاپ میں چلوں گا.... اندھیرا پھیل رہا ہے.... فوراً ہی واپس بھی آتا ہے۔!  
 ”اہ باہر کلا تھا.... اور اپنے ان دونوں آدمیوں کو آواز دی تھی.... جو پھاٹک پر اس کے  
 رہا تھا۔ ان کے سر جھک گئے اور جزل بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”ان بے چاروں کو حالات کا علم  
 ہوتا تو ایسی غلطی نہ کرتے۔!

گا۔ ادھر صرف دو افراد تھے اور اُدھر شاکنڈ پوری فوج ہو۔ دیدہ و دانستہ موت کے من میں  
 چھلاگ لگادینا شاکنڈ اسی کو کہتے ہیں۔

قریباً آدھا گھنٹہ گذر گیا لیکن عمران کی واپسی نہیں ہوئی۔ ریا اور اس نے گود میں رکھ لیا تھا اور  
 اس کے دستے کے گرد انگلیوں کی گرفت خاصی مضبوط تھی۔ اچانک اس نے قد مول کی چاپ سنی اور  
 اچھل کر ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں ہو گیا۔ اب نہ وہ دراڑ کی طرف سے دیکھا جاسکتا اور نہ غار کے  
 دہانے کی طرف سے۔ قد مول کی چاپ کی قدر فاصلے پر کھم گئی اور وہ پوری طرح تیار ہو گیا خود  
 سے چھیڑ چھڑا کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا تھا۔ ورنہ آواز کی طرف بکھر کر چکا ہوتا۔

”ہماں ہو....؟“ یہ عمران کی آواز تھی۔ ”کہیں فائزہ کر بیٹھنا....!  
 اس نے طویل سانس لی اور پتھر کی اوٹ سے نکل آیا۔ عمران بھیڑ کا ایک بچہ اٹھائے سامنے  
 ہی کھڑا نظر آیا۔

”مینڈک تو ادھر دکھائی ہی نہیں دیتے تم خوش قسمت ہو۔!“ عمران بولا۔

”بیہاں کہاں سے ہاتھ لگا....!  
 ”تھوڑے ہی فاصلے پر ایک چھوٹی سی چاگاہ ہے... وہیں سے پار کر لایا ہوں۔ پار کر لانے پر  
 تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔ صورت سے سعادت مند معلوم ہوتے ہو۔ ہو سکتا ہے والدین کی  
 نصیحتیں اب تک یاد ہوں۔!  
 ”جبوری ہر چیز کا حجاز پیدا کر دیتی ہے۔!  
 ”میں نے بھی اسے کسی حد تک جائز کر لایا ہے۔ ایک بھیڑ کے گلے میں کچھ رقم باندھ آیا ہوں۔!



وہ دونوں سر جھکائے کھڑے تھے اور شہباز ان کی کہانی دہرا رہا تھا۔ جزل کی آنکھوں کی  
 سرخی کچھ اور بڑھ گئی تھی۔ لیکن وہ رو داد کے اختتام تک خاموش رہا تھا۔

شہباز چپ ہوا تو اس نے نرم لبجھ میں کہا۔ ”بے چارے۔!  
 دونوں نے سر اٹھا کر جزل کی طرف حیرت سے دیکھا تھا۔ لیکن اب وہ دوسرا طرف دیکھ رہا تھا۔ ان کے سر جھک گئے اور جزل بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”ان بے چاروں کو حالات کا علم  
 ہوتا تو ایسی غلطی نہ کرتے۔!

تاریکسائی رہے گی۔ لہذا انہیں دوڑتے ہی رہنا ہے اس طرح دوڑتے رہنا ہے کہ ان کے اور پپ کے درمیان کسی قدر فاصلہ برقرار رہے۔ دوسری صورت میں جیپ ہرگز نہیں رکے گی۔

چاروں طرف گھری تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور ان دونوں کو اس گھور اندر ہیرے میں جیپ کے ہیڈ لیپ وادیٰ اجل کار استد کھار ہے تھے۔

”دوڑتے رہے.... دوڑتے رہے.... اور بالآخر شانے سے شانہ ملائے رکھنے کی جدوجہد رتے ہوئے ایک جگہ بیک وقت لڑکھڑائے اور جیپ کے سامنے ڈھیر ہو گئے۔ سیاہ اور بے حس پیٹے انہیں کلکتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے تھے۔ جزل کے ہونتوں پر ایک سفاک سی مسکراہٹ ودار ہوئی تھی آئکھیں دنٹشیلڈ پر اس طرح جبی ہوئی تھیں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

شانک تین یا چار فرلانگ گاڑی گئی ہو گئی کہ ہیڈ لیپس کی روشنی ایک نیم برہنہ آدمی پر پڑی جو بتا ہوا اسی طرف دوڑا آ رہا تھا۔ جزل نے بریک لگائے۔

”بچاؤ... بچاؤ... مارڈا لیں گے.... مارڈا لالا....!“ نیم برہنہ آدمی جیچ رہا تھا۔ اس کے جسم ایک میلی سی جانکھیا تھی۔

”ٹھہر جاؤ...!“ جزل نے گو خیلی آواز میں حکم دیا۔

اور پھر وہ نیم برہنہ آدمی جیپ کے آگے آگرا تھا۔ اس کے دامیں بازو پر ایک لمبی سی خراش نا جس سے خون بہ رہا تھا۔

”تم کون ہو... سید ہے کھڑے ہو جاؤ...!“

”اب مجھ میں کھڑے ہونے کی سکت نہیں ہے جتاب....!“ وہ ہانپتا ہوا بولا اور زور زور سے انسن لگا۔

”اچھا... اچھا... کیا بات ہے....!“ دفعنا جزل کا لہجہ نرم ہو گیا۔

”انہوں نے مجھے لوٹ لیا... میرے کپڑے اتار لئے... سائکل چھین لے گئے...!“

”کون تھے....?“

”دو آدمی تھے.... اندر ہیرے میں شکل نہیں دیکھ سکا.... چاقو مارا تھا...!“

”کہاں....؟ کس جگہ....!“

”یہ دیکھئے....!“ اس نے بازو کی خراش سامنے کر دی۔

انہوں نے چپ چاپ تعمیل کی.... اور پچھلی سیٹ پر جایشے تھے۔ جزل اپنی جیپ زیادہ تر خود ہی ڈرائیور کرتا تھا۔

پوری طرح اندر ہیرا پھیل گیا تھا.... اور جیپ کے ہیڈ لیپ دیسے ہی کچھ زیادہ روشن معلوم ہوتے تھے۔

”دوسرے آدمی کا حلیہ بتاؤ....!“ وہ جس کے اوپری ہونٹ پر ٹھیک نہیں تھا۔“ جزل نے اوپری آواز میں کہا۔

”فریج کٹ ڈاڑھی، باریک موچھیں چپرے پر کوئی امتیازی نشان نہیں ہے۔“ جیپ تیزی سے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

جزل ٹھوڑی دیر بعد پھر بولا۔ ”بہر حال تم سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ تم میں سے ایک کو ان کے پاس موجود رہنا چاہئے تھا۔ انہیں تھا چھوڑ کر تم خان شہباز کو اطلاع دینے کیوں گئے تھے۔“

”وہ دونوں کچھ نہ بولے۔“

”اس کا مطلب ہے کہ تم اپنی غلطی تسلیم کرتے ہو....!“

”ہمیں تسلیم ہے جتاب....!“ ایک بولا۔

”تم جانتے ہو کہ جرم ثابت ہو جانے پر سزا ضرور دیتا ہوں۔ تمہارا جرم فرانس کی صحیح طور پر ادا گی سے غفلت ہے۔!“

”وہ پھر کچھ نہ بولے۔“

جزل نے جیپ روک دی تھی لیکن انجن بند نہیں کیا تھا۔

”تم دونوں نیچے اتر کر جیپ کے آگے دوڑتے ہوئے چلو گے۔ یہی تمہاری سزا ہے۔!“

”نے کہا۔“ اور اس طرح دوڑو کہ شانہ سے شانہ ملار ہے۔“

”وہ دونوں چپ چاپ اتر کر جیپ کے آگے جا کھڑے ہوئے۔“

”پوری قوت سے دوڑو....!“ جزل گو خیلی آواز میں بولا۔

”دونوں شانے سے شانہ ملائے ہوئے دوڑ پڑے۔.... جیپ بھی حرکت میں آئی اور ان صرف مین چار قدم کے فاصلے سے چلتی رہی۔ دونوں بے تحاشہ دوڑے جا رہے تھے۔ شانے۔“

شانہ ملائے رکھنے کی جدوجہد میں کبھی کبھی لڑکھڑاتے بھی تھے۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ جیپ نے

”میں نے پوچھا تھا انہوں نے تمہیں کس جگہ گھیرا تھا!“

”اوھ....! اس نے اسی طرف ہاتھ اٹھادیا جس طرف سے بھاگتا ہوا آیا تھا۔

”چلو.... گاڑی میں بیٹھ جاؤ.... جلدی کرو!“ جزل نے اسے بیدر دی سے گھسیٹ کر انھلیا تھا اور جیپ کی طرف کھینچ لے گیا تھا۔ اگلی سیٹ پر اپنے قریب ہی بٹھالیا اور جیپ پھر پل پڑی۔

”تم کہاں سے آ رہے ہو....؟“

”کرماد سے حضور.... شیخانہ جارہا تھا۔ وہیں رہتا ہوں۔ کرماد سے آنا اور پنیر لایا تھا۔ کیریز پر بندھا ہوا تھا۔ سب لے گئے۔ کپڑے تک اتر والے۔

”لبج سے غیر ملکی معلوم ہوتے تھے....؟“ جزل نے پوچھا۔

”اتا ہوش کہاں ہے حضور.... اُدھ.... دیکھئے.... میہن حملہ کیا تھا.... میری نوپی.... وہ رہی.... باسیں طرف....!“

جزل نے گاڑی روک دی اور اتری رہا تھا کہ اجنبی بول پڑا ”حضور ان کے یاس پتول بھی تھا!“

”اچھا نہیں ہوا کہ تم نے ان کی شکلیں نہیں دیکھیں....!“

”اندھیرا تھا حضور....!“

”تو پھر پتول کیسے دیکھ لئے تھے....!“

”اُرے پتول تو میری گردن پر تھا.... سینے پر تھا!“

جزل تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”توا ب تم کیا چاہتے ہو....؟“

”اپنے گھر جانا چاہتا ہوں.... حضور.... لیکن اس طرح کیسے جاؤں۔ ویسے جب بھی“

ہاتھ لگے انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا!“

”اندھیرے میں....!“ جزل نے طنزیہ لبجے میں کہا۔

”شکلیں نہیں دیکھیں تو کیا ہوں۔ ان کی آوازیں ہزاروں میں پہچان سکوں گا!“

”اچھی بات ہے.... میں تمہارے لئے کپڑوں کا انتظام کئے دیتا ہوں۔!“

”جزل نے گاڑی کی قدر ریورس میں لے کر پھر شہباز کے بیسرے کی طرف موڑ دی۔“

تین منٹ بعد ہیئت لیپ کی روشنی دونوں کی کچلی ہوئی لاشوں پر پڑی تھی اور اجنبی چینچ پڑا تھا

سے میرا تعلق ہے۔!“

”یہاں پڑے ہیں خزری کے بچے!“

”لیکن جزل انہیں دوبارہ روندتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔“

”آپ نے.... دو.... دیکھا نہیں حضور....!“ اجنبی ہکلایا۔

”بکواس مت کرو....!“ جزل غریباً اور اجنبی نے چپ سادھی پر کچلی طاری ہو گئی تھی۔ ویسے اس کے سارے جنم

جیپ کی رفتار پہلے سے زیادہ تیز تھی اور وہ جلد ہی خان شہباز کی رہائشی عمارت کی حدود میں داخل ہو گئے تھے۔

جزل نے اجنبی کو شہباز کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ”اے بھی اپنی تحویل میں رکھو۔ کرماد میں رہتا ہے۔ اے کیا ہم ہے تمہارا....!“

”ولی داد.... حضور....!“

پھر جزل نے شہباز کو مختصر اس کی کہانی سنائی تھی اور بالآخر بولا تھا۔ ”میں مطمئن نہیں ہوں۔ بہر حال مجھے جلد ہی کچھ کرنا ہے۔ اس لئے اس معاملے کو صبح پر اٹھار کھو....!“

جزل چلا گیا تھا اور شہباز نے ولی داد کے لئے لباس مغلولیا تھا اور بازوں کے خراش کی مرہم پٹی کرائی تھی۔

اس کے بعد وہ اسے ایک الگ تھلک کرے میں لایا تھا۔ چند لمحے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا تھا۔ ”کیا یہ خود کشی نہیں ہے۔!“

”جج.... جی حضور....!“

”میں کون ہوں....؟“

”آپ خان شہباز ہیں حضور....!“

”لیکن میں تمہیں نہیں جانتا....!“

”مجھے غریب کو آپ کیا جانیں گے۔?“

”کرماد کے بچے بچے کو جانتا ہوں....!“

”میں صرف تین ماہ سے کرماد میں ہوں۔ وہاں جو میوب دیل لگائے جا رہے ہیں اسی کے عملے سے میرا تعلق ہے۔!“

”بیو قوئی کی پاتیں مت کرو۔ جزل صبح کمک تمہارے بارے میں سب کچھ معلوم کر لے گا اور

”کیوں....؟ اب کیا ہوا....!“ جزل نے قہقہہ لگایا۔  
 ”تم نے ان دونوں کو گاڑی سے پکل کر مار ڈالا.... میرے آدمیوں کو ان کی لاشیں ملی ہیں!“  
 ”حماقت کی سزا....!“  
 ”کس قانون کے تحت....?“  
 ”میرے ملے میں میرا قانون چلتا ہے۔ اگر نہ چلتا ہوتا تو یہ حکومت برقرار رہ رکھتی!“  
 ”تو ان لوگوں نے تمہیں اسی لئے چھوٹ دے رکھی ہے کہ ان کی حکومت چلتی رہے۔“  
 ”تھوڑی سی تم بھی پیٹکے.... دماغ روشن ہو جائے گا!“ جزل نے بوتل کی طرف اشارہ کر کے کہا۔  
 ”لغت ہے!“  
 ”اسی لئے زندگی بھرا یک دیہاتی زمیندار رہو گے!“  
 ”ہرگز نہیں....!“ شہباز طنزیہ انداز میں مسکرا کر بولا۔ ”جب تم موجودہ حکومت کا تختہ الٹ کر اقتدار سنجالو گے تو میں تمہارے ملکے کا سربراہ بن جاؤں گا!“  
 ”تم میں اس کی صلاحیت نہیں ہے... ہائیس تم نے ابھی کیا کہا تھا میں اقتدار سنجالوں گا!“  
 وہ شہباز کو آنکھیں چھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہوا بولا۔  
 ”جہاں کے ملکے خود اپنے قوانین وضع کرتے ہوں وہاں یہی ہوتا ہے!“  
 ”تمہارے متعلق مجھے پھر سے سوچنا پڑے گا!“  
 ”کیا مطلب....?“  
 ”تمہارے ذمے جو کام ڈالا ہے تم سے لوں یا نہ لوں....!“  
 شہباز کچھ نہ بولا۔ جزل اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔  
 ”ولی داد سے کیا معلوم ہوا....!“ اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔  
 ”کرماد کا مستقل باشندہ نہیں ہے بلکہ ان لوگوں میں سے ہے جو وہاں ثبوت ویل لگا رہے ہیں!“  
 ”وہ کہاں ہے.... اسے بلواد.... آہا.... نہیں پہلے اس لڑکی کو بلواد....!“  
 ”کیوں....?“  
 ”پوچھ گچھ کروں گا!“

صبح سے پہلے ہی تمہارے دوسرے ساتھی کے بھی چیقرے اڑ جائیں گے!“  
 ”میں نہیں سمجھا حضور کیا کہہ رہے ہیں!“  
 ”اس کی تحویل میں پورے چار سو تربیت یافتہ بلڈ ہڈز ہیں۔ جو یہاں کے کھوکھے پہاڑوں کو چھان کر رکھ دیں گے ابھی وقت ہے اپنے دوسرے ساتھی کو بھی یہیں لے آؤ!“  
 ”بالکل سمجھ میں نہیں آرہی یہ بات....!“  
 ”بس تو پھر اپنے عبر تاک انجام کے لئے تیار رہو.... وہ چالاکی اب کام نہ آسکے گی جس کے سہارے بلند اسک پنجھ ہو!“  
 ”ولی داد سے ایسی ہی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا جیسے ابھی تک ایک بات بھی پلے نہ پڑی ہو۔  
 شہباز پھر بولا۔ ”حکمران ٹو لے اور اس کے کچھ سہ لیسوں کے علاوہ یہاں اور کوئی بھی نہیں چاہتا کہ تمہارے ملک سے تعلقات خراب ہو جائیں!“  
 ”مم.... میرا ملک....!“ ولی داد نے تھیر ان انداز میں پلکیں جھپکائیں۔  
 ”وقت نہ برباد کرو.... مجھ پر اعتماد کرو.... خان شہباز یا اس کے اجداد نے آج تک کسی کو دھوکے سے نہیں مارا۔ میں نے اپنا بہت سا وقت تمہارے ملک میں گزارا ہے۔ اس طرح کہ اسے اپنا ہی ملک سمجھتا ہوں بڑے اچھے اور محبت کرنے والے لوگ ہیں۔ میں تمہیں چور دروازے سے نکال دوں گا۔ اپنے ساتھی کو بھی یہیں لاو....!“  
 ”وفیتوں داد مسکرا یا تھا اور سر ہلا کر بولا تھا۔ ”یہاں کے سر بر آور دہ خاندانوں کی ہشری مجھے زبانی یاد ہے۔ بلاشبہ آپ نے یا آپ کے اجداد نے کبھی کسی کو دھوکے سے نہیں مارا.... میں آپ کے مشورے پر ضرور عمل کر دوں گا!“

◎

کتوں کے شور اور وزنی جو توں کی دھمک سے پہاڑیاں گونج رہی تھیں۔ جزل کے آدمی چاروں طرف پھیل گئے تھے اور وہ خود شہباز کی رہائش گاہ میں بیٹھا دوڑکاپی رہا تھا۔ کرے میں تھا تھا.... اور کرے کے دروازے پر اسی کا ایک سلیخ آدمی بھی موجود تھا۔  
 ”تھوڑی دیر بعد شہباز کرے میں داخل ہوا۔  
 ”تم بچھ درندے ہو....!“ اس نے کہا۔

طرف دیکھ کر کچھ اشارہ کیا جو اسین گن سنبھالے دروازے پر کھڑا تھا۔ اُس نے اسین گن کا رخ  
شہباز کی طرف کر دیا۔

”بہت بہت شکریہ.... میرے بھپن کے دوست....!“ شہباز بولا۔

”صرف وہی میرے دوست ہیں جو مجھ سے متفق ہیں۔ اختلاف رائے پیدا ہونے کے ساتھ  
ہی دوستی ختم ہو جاتی ہے!“ وہ اٹھتا ہوا بولا تھا پھر اپنے ماتحت سے کہا تھا۔ ”یہ اس کمرے سے  
باہر نہ جانے پائے!“

”تم پچھاؤ گے.... پھر تو ڈنے والے کے بیٹے!“ خان شہباز نے سرد لبجھ میں کہا۔  
”اگر اپنی جگہ سے جبنت بھی کرے تو گولی مار دینا!“ جزل غراتا ہوا کمرے سے نکل آیا۔  
اب وہ خان زادی کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ پھر کسی خیال کے تحت رک گیا اور شہباز کے ملاز میں  
کو ایک جگہ اکٹھا کرنے لگا۔ اس وقت جتنے بھی ہاتھ لگے انہیں ایک کمرے میں بند کرتے ہوئے  
کہا۔ ”اگر کسی کے حق سے بھلی سی آواز بھی نکلی تو گولی مار دی جائے گی۔!“

وہ سب تحریر تھے۔ انہیں اس کا علم تو تھا ہی کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ لیکن شائد اس کا تصور بھی  
نہ کر سکتے کہ خود ان کے ساتھ بھی کسی قسم کی زیادتی روار کھی جائے گی۔

تو ہوڑی دیر بعد وہ اس کمرے میں جا پہنچا جہاں خان زادی کا قیام تھا۔ جزل کو دیکھ کر وہ کھڑی  
ہو گئی۔

”تم من رہی ہو کہ باہر کیا ہو رہا ہے!“ جزل نے مسکرا کر پوچھا۔

اس نے اثبات میں سر کو جبنت دی تھی اور مستقرہ نظر وہی سے اُسے دیکھتی رہی تھی۔

”وہ دونوں میرے آدمیوں کو دھوکا دے کر یہاں پہنچنے گئے ہیں!“

”مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے!“

”لیکن انہوں نے میری دلچسپی کے سامان پیدا کر دیئے ہیں!“

”مجھے اس سے بھی کوئی دلچسپی نہیں....!“ خان زادی نے خنک لبجھ میں کہا۔

”تمہارا خاندان دشوار یوں میں پڑ گیا ہے!“

”دیکھا جائے گا....!“

”لیکن میں چاہوں تو تمہارے گھرانے کا اعزاز بدستور برقرار رہ سکتا ہے!“ وہ کچھ نہ بولی۔

”اس حالت میں....؟“ شہباز نے شراب کی طرف اشارہ کیا۔

”ہاں.... ہاں....!“

”یہ ناممکن ہے....!“

”کیا کہہ رہے ہو....؟“ جزل پیر پیغ کر دہاڑ۔

”اس حالت میں نہیں....!“ شہباز نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

”یہ تم اچھا نہیں کر رہے۔ وہ حکومت کی مجرم ہے۔!“

”میں تمہیں اپنی دوستی کا واسطہ دیتا ہوں۔!“

”تمہاری پاتوں سے غداری کی بو آتی ہے۔!“

”سمجھنے کی کوشش کرو....!“

”کیا سمجھنے کی کوشش کروں.... خان دوراں کے احسان مند تم ہو میں نہیں ہوں۔“  
میری قیدی ہے تمہاری نہیں۔!

”پھر بھی میری چھت کے یہ پچے....!“

”تمہاری چھت....!“ جزل نے بلند آہنگ قہقهہ لگایا اور بولا۔ ”کس وہم میں پڑے ہو۔ یہ  
تمہاری چھت اسی وقت تک ہے جب تک ہم چاہیں گے۔!“

”چلو.... میں اسے بھی تسلیم کئے لیتا ہوں.... لیکن پھر بھی....!“

”کچھ نہیں.... اسے فوراً لاو۔....!“

”پہلے تو تم اس مسئلے پر مجھ سے متفق ہو گئے تھے۔!“ شہباز نے شراب کی بوتل کی طرف  
دیکھتے ہوئے کہا۔

”بحث مت کرو.... جو کچھ کہہ رہا ہوں کرو....!“

”کیا تم واپسی مجھے اپنا دشمن بنانا چاہتے ہو۔!“

جزل کا قہقهہ اس بار خاتمت آمیز تھا۔ پھر وہ سنجدگی اختیار کر کے بولا۔ ”یہ وردی دیکھ  
رہے ہو میرے جسم پر....!“

”دیکھ رہا ہوں....!“

”اس وردی میں میرا کسی سے کوئی رشتہ نہیں رہ جاتا۔!“ جزل نے کہا اور اپنے ماتحت کی

آوازیں دینے لگ۔ اس کی پشت جزل کی طرف تھی اور جزل کے ہونٹوں پر ایک سفاک ہی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

لوکی ہوش میں آتے ہی سکلیاں لیتی ہوئی بولی۔ ”مجھے پچاؤ۔ اس درندے سے پچاؤ خان!“  
شہباز اٹھا اور جزل کی طرف مڑ کر کھڑا ہو گیا اس کے چہرے پر ناقابل نکست عزم کی جھلکیاں تھیں۔

”اس سے کہو کہ میرے لئے شراب اٹھیلے....!“ جزل بولا۔

”اس سے پہلے میں تمہارا ہبوزٹن پر اٹھیلے دوں گا!“

”بس انی قوت میں مجھ سے زیادہ نہیں ہو شہباز....!“

دفعتا دروازے پر کھڑا ہوا پھرے دار اپی اشین گن سمیت منہ کے بل کمرے میں آگرا۔ ساتھ ہی کسی نے اس پر چلاگ لگائی تھی اور اس کی اشین گن سمیت ہوا کمرے کے دوسرے سرے تک چلا گیا تھا۔ پھر مڑا تو انہوں نے اس کی شکل دیکھی خود شہباز بھی چکرا کرہ گیا۔ اس کے لئے قطعی طور پر انجانی شکل تھی۔ بھدھی سی موٹی ناک کے نیچے اتنی گھنی موچھوں کا سائبان تھا کہ دہانہ چھپ کر رہ گیا تھا۔

”تمہاری آوازیں اوچی نہ ہوئی چاہئیں!“ اجنبی غرایا۔

اشین گن کا رخ جزل کی طرف تھا۔ اس کا سپاہی جس پوزیشن میں گرا تھا بُک اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ پتا نہیں زندہ بھی تھا یا مر چکا تھا۔ جزل کبھی اس کی طرف دیکھتا اور کبھی اجنبی کی طرف۔

”ت..... تم کون ہو.....؟“ جزل بالآخر بولا۔

”تو قیر قادری کو میرے حوالے کر دو.....!“

”اوہ..... تو تم ان دونوں میں سے ہو!“

”درست ہے.....!“

”زندہ فج کر نہیں جا سکو گے!“

”تمہارے درجنوں کتوں اور سینکڑوں آدمیوں کو ڈوچ دے کر یہاں تک پہنچا ہوں!“

”دوسرا کہاں ہے.....?“

جزل نے کہا۔ ”باہر جس قسم کا بیجان برباہے میرے لئے بے حد سرور انگیز ہے۔ ایسے ماحول میں شدت سے ایک عورت کی ضرورت بھی محسوس کرنے لگتا ہوں!“

”یہ کیا بکواس ہے....!“ خان زادی دہڑی تھی۔

”تم میرے لئے اس ماحول کو زیادہ خوبصورت بنائیں ہو!“

”میں تمہیں زندہ دفن کر دوں گی!“

وہ اس پر کسی بھوکی شیرنی کی طرح چھپی۔۔۔ لیکن جزل کے مضبوط بازوؤں میں نہی طرح بکڑی گئی تھی۔

”اب تماو.....!“

خان زادی نے اس کے بال مٹھیوں میں بکڑ لئے۔

”یہ سب کچھ میرے لئے بے حد حسین ہے!“ جزل نہیں پڑا۔ ”مجھے شیرنی ہی چاہئے۔ کب تریاں ہیں مجھ پر.....!“

گرفت مضبوط ہوتی جا رہی تھی اور خان زادی کا دم گھٹنے لگا تھا بالآخر وہ بیہوش ہو کر ایک طرف جھوٹا۔ جزل نے اسے ہاتھوں میں اٹھایا اور اس کرے کی طرف چل پا جہاں شہباز کو جھوڑ آیا تھا۔

شہباز اسے دیکھ کر بے سانتہ اٹھ گیا۔ لیکن پھر اس نے باہر کھڑے ہوئے سپاہی کی طرف دیکھا اور بیٹھ گیا۔

جزل نے بیہوش لڑکی کو آرام کری پڑا لئے ہوئے شہباز سے کہا۔

”اسے ہوش میں لاو.....!“

”اسے کیا ہوا ہے.... تم نے کیا کیا.....!“

”کچھ بھی نہیں..... شائد بن رہی ہے۔ ہوش ہی میں ہے!“

”خدا تمہیں غارت کرے۔ تمہارا باپ اس کے داؤ کی جو تیاں سیدھی کیا کرتا تھا!“

”شائد تمہارے باپ کی بھی!“ جزل نے تلخ لبھ میں کہا۔ ”لیکن .... تم بچپن ہی سے

بڑے غریب پرور تھے اس لئے مجھے دوستی کا شرف بخشنا تھا!“

شہباز اس کی بات پر توجہ دیئے بغیر آرام کری کے پاس دوز انو ہوبیٹھا اور بیہوش لڑکی کو

”صرف بیوں کرنا چاہتا تھا۔۔۔ اب مر ہی گیا تو کیا کروں۔۔۔!“ اجنبی نے کہا۔  
”اوہ...!“ جزل دانت پیس کر بولا۔ ”تو یہ دونوں پہلے ہی تمہارے پاس بھنچ پکے تھے۔ غدار!“  
”نہیں جزل....!“ اجنبی نے اپنی ناک پر بیالاں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ دابنے ہاتھ سے اٹھنے  
گئے سنجا لے رہا پھر بیالاں ہاتھ ہٹا تو بھدی ناک اور گھنی موچھیں چہرے سے الگ ہو چکی تھیں۔  
”ولیداو....!“ جزل اچھل پڑا۔

”ہاں جزل.... میں نے کہا کیوں خواہ مخواہ خان شہباز کے سرازام رکھ رہے ہو۔ مجھے تو تم  
ہی بیالا لائے تھے۔“

”پھر شہباز نے تم سے سازبا کر لی۔!“  
”تم اس بات کو آگے بڑھانے کے لئے زندہ نہیں رہو گے!“ شہباز نے سرد لمحے میں کہا  
اور آگے بڑھ کر اس کے ہولسر سے روپا اور نکال لیا۔  
”تم اپنے خاندان سمیت نیست و نادود کر دیئے جاؤ گے۔!“

”اگر تم اپنا بیان دینے کے قابل رہے تو.... اٹھو اور دیکھو کہ میں جسمانی قوت میں تم سے  
زیادہ ہوں یا نہیں۔ یقین کرو میں بے حد نرم دل آدمی ہوں۔ بچپن میں اگر کوئی مجھ سے لپٹ پڑتا  
تھا تو میں یہی سوچتا رہ جاتا تھا کہ کہیں اس کے چوٹ نہ آجائے اسی احتیاط میں خود پٹ جاتا تھا۔!  
”خان صاحب....!“ تب تو پھر آپ فطر ناشیخ جی معلوم ہوتے ہیں۔!“ ولیدا نے کہا۔ شہباز  
کچھ نہ بولا۔ جزل اس کے لکارنے پر اٹھا نہیں تھا۔ شہباز نے اسے پھر لکارا۔

”خان... یہ ذرا سے کا وقت نہیں ہے۔!“ ولیدا بولا۔ ”اگر اسکے آدمی آگئے تو دشواری ہو گی۔!  
”اس کے آدمی....!“ شہباز زہر خند کے ساتھ بولا۔ ”اس کے آدمی اس وقت تک آنے کی  
جرأت نہیں کریں گے جب تک کہ خود نہ طلب کرے۔ وہ کتوں کو ساتھ لئے پہلاں میں چکراتے  
رہیں گے۔ وہ سب اس سے شدید نفرت کرتے ہیں اور یہ ہے بھی نفرت کے قابل۔ اس نے ان  
دوں کو اپنی جیپ سے پکل کر مار دیا جنہیں دھوکہ دے کر تم دونوں یہاں تک پہنچے تھے۔“

”اور میں تمہیں بھی مار دلوں گا۔!“ جزل اٹھ کر شہباز پر جھپٹ پڑا۔۔۔ اور اس کی غفلت  
سے فائدہ اٹھا کر یوں اور جھین لیا۔ لیکن قبل اس کے کہ اسے استعمال کرتا اٹھنے کن کا دستہ اس  
کے روپا اور واپسی ہاتھ پر پڑا۔ ولی واد غافل تو نہیں تھا۔ شہباز نے جزل کے ہاتھ سے گرنے  
کھڑا ہو کر بولا تھا۔ ”یہ تو مر گیا۔!“

”معاملے کی بات کرو۔۔۔!“ اجنبی پیر قٹ کر گرایا۔  
”اجنبی تمہارے جنم کا ریشہ الگ کر دیا جائے گا۔!“ جزل نے کہا۔  
”ضرور کر دیا جاتا لیکن تم سے کچھ دیر پہلے ایک حفاظت سر زد ہو چکی ہے۔ پوری عمارت میں  
صرف اس سپاہی کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں ہے۔!  
جزل ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہا گیا۔

”خان شہباز تم دروازہ بولٹ کر دو۔!“ اجنبی بولا۔  
”نہیں....!“ جزل اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔  
”بیٹھے رہو۔۔۔ ورنہ چھلنی کر دوں گا۔!  
جزل نے دونوں ہاتھ میز پر رکھ دیئے۔ شہباز نے آگے بڑھ کر دروازہ بولٹ کر دیا۔  
”یہ تمہارے ملازموں کو ایک کرہ میں بند کر چکا ہے۔!“ اجنبی نے شہباز سے کہا۔

”تم اپنی زبان بند رکھنا شہباز....!“ جزل نے شہباز سے کہا۔  
”میں تمہیں قتل کر دینے کا تھیہ کر چکا ہوں لہذا اب زبان بند رکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!  
”نن.... نہیں....!“

”ہاں.... میرے دوست....!“ تم نے میری عزت پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ خان  
دوراں کی عزت میری عزت ہے۔!  
”تو تم غداری کرو گے....!“

”نہیں.... اپنی زندگی کا سب سے زیادہ نیک کام کروں گا۔ تم انسانیت کی پشت پر سرطان  
کے چھوڑے ہو۔!  
”اب اس کاریوالوں ہولسر سے نکال لو۔!“ اجنبی نے شہباز سے کہا۔

”مجھے مشورہ مت دو۔۔۔ اپنے کام سے کام رکھو۔ کام ختم ہونے کے بعد تمہیں میرے  
مشورے پر عمل کرنا پڑے گا۔!“ خان شہباز بولا۔  
”تم کیا کرنا چاہتے ہو۔۔۔؟“ جزل بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

خان شہباز فرش پر پڑے ہوئے سپاہی کے قریب آیا۔ اسے جھک کر دیکھا تھا اور پھر سیدھا  
کھڑا ہو کر بولا تھا۔ ”یہ تو مر گیا۔!“

”میری بات سنو....!“ ولی داد آہستہ سے بولا۔ ”میں اسکی تدبیر کر سکتا ہوں کہ تم نبڑی اللہ مہ ہو جاؤ!“

”میں بری الذمہ نہیں ہونا چاہتا!“

”اب میں بھی کچھ کہنا چاہتی ہوں!“ خان زادی پہلی بار بولی تھی۔

”کہو....!“ شہباز پر سکون لجھے میں بولا۔

”یہ ان دونوں میں سے نہیں ہے!“

”آپ بھول رہی ہیں خان زادی....!“ ولید اور نے مسکرا کر کہا۔ ”اگر اس چھرے پر باریک موچھوں اور فرخچ کٹ ڈاڑھی کا اضافہ ہو جائے تو....؟“

”خدا کی پناہ.... یہ تم ہو جھکی فلاشر....!“

”علی عمران نام ہے....!“ عمران نے کہا۔

”علی عمران....!“ شہباز چوک کر اسے گھورتا ہوا بولا۔ ”تم علی عمران ہو....!“ عمران کچھ نہ بولا۔ وہ جزل کی لاش کو دیکھے جا رہا تھا۔

”یہ نام میں نے اس کی زبان سے بہت زیادہ سنایا ہے!“ شہباز بولا۔ مردہ جزل کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”تمہاری طرف نے اسے بہت تشویش تھی۔!“

”ختم کرو....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”نیچے وہ لوگ کتوں سمیت ہماری ٹلاش میں میں لہذا مناسب بھی ہو گا کہ جزل اور اس کے ماتحت کی لاشوں کو نشیب میں لڑھکا دیں۔ میں نے پوری طرح اطمینان کر لیا ہے۔ جزل کے اس ایک ماتحت کے علاوہ تمہاری عمارت میں اس وقت اس کا اور کوئی آدمی نہیں تھا۔ تمہارے سارے ملازموں کو وہ پہلے ہی ایک کرے میں بند کر چکا تھا۔ لہذا خان زادی کے علاوہ اور کوئی شاہد نہیں.... اور خان زادی....!“

”میری زبان ہمیشہ بند رہے گی۔“

”انہوں نے کتوں کو کسی خاص بو پر نہیں لگایا ہے اس لئے وہ نیچے ہی بھکتے رہیں گے اور کسی وقت جزل کی لاش تک آپنہیں گے۔ یہاں میں تمہیں کرسی سے باندھ جاؤں گا تم انہیں دو آدمیوں کی کہانی سناؤ گے جو قیدی کو نکال لے گئے۔ تمہارے ملازمن وہی بیان دیں کے جو اس پر گذری تھی۔ جزل یہ بتانے کے لئے زندہ نہیں ہو گا کہ اس نے انہیں اٹھا کر کے کرے میں

والے روی اور کی طرف چلا گک لگائی تھی۔ جزل با میں ہاتھ سے کلائی دبائے کھڑا ولید اور گھورتا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے شہباز کو بھول ہی گیا ہو۔ یہ بھی یاد نہ رہا ہو کہ ذرا ہمی دیر پہلے کیا ہوا تھا اور اب بھی اس کاریو اور شہباز ہی کے قبضے میں ہے۔ پھر وہ اشین گن کی پرواد کے بغیر ولی داد پر ٹوٹ پڑا۔ ولی داد نے دیدہ دانتہ اشین گن کو فرش پر ڈال دیا اور جزل سے گھٹ گیا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے دو ہھینے ایک دوسرے سے ٹکرائے ہوں۔

”ٹھہر جاؤ....!“ دختا شہباز نے اشین گن پر بھی قبضہ کرتے ہوئے کہا۔ ”الگ ہو جاؤ دونوں درنہ فارگنگ شروع کر دوں گا۔!“

اتھے میں ولید اور نے جزل کو دور اچھال دیا تھا۔... دیوار سے ٹکرا کر وہ نیچے گرا اور پھر جلدی سے اٹھ بیٹھا۔

”اب تم اپنی جگہ سے ہٹے اور میں نے ٹرینگر پر دباؤ ڈالا۔“ شہباز نے اشین گن کا رخ جزل کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ وہ دیوار سے لگا کھڑا ہاپنٹا رہا۔

”سن لو کہ میں تمہاری غیبت میں نہیں کہہ رہا۔!“ اس نے جزل کو مخاطب کیا۔ ”تم اپنے ایک گھناؤ نے کھیل کے لئے میری عمارت کو استعمال کرتے رہے ہو۔ یہ دونوں جس مفرور کی ٹلاش میں آئے ہیں وہ حقیقتاً مفرور نہیں ہے۔!“

”خاموش رہو....!“ جزل ہاپنٹا ہوا دہزاد۔

”تمہارے آدمی اسے دھوکا دے کر یہاں لائے تھے اور تم نے اسے قیدی بنا لیا اور اب تم اس کی کپیٹی پر روی اور کی ہال رکھ کر اپنی لکھی ہوئی تقریریں پڑھواتے ہو اور انہیں ریکارڈ کر کے کسی نامعلوم ریڈیو اشین کے حوالے سے نشر کر دیتے ہو۔ بس اتنا ہی کہنا تھا مجھے۔ اب تم جاؤ۔!“

اشین گن سے متعدد گولیاں نکل کر جزل کے سینے میں پیوسٹ ہو گئی تھیں۔

”اوہ.... یہ تم نے کیا کیا....؟“ ولی داد اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

”اپنے کام سے کام رکھو.... یہ ہمارے ذاتی معاملات ہیں۔ تمہیں تمہارا آدمی مل جائے گا۔!“

”میا تمہیں اس کے لئے جواب دہنہ ہونا پڑے گا۔!“

”ریکھا جائے گا....!“

کیوں بند کیا تھا....!

”مشورہ تو معقول ہے لیکن تم سرحد پار نہ کر سکو گے۔!“ شہباز بولا۔

”اپنا معاملہ ہم خود دیکھیں گے.... تم اس کی مگر مت کرو!“

”اچھا تو پھر پہلے میں تمہارا قیدی تمہارے حوالے کروں!“ شہباز دروازے کی طرف بڑتا ہوا بولا۔

اس کے چلے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک خاموشی رہی تھی۔ پھر خانزادی بولی تھی۔

”پروفیسر کہاں ہیں....؟“

”آرام فرمادے ہیں.... زخم زیادہ تکلیف دہ ہو گیا ہے۔!“

”تو یہ سب کچھ تم نے تھا کیا ہے!“

”آپ اگر ساتھ نہ ہوئیں خانزادی تو ہمیں ہمتوں بھکٹنا پڑتا!“

”میں تم دونوں کو نہ انہیں سمجھتی!“

”شکریہ خانزادی.... محض نظریات کی دیواریں ہمارے درمیان حائل ہیں۔ ورنہ ہم سب ایک ہیں!“

”نظریات نہیں بلکہ علاقائیت کو..... نظریہ تو ایک ہی ہے۔!“

”علاقائیت ہی تو علیحدگی کے نظریات گھر تی ہے۔ بنیادی نظریہ علاقائیت کی نظری کرتا ہے۔ لیکن بنیادی نظریہ نہارے لئے صرف شاعری بن کر رہ گیا ہے۔ جس پر ہم سر تودھن سکتے ہیں۔ عمل میں نہیں لاسکتے۔!“

”تم نمیک کہتے ہو جھلکی فلاسفہ.... تم دونوں کو ہمیشہ یاد رکھوں گی۔!“



سب کچھ عمران کی اسکیم کے مطابق ہوا تھا۔ لیکن شہباز نے اسے اپنے قیدی سمیت فوری طور پر رخصت نہیں ہو جانے دیا تھا۔ وہ تینوں ایک عمارت کے تہہ خانے میں پہنچادیئے گئے تھے جس کا علم شہباز کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا۔

جزل کے قیدی کی حالت اتر تھی۔ اسے علم ہو گیا تھا کہ یہ دونوں کس مقصد کے تحت دہاں تک پہنچتے۔ عمران نے اسے ابھی تک کچھ بھی نہیں پوچھا تھا۔

آخر اس نے خود ہی گفتگو کا آغاز کیا۔

”تو تم لوگ مجھے واپس لے جانا چاہئے ہو ذلیل کرنے کے لئے....!“

”آپ پر جبر کیا جاتا رہا ہے.... لہذا آپ کے ذلیل ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!“

عمران بولا۔

”مجھے غدار قرار دیا جا چکا ہو گا۔ تم عوام کے ذہنوں سے یہ تاثر نہ مٹا سکو گے میں صرف بعض معاملات میں حکومت سے اختلاف رکھتا تھا۔ اپنے اس حق کے تحت جو مجھے دستور کے توسط سے ملا ہے۔ وطن سے غداری کا تصور نہیں کر سکتا۔ وہ جزل ہی کے اجنب تھے جو مجھ سے وہاں مل بیٹھے تھے میں لا علم تھا۔ اپنے ہی ملک کی حدود میں سویا تھا اور پھر جا گا تھا جس لیکن جزل کی قید میں۔ مجھے علم نہیں کہ میں نے کس طرح سرحد پار کی تھی۔!“

عمران نے اس طرح سر کو جبکہ دی تھی جیسے اسے اس کے بیان پر یقین آگیا ہو۔

پھر عمران نے اس سیاہ لیڈر کا ذکر چھیڑ دیا جس کے آدمیوں نے اجنب ہفتہم الف کو انہوں کر لیا تھا۔

”میں نہیں جانتا کہ وہ اندر سے کیا ہے....!“ قیدی نے کہا۔ ”بظاہر وہ بھی صرف حکومت ہی سے اختلاف رکھتا تھا۔!“

”کیا ان لوگوں کو آپ سے اسی نے متعارف کرایا تھا جن کے ساتھ آپ تفریجی سفر پر روانہ ہوئے تھے....?“

”ہاں....!“ قیدی چوک کر بولا۔ چند لمحے کچھ سوچتے رہنے کے بعد اس نے کہا تھا۔ ”وہ دراصل اسی کے دوست تھے اب پوری بات میری سمجھ میں آگئی۔!“

بات ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ شہباز خانزادی سمیت تہہ خانے میں داخل ہوا۔... صورت سے پریشان معلوم ہوا تھا۔

”یہ بات جزل سے آگے بڑھ گئی تھی کہ خانزادی بھی دانتہ یا نادانتہ طور پر ان معاملات میں ملوث ہے۔!“ اس نے تیز تیز سانوں کے درمیان کہا۔

”تو پھر....?“ عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

”ہمیں فوراً انکل چلتا چاہئے میں نے لڑکی کے تحفظ کا عہد کیا ہے۔ خواہ اس کے لئے مجھے اپنا

”نور شکرالیوں کا خدشہ لاحق رہے گا۔“ پروفیسر نے کہا۔  
سرک پر انہیں کئی فوجی گاڑیاں ملیں۔ عمران کے اندازے کے مطابق ان کی تلاش شدید سے جاری تھی۔ اگر وہ خود فوجیوں کے بھیس میں نہ ہوتے تو کہا جانا یقینی تھا کیونکہ فوجیوں نے جگہ جگہ رائگروں کو روک رکھا تھا اور ان سے پوچھ چکہ کر رہے تھے۔

شہباز خود جیپ ڈرائیور کر رہا تھا۔

”خان شہباز.... کیا یہ ضروری ہے کہ اس پوائنٹ سے صرف آپ ہی واقف ہوں!“  
عمران نے پوچھا۔

”اس پر بھی یقین رکھتا ہوں کہ بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہو گا مجھے ایک اسمگلر کے توسط سے وہ راستہ معلوم ہوا تھا میں ایک بار ادھر سے گزر بھی چکا ہوں!“  
”ان لوگوں کے ہاتھ لگنے سے بہتر تو یہ ہو گا کہ ہم کسی کھڈ میں گر کر مر جائیں!“ خازادی بولی۔ جس کے چہرے پر سیاہ ڈاڑھی خاصی پر بہار لگ رہی تھی۔

تمن گھستے تک وہ پختہ سڑک پر چلتے رہے تھے۔ پھر تاہم وار استوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔  
”اوہ....!“ شہباز دھلتا بولا۔ ”وہ یکھواو پر چڑھائی پر ایک گاڑی جا رہی ہے!“

”ہاں.... ہے تو....!“ عمران نے کہا جو اسی کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔  
”تمہارا خدشہ درست نکلا کسی کو اس پوائنٹ کا دھیان آگیا ہے!“

”تو پھر کیا ہوا.... فی الحال گاڑی کسی اور طرف موڑ لو....!“  
”یہی کرنا پڑے گا!“

وہ سب اس جیپ کی طرف متوجہ ہو گئے تھے جس کی نشاندہی شہباز نے کی تھی۔ گاڑی موڑ دی گئی۔

خان زادی سچلی سیٹ پر قیدی اور پروفیسر کے درمیان یہی مژ مژ کر پیچھے دیکھے جا رہی تھی۔ اچانک اس نے اطلاع دی کہ دوسری گاڑی بھی مژ کرا دھر رہی آرہی ہے!

”اور پھر تم یہ پرواہ کئے بغیر کہ میں کیا کر رہا ہوں جیپ کا یوں اٹھانا اور اس طرح انہیں کی دیکھ بھال فڑوع کر دینا جیسے کوئی خرابی واقع ہو گئی ہو۔!“

”تم کیا کرو گے....!“

سب کچھ چھوڑ دینا پڑے۔ کیا تم حالات بہتر ہونے تک مجھے اپنے لیک میں پناہ دلو اسکو گے....؟“  
”سر آنکھوں پر خان.... یہ میرا عہد ہو گا۔ خواہ اس کے لئے مجھے اپنی روح کو جسم ہی سے کیوں نہ نکال دینا پڑے۔!“ عمران نے کہا۔

”تم شائد میک اپ بھی کر سکتے ہو....!“

”ہاں.... ہاں.... باہمیں ہاتھ کا سکھیل ہے.... کم سے کم وقت میں!“  
”فوجی وردیاں ہیں میرے پاس.... ہم بہ آسانی نکل چلیں گے۔ لیکن....!“ شہباز خازادی کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

”اگر انہیں مردنہ بناسکا تو ہاتھ کی صفائی کس کام۔ تم یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو خان شہباز۔!“  
شہباز چلا گیا۔ جزل کا قیدی عمران سے کہہ رہا تھا۔

”میں واپس جانے سے بھی بہتر سمجھتا ہوں کہ یہاں مر جاؤں!“  
”کیوں....?“

”میرے اپنے ہموطن مجھے غدار سمجھنے لگے ہوں گے!“  
”لیکن آپ غدار نہیں ہیں....!“

”میں غدار ہوں.... مجھے مر جانا چاہئے تھا لیکن اسکا مر تکب نہ ہونا چاہئے تھا جو انہوں نے چاہا!“  
”یہ آپ کا اپنا اسدال ہے.... میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔“  
”لیکن ایک ایسے شخص کو گولی تو مار سکتے ہو جس نے اعتراف جرم کر لیا ہو۔!  
”سزادی نے کا حق صرف عدالت کو ہے۔ میں عموماً ایسے مجرموں کو ٹھکانے لگادیںے کا قائل ہوں جو قانون کی پیشی سے باہر ہوں۔!“

جزل کے قیدی نے خاموشی اختیار کر لی۔

کچھ دیر بعد سفر کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ پانچوں کے طیبے بدلتے تھے۔  
گیراج سے ایک جیپ نکالی گئی جس پر فوج کے نشانات بنے ہوئے تھے۔  
”لیکن ہم جائیں گے کس طرف....؟“ پروفیسر دارانے سوال کیا۔  
”مجھے ایک ایسا پوائنٹ معلوم ہے جہاں سے ہم بہ آسانی سرحد پار کر سکیں گے!“ شہباز نے کہا۔ ”اور یہ پوائنٹ شکرال سے ملنے والی سرحد کے قریب ہے۔!“

”ڈر ادیر کو تم لو گوں کا ساتھ چھوڑوں گا!“  
”میں سمجھ گیا.... اچھی بات ہے....!“

ایک مور پر جیسے ہی بچپن گاڑی کی اوٹ ہوئی عمران نے رفتار کم کرنے کو کہا اور نیچے کو دیکھا۔  
بھرا نہوں نے اسے بڑے بڑے پتھروں کی اوٹ میں غائب ہوتے دیکھا۔  
شہباز نے گاڑی روک دی اور بونٹ اٹھا کر انجمن کا جائزہ لینے لگا۔  
ٹھوڑی دیر بعد دوسری گاڑی قریب آپنی تھی....!  
”میں بات ہے....؟“ اس پر سے کسی نے گوئی جیل آواز میں پوچھا۔  
”انجمن میں گڑ بڑ ہے....!“ شہباز بولا۔

اس نے ایک باور دی کیپن کو گاڑی سے اترے دیکھا تو پھر انجمن کی طرف متوجہ ہو گیا۔  
”مجھے جہت ہے سپاہی....!“ کیپن بولا۔ ”تم نے مجھے سلوٹ نہیں کیا!“  
اور تب شہباز کو اپنی غلطی کا احساس ہوا لیکن دیر ہو چکی تھی۔  
کیپن کاریو الور ہولر سے نکل آیا تھا۔ بقیہ تین آدمیوں نے یہ کیفیت دیکھی تو انہوں نے  
بھی اپنی رائفلیں سیدھی کر لیں۔ شہباز سمیت چاروں نے اپنے ہاتھ اور پر اٹھادیے تھے۔  
”انہیں غیر مسلح کر دو....!“ کیپن نے اپنے آدمیوں سے کہا۔  
پھر ان میں سے ایک سپاہی اپنی رائفل کا ندھر سے لٹکا کر آگے بڑھا ہی تھا کہ باسیں جانب  
سے آواز آئی۔

”تم سب اپنا سلح زمین پر ڈال دو....!“  
وہ چوک کر آواز کی طرف متوجہ ہو گئے لیکن کوئی دکھائی نہیں دیا تھا۔  
”جلدی کرو.... تم سب نای گن کی زد میں ہو....!“ آواز آئی اور ساتھ ہی ان سے کسی  
قدر فالصے پر گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی تھی۔  
سلح زمین پر ڈال دیا گیا۔ پووفرنے جیپ سے چھلانگ لگائی اور جلدی جلدی ان پر قبضہ  
کرنے لگا۔

پھر عمران پتھروں کی اوٹ سے برآمد ہوا تھا۔  
”تم لوگ نکل نہیں سکو گے....!“ کیپن غایا۔

عمران اس کی طرف توجہ دیئے بغیر پوفیسر سے بولا۔ ”ان کے ہاتھ پیر بندھو اور منہ پر  
ٹیپ چپکا دو....!“

”اس کی زحمت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے!“ پوفیسر نے کہا۔ ”صفایا کر دیجئے!“  
”نہیں.... میں بے وجہ خون بھانے کا قائل نہیں ہوں.... ہاں اگر انہوں نے چپ چاپ  
اپنے ہاتھ پر نہ بندھو والے تو شاید یہی کرنا پڑے!“

وہ مکمل کارگر ہوئی تھی اور انہوں نے مراجحت کے بغیر اپنے ہاتھ پر بندھو والے تھے۔  
پھر انہیں راستے سے ہٹا کر بڑے پتھروں کی اوٹ میں ڈال دیا گیا تھا۔

”اس طرح ایک اور گاڑی ہاتھ گی ہے!“ عمران نے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ یہ جگہ سڑک  
پر سے نظر نہ آتی ہو گی!“

”تمہارا خیال درست ہے....!“ شہباز پر تشویش لجھے میں بولا۔  
شہباز اور پوفیسر جیپ سے پڑوں نکلنے میں مصروف ہو گئے تھے اور خان زادی عمران  
کے قریب آکھڑی ہوئی تھی۔!

”تمہارا جواب نہیں ہے فلاسفہ!“ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”تمہاری بیوی ہر وقت  
تمہاری سلامتی کی وعائیں مانگتی رہتی ہو گی!“  
”ا بھی تو وہ خود اپنے پیدا ہونے کی دعائیں مانگ رہی ہو گی!“  
”اوہ.... تو کیا! بھی شادی نہیں کی....؟“

عمران نے مایوسانہ انداز میں سر کو منقی جنمیش دی۔  
ٹھیک اسی وقت قریب ہی سے ایک فائر کی آواز آئی اور وہ اچھل پڑے۔ جزل کا قیدی زمین  
پر پڑا ترپ رہا تھا۔ اس کی دائیں کنپتی سے خون کا فوارہ جاری تھا۔  
ان کی لا علی میں کیپن کاریو الور اس کے ہاتھ لگ گیا تھا اور اس نے خود کشی کر لی تھی۔  
وہ خاموش کھڑے اُسے دیکھتے رہے۔ ایک بڑا ساعت قاب چینتا ہوا ان کے سروں پر سے گزر گیا۔



سفر دوبارہ شروع ہوا تھا۔ وہ جلد سے جلاں جگہ تک پہنچ جانا چاہتے تھے جہاں سے شکرال  
کی حدود میں داخل ہو سکتے۔

بھی خاموش تھے کسی نے خود کشی کر لینے والے سے متعلق کوئی ذکر نہ چھیڑا۔ عمران چاہتا بھی نہیں تھا کہ بات آگے بڑھے۔ اس کا مشن ہر اعتبار سے پورا ہو چکا تھا۔

”شکرال خطرناک جگہ ہے.... موسیٰ عمران....!“ پروفیسر بولا۔

”میں جانتا ہوں....!“

”پھر بھی آپ....!“

”اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں....!“

”جس راستے سے ہم داخل ہوں گے وہاں تحفظ کی ذمہ داری میری ہے۔!“ شہباز بولا۔

”میں تم پر کسی قسم کی بھی ذمہ داری نہیں ڈال سکتا خان شہباز....!“ عمران نے کہا۔

”میں شکرالی بول سکتا ہوں۔“ شہباز نے پر تفکر لجھے میں کہا۔

”میں شکرالی اور سرخانی کے فرق سے بھی باتف ہوں اور دونوں کے لہبوں پر بھی قادر ہوں۔!“

”تب تو بڑی اچھی بات ہے....!“ خان بولا۔ ”تم ہر طرح حیرت انگیز ہو۔!“

”ویسے بھی ہماری واپسی شکرال ہی کے راستے سے ہوتی۔ یہ پہلے سے میرے پروگرام میں

تھا لیکن میرے ذہن میں زر تھی درے والا راستہ تھا۔!“

”وہ راستہ ہمارے لئے محفوظ نہیں ہو گا۔ آج کل اس کی کڑی نگرانی کی جا رہی ہے۔!“

”مجھے شکرال کے نام ہی سے ہوں آرہا ہے....!“ خان زادی نے کہا۔

”مجھے بھی اپنا شریک خیال سمجھو خان زادی....!“ پروفیسر بولا۔

”شکرالی درندوں کی زبان میں ”رحم“ جیسا کوئی لفظ نہیں ہے۔!“

عمران کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ لیکن وہ کچھ بولا نہیں تھا۔

”تمہارا شاگرد آخر ہے کیا چیز....؟“ خان زادی نے پروفیسر سے پوچھا۔

”میں خود بھی نہیں جانتا خان زادی.... لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ ایک حیرت انگیز میں ہے۔ جو مختلف انداز میں چلتی ہی رہتی ہے۔!“

پھر وہ سب خاموش ہو گئے تھے۔

جیپ شکرال کی سرحد کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔

﴿ختم شد﴾